UNIVERSAL
LIBRARY

پرندے اور اُن کی زندگی

موہن لال سیٹھی ایم-ایس-سی-پی-ای-ایس

لیکچرار علم الحیات- ملتان کالج- ملتان

۱۹۳۰ء

دارالاشاعت پنجاب لاہور

پہلی بار ایک ہزار

فہرست مضامین

دیباچہ

اُردو زبان میں سائنٹیفک لٹریچر کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے میں نے خان بہادر سید مقبول شاہ صاحب انسپکٹر آف ورنیکلر ایجوکیشن کی ایما پر ایک کتاب نباتات اور نباتاتی خوراک سنہ ۱۹۲۷ء میں لکھی تھی اس کتاب کے لئے پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے سنہ ۱۹۲۸ء میں ۵۰ روپے کا انعام مرحمت فرمایا۔ اس حوصلہ افزائی اور مولوی سید ممتاز علی صاحب کی ترغیب کا نتیجہ "پرندے اور اُن کی زندگی" ہے جو میں اس وقت ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک میں طبیعیات میں بہت کم دلچسپی لی جاتی ہے۔ بعض نوجوان تو بالکل آنکھیں بند کر کے چلتے ہیں۔ قدرت کے کھیل ان کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتے۔ اس میں اُن کا بھی زیادہ قصور نہیں۔ ان کی تعلیم اور تربیت ہی ایسی ہے۔ ان کے دماغ میں موروثی علم کو اتنی منزلت حاصل ہے کہ ان کے لئے

اپنی خاطر دیکھنا اور سوچنا کفر میں داخل ہے۔ سائنس کے طالبوں کے نزدیک تجربے اور ذاتی جانچ پڑتال سے بہتر کوئی کسوٹی نہیں ہے
میں امید کرتا ہوں کہ آپ اِس کتاب کو پڑھتے ہوئے اس سنہری اصول کو ہر وقت مدنظر رکھیں گے اور جو باتیں اِس کتاب میں لکھی گئی ہیں ان کو ذاتی مشاہدے سے ثابت یا رد کرنے کی جستجو میں رہیں گے۔

جن پرندوں کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بہت سے پرندوں کی رنگین تصویریں دی گئی ہیں۔ ان تصویروں کی مدد سے ناظرین اکثر پرندوں کو فوراً شناخت کر سکیں گے۔

مجھے اس جگہ اپنے بزرگ دوست لالہ ہریارام صاحب بی۔ اے ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے اِس کتاب کے مسودے کو پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائی اور اس کی خامیوں کو درست کیا۔

اکتوبر ۱۹۳۰ء ملتان کالج ملتان موہن لعل سیٹھی

ابتدائی واقفیت

اِس دنیا میں کئی اقسام کے جانور ملتے ہیں۔ اِن سب کو علمِ حیوانات کے ماہر دو بڑی جماعتوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اوّل وہ جانور جن کے جسم کے اندر ریڑھ کی ہڈی نہیں ہوتی مثلاً موسمی بخار یا ملیریا (MALARIA) پیدا کرنے والے حیاتِ خورد[1] (MALARIAL PARASITE) سپنج (SPONGE) کیڑے کدو کیڑے یا راؤنڈ ورمز (ROUND-WORMS) کینچوے ہزار پا (MILIPEDE) کن کھجورے اور سیپیاں وغیرہ وغیرہ۔ دوم وہ جانور جن کے جسم کے اندر ریڑھ کی ہڈی ملتی ہے۔ مثلاً مچھلیاں۔ مینڈک۔ چھپکلیاں۔ سانپ۔ کچھوے۔ مگرمچھ۔ پرندے

---

[1] یہ جانور ایک اچھی خوردبین کے ساتھ ہی دیکھا جا سکتا ہے۔

چوپائے ویل (WHALE) بندر اور انسان ، ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کو کئی جماعتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان کے اجسام کی حرارت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کبھی ماہرِین سب کو دو بڑی جماعتوں میں بانٹتے ہیں۔ اوّل ریڑھ کی ہڈی والے وہ جانور جن کے جسم کی حرارت آس پاس کی چیزوں کے سبب یا موسم کے سبب کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً مچھلیاں، مینڈک سانپ کچھوے مگرمچھ وغیرہ۔ جب موسم گرم ہو تو اُن کی حرارت بڑھ جاتی ہے۔ جب سردی ہو تو اُن کے اجسام سے بہت سی حرارت خارج ہو جاتی ہے اور وہ کام جن پر زندگی کا دارو مدار ہے مدھم پڑ جاتے ہیں۔ اِس لئے اُن کے اجسام کا درجۂ حرارت کم ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُن کے اجسام میں اپنی حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ ایسے جانوروں کو ٹھنڈے خون والے جانور کہا جاتا ہے اِس کے برعکس دوسری جماعت اُن ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی ہے کہ جن کے اجسام کی حرارت تندرستی کی حالت میں عموماً یکساں رہتی ہے۔ مثلاً پرندے چوپائے ویل[1] بندر اور انسان۔ چاہے سردی ہو یا گرمی اِن کے اجسام کی حرارت میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ ان کو اسی لئے گرم خون والے جانور

[1] ویل مچھلی سے مراد ہے۔

کہا جاتا ہے ۔ اگر گرم خون والے جانوروں کے آس پاس بہت سردی ہو تو جسم سے حرارت کے اخراج کو روکنے کے لیئے جسم کی بیرونی ناڑیاں سکڑ جاتی ہیں ۔ دوسرے جسم کے اندر حرارت پہلے سے زیادہ پیدا ہونی شروع ہوتی ہے ۔ اگر ایسے جانوروں کے آس پاس گرمی کی شدت ہو تو جسم کے درجۂ حرارت کو بڑھنے سے روکنے کے لئے بیرونی ناڑیاں پھیل جاتی ہیں جسم سے پانی سانس اور پسینے کے ساتھ زیادہ مقدار میں خارج ہوتا ہے اور کسی حد تک گرم خون والے جانور جسم کی حرارت کو بڑھنے سے روکنے کے لئے چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں ۔ ان جانوروں کے اجسام کی حرارت کا درجہ آس پاس کی چیزوں اور موسم کے تغیر و تبدل سے متاثر نہیں ہوتا ۔ اسی لئے ان کو گرم خون والے جانور کہا جاتا ہے ۔

اس کتاب میں ہم آپ کو پرندوں سے متعلق کچھ بتائینگے ۔ آپ کئی پرندوں سے واقف ہوں گے ۔ اگر یہ کہا جائے کہ پرندے وہ دو پائے گرم خون والے پردار جانور ہیں جو انڈے دیتے ہیں تو یہ تعریف کسی طرح مکمل نہیں کیونکہ پرندوں کی خوبصورتی اور ان کی عادات اور اطوار کا تو اس میں ذکر ہی نہیں آتا ۔

سب جانور اور پودے جتنی غذا روزانہ حاصل کرتے ہیں

اُسے جسم کی آمد کہتے ہیں۔ اس آمد کا کچھ حصّہ ہر روز کاربانک ایسڈ گیس (CARBONIC ACID GAS) پیشاب فضلے پسینے اور حرارت وغیرہ کی شکل میں جسم سے خارج ہوتا ہے۔ اسے جسم کا خرچ تصور کرنا چاہئے۔ اوائل عمر میں سب جانوروں کے جسم کی آمد خرچ سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے جانوروں کے جسم کا وزن بڑھتا رہتا ہے۔ جوان ہو جانے کے بعد روزانہ آمد اور خرچ میں بہت تھوڑا فرق رہ جاتا ہے وزن بہت کم بڑھتا ہے اور اکثر ایک ہی حالت پر برقرار رہتا ہے عام جوان جانوروں کو چونکہ بہت سی حرکت کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے اُن کے اجسام کا روزانہ خرچ آمدن سے کچھ ہی کم ہوتا ہے۔ پرندے باقی گرم خون والے جانوروں سے بہت زیادہ چست ہوتے ہیں۔ اس لئے جوان پرندوں کے اجسام کی روزانہ آمد و خرچ تقریباً یکساں ہوتے ہیں چونکہ پرندے زیادہ تیز و طرار ہوتے ہیں اس لئے اُن کو سانس بھی بہت جلدی جلدی آتا ہے۔ دل بھی جلد جلد حرکت کرتا ہے ان کے خون کے اندر سُرخ ذرّے بھی بڑی کثرت سے ہوتے ہیں۔ پرندے غذا بھی بہت اچھی کھاتے ہیں۔ ان کی غذا اسکا بہت سا حصّہ جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ فضلہ بہت کم بنتا ہے ان کی قوت ہاضمہ بھی بڑی طاقتور ہوتی ہے۔ پرندوں کے جسم

کی مشین بڑی مکمل مشین ہے۔ ان کے اجسام کی حرارت چوپاؤں کے اجسام کی حرارت سے عموماً ۲ سے ۱۴ درجے فارن ہیٹ تک زیادہ ہوتی ہے۔ نیچے چند پرندوں کے اجسام کی حرارت درج ہے :-

لہ سلہ	فارن ہیٹ
ابابیل	۱۱۱ر۲
بطخ	۱۰۹ر۲
مُرغا	۱۰۷ر۹
چڑیا	۱۰۷ر۹
بگلا	۱۰۵ر۸
کبوتر	۱۰۵ر۶

آپ کو ابابیل کا بیان پڑھنے سے معلوم ہوجائیگا کہ ابابیل نہایت تیز رفتار پرندوں میں سے ہے۔ ابابیل چونکہ زمین پر بیٹھنے کے ناقابل ہوتی ہے۔ اِس لئے اپنا بہت سا وقت ہوا میں تیزی سے اُڑتے ہوئے صرف کرتی ہے۔ اِسی سبب سے اس کے جسم کا درجۂ حرارت باقی پرندوں

لہ (TAKEN FROM SCHAHFER'S PHYSIOLOGY)

سلہ یاد رہے کہ تندرست انسان کے جسم کی حرارت ۹۸ر۴ فارن ہیٹ کے قریب رہتی ہے۔

سے زیادہ ہوتا ہے۔ اِن اعداد کو مطالعہ کرتے سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ مختلف پرندوں کے اجسام کے درجۂ حرارت کا انحصار اُن کی روزانہ عادات پر ہے۔

ہوا میں اُڑ سکنے کے باعث پرندے باقی سب گرم خون والے جانوروں پر سبقت لے گئے ہیں۔ ان کے جسم کا ہر ایک رگ و ریشہ اُڑنے کے لئے خاص طور پر موزون ہے۔ ان کا جسم ملائم پروں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ ان پروں کے باعث باہر کی گرمی اندر اور اندر کی گرمی باہر نہیں جا سکتی ان کے بازوؤں میں اُڑنے کی خاطر کئی تبدیلیاں آگئی ہیں۔ ان کا پنجر بھی اِسی لئے باقی ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں سے مختلف ہوتا ہے۔ ٹانگیں جسم کے سارے بوجھ کو اُٹھا سکتی ہیں۔ مندرجہ بالا اور بہت سی اور خصوصیتیں پرندوں کے پرواز کے سبب سے ہی ہیں۔

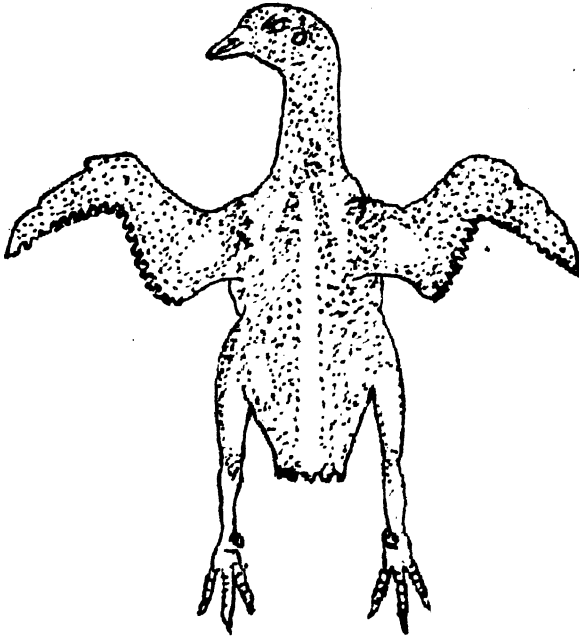
پرندوں کی بیرونی بناوٹ

آپ نے کئی پالتو اور کئی جنگلی پرندے دیکھے ہوں گے اگر معمولی معمولی باتوں کو نظر انداز کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہیں۔ پرندوں کی بیرونی بناوٹ سمجھنے کی خاطر آپ ذرا کبوتر کا خیال کریں۔ کبوتر کا دھڑ موٹا ہوتا ہے۔ دھڑ کے اوپر گردن ہوتی ہے۔ کبوتر کی گردن آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف مڑ سکتی ہے۔ گردن کی انتہا پر سر ہوتا ہے۔ سر کے اندر گول سی استخواں ہوتی ہے۔ سر کی اگلی طرف چونچ ہوتی ہے۔ تمام جسم کے اوپر بہت سے پر ملتے ہیں۔ ان پروں کا رُخ پچھلی طرف ہوتا ہے۔ ہر ایک پر اپنے سے پچھلے پر کے اگلے

حصّے کو ڈھانپ رکھتا ہے۔ دھڑ کے اختتام سے چند لمبے لمبے پر نکلتے ہیں۔ ان پروں کے مجموعے کو دُم کہتے ہیں جسم کے پہلوؤں پر دائیں بائیں دو بازو ہیں۔ بازو بھی کئی لمبے اور چھوٹے پروں سے آراستہ ہیں۔ ٹانگوں کے اوپر کے حصّے پروں سے ڈھکے رہتے ہیں اور نظر نہیں آتے صرف پاؤں ہی دکھائی دیتے ہیں۔ دونو پاؤں کی چار چار انگلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے تین انگلیاں آگے کو اور ایک انگلی پیچھے کو مُڑی ہوئی ہوتی ہے۔ کبوتر یا اور کسی پرندے کے جسم کو چوپائے جانوروں کے جسم کے ساتھ مقابلہ کرنے سے پہلے پرندے کے جسم کے پر اُتار دینے چاہئیں۔ پر اتار دینے کے بعد پرندوں کا جسم سڈول نظر نہیں آتا۔ پر اُتارنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ گردن بیلن نما ہے۔ اصلی دُم بہت چھوٹی سی ہوتی ہے۔ اِس پر بہت سے پر ہوتے ہیں۔ ان پروں کو ہی عموماً دُم کہتے ہیں۔ اصلی دُم کے اوپر کی طرف ایک چھوٹی سی نوک دار شے ہوتی ہے اِس کے اندر سے تیل رِس رِس کر نکلتا رہتا ہے۔ پرندہ اِس تیل سے اپنے پروں کو صاف کرتا ہے۔

الشان کے بازو کے تین حصّے ہوتے ہیں۔ (۱) اُوپر کا حصّہ کندھے سے کہنی تک (۲) درمیانی حصّہ کہنی سے

کبوتر کا جسم پر اُتار دینے کے بعد



کلائی تک (۳) ہاتھ ۔ یہی تین حصّے پرندوں کے بازو میں نظر آتے ہیں۔ انسان اور پرندے کے ہاتھ میں ایک فرق یہ ہے کہ پرندے کے ہاتھ کی تین انگلیاں جلد میں اکٹھی لپٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ علیحدہ علیحدہ نظر نہیں آتیں۔ جب پرندہ بیٹھا ہُوا ہو تو اُس کے بازو کے تین حصّے اس طرح بند ہو جاتے ہیں جیسے کہ انگریزی زبان کا حرف z ہوتا ہے۔ اُڑنے کے وقت یہ تینوں حصّے ایک سیدھے خط کی شکل اختیار کرتے ہیں اور بازو جسم کے ساتھ ۹۰ کا زاویہ بناتے ہیں۔ ٹانگوں کا اوپر والا حصّہ یعنی ران جسم کے ساتھ چمٹی رہتی ہے۔ اس کے نیچے پنڈلی ہوتی ہے۔ بہت سے پرندوں کی ران اور پنڈلی کے اوپر تو پر ہوتے ہیں لیکن اُن سے نیچے پاؤں کے اوپر پر نہیں ہوتے۔ پاؤں کا اُوپر کا حصّہ زمین سے اُٹھا رہتا ہے۔ صرف انگلیاں ہی زمین سے لگتی ہیں۔ اگلی تین انگلیاں پچھلی انگلی سے عموماً لمبی ہوتی ہیں۔ ہر ایک انگلی کی انتہا پر ایک ناخن ہوتا ہے۔

جب پرندہ چونچ کو کھولتا ہے تو اُس کا منہ بہت کشادہ نظر آتا ہے۔ چونچ کے اوپر کی طرف لیکن پیچھے کو دو نتھنے ہوتے ہیں۔ سر کے دونوں طرف دائیں بائیں دو آنکھیں ہیں۔ پرندوں کی آنکھیں بہت بڑی بڑی ہوتی

ہیں۔ انسان اور حیوانات کی آنکھوں کے دو بیرونی پردے یا پپوٹے ہوتے ہیں۔ ان کو عموماً اوپر اور نیچے کے پردے یا پپوٹے کہا جاتا ہے۔ پردے آنکھ کی حفاظت کرتے ہیں۔ اوپر والا پپوٹا چند لمحوں کے بعد آنکھ کے اُوپر سے پھر جاتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آنکھ کی سطح صاف اور تر رہے۔ گرد آلودہ اور خشک نہ ہونے پائے۔ ان دو پردوں کے علاوہ پرندوں کی آنکھوں کے اوپر ایک تیسرا پردہ بھی ہوتا ہے یہ پردہ شفاف ہوتا ہے۔ اور جلدی جلدی حرکت کرتا ہے۔ آنکھوں کے پیچھے کان ہوتے ہیں۔ زندہ پرندے کے کان پروں سے ڈھکے رہتے ہیں۔ پرندوں کے جسم میں فضلے اور پیشاب کو خارج کرنے کی ایک ہی جگہ ہوتی ہے۔

قدرت کے اندر پرندوں کے پر بڑی لاثانی چیز ہیں پرندوں کے سوا کسی اور جانور میں پر نہیں ملتے۔ چوپائے جانوروں کے بال پرندوں کے پروں سے مقابلہ کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن بال پروں جیسے خوبصورت نہیں ہوتے۔ پروں کی کئی قسمیں ہیں۔ اوّل وہ لمبے لمبے پر جو بازوؤں اور دُم سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک لمبے پر کے مفصلہ ذیل حصے ہوتے ہیں۔ (۱) ڈنڈی یا نچلا بیلن نما حصہ


باریک ریشے
اور انکی شاخیں
باریک ریشے
تنا
ڈنڈی
دوسری قسم کے پر

جو اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے (۲) تنا یعنی ڈنڈی سے اوپر کا ٹھوس حصّہ۔ یہ ڈنڈی سے ذرا پتلا اور گاؤدُم ہوتا ہے۔ (۳) اس ٹھوس گاؤدُم حصے سے باریک باریک ریشے نکلتے ہیں۔ (۴) ان باریک ریشوں سے اور باریک باریک شاخیں نکلتی ہیں۔ یہ شاخیں ایک دوسری میں پھنسی ہوئی ہوتی ہیں ان کی وجہ سے بڑے ریشوں کی ایک چپٹی سی جھلّی بن جاتی ہے۔ ایسے لمبے پَروں کے علاوہ اسی قسم کے چھوٹے چھوٹے پر پرندے کے سارے جسم کے اوپر ملتے ہیں۔ ان پروں کے علاوہ چند ایسے چھوٹے چھوٹے پر بھی ملتے ہیں جن کا تنا اور ریشے تو ہوتے ہیں لیکن باریک شاخیں نہیں ہوتیں۔ اِس لئے ریشے ایک دوسرے میں پھنسے ہوئے نہیں ہوتے۔ دُم کے اُوپر ایک چھوٹی سی نوکدار شئے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اِس سے جو تیل نکلتا ہے اُس کے ساتھ پرندہ اپنے پروں کو صاف رکھتا ہے۔

پروں کا اول فائدہ جسم کی حرارت کو زائل ہونے سے روکنا ہے۔ اِس لئے یہ نہایت گرم ہوتے ہیں۔ سفید پر اس کام کے لئے خصوصًا مفید ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے پہاڑی سرد علاقوں اور برفانی ملکوں میں رہنے والے پرندوں کے پر سفید ہوتے ہیں۔ بعض حضرات روئی کی بجائے ملائم پروں

کو لحاف کے اندر بھرواتے ہیں۔ ایسے لحاف نہایت گرم اور ہلکے ہوتے ہیں۔ دوم پروں کی وجہ سے ہی پرندے اُڑ سکتے ہیں۔ دونوں بازوؤں پر کچھ تعداد لمبے لمبے پروں کی ہوتی ہے۔ ان کی مدد سے پرندے کشتی کے چپوؤں کی طرح ہوا کو تھپیڑے لگاتے اور اُڑتے ہیں۔ اگر پر نہ ہوتے تو پرندے اُڑنے کے ناقابل ہوتے۔ سوم پروں کی رنگت کی وجہ سے پرندوں کو اُن کے آس پاس کی چیزوں سے تمیز کرنا اکثر بڑا مشکل ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی دشمن آجائے تو اُسے بہت غور سے دیکھنے کے بعد ہی شکار نظر پڑتا ہے۔ چہارم نر پرندوں کے پر مادہ پرندوں سے عموماً زیادہ شوخ ہوتے ہیں۔ یہ مادہ کو موہت کرنے کے کام آتے ہیں۔ مور پر اونچے کر کے ناچنا شروع کرتا ہے اور مورنی کو موہت کرتا ہے۔ پنجم بعض پرندے اپنے گھونسلے کے اندر پروں کی تہ جماتے ہیں۔ ایسا گھونسلا نہ صرف رہنے والے پرندے کے لئے آرام دہ ہوتا ہے بلکہ جب انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو اُن کے لئے ایسے گھونسلے سے زیادہ نرم اور گرم جگہ مہیا کرنی بہت مشکل ہے۔

کئی پرندوں مثلاً کبوتر کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں۔ تو ان کا جسم بالکل ننگا ہوتا ہے۔ جسم کے اوپر پر نہیں

ہوتے۔ بعض پرندوں مثلاً مرغ کے بچے جوں ہی انڈوں سے نکلتے ہیں تو اُن کے جسم ننھے ننھے پروں سے ڈھکے ہوتے ہیں ۔

بہت سے پرندوں میں نر کے پَر مادہ سے اکثر شوخ اور خوشنما ہوتے ہیں۔ جن کے پر ایسے نہ بھی ہوں اُن کے پر بھی انڈے بچے دینے کے موسم میں مادہ سے زیادہ خوبصورت نکل آتے ہیں ۔

عام طور پر پرندوں کے پر ہر سال گر جاتے ہیں اور ان پروں کی جڑوں سے نئے پر نکل آتے ہیں۔ یہ عمل عموماً انڈے بچے دینے کے موسم کی تھکاوٹ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور کچھ دیر تک جاری رہتا ہے۔ اِس عمل کو کر یز کرنا کہتے ہیں۔ جسم کے ایک خاص حصّے سے کچھ پر گر جاتے ہیں ان کی جگہ جب نئے پر نکل آتے ہیں تو اور پر گرتے ہیں۔ اِس لئے پرندہ کسی وقت بھی بالکل برہنہ نظر نہیں آتا۔ بعض پرندوں کے پر موسم سرما میں گرتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو ہر سال دو یا تین دفعہ کریز کرتے ہیں۔ جن پرندوں میں نر اور مادہ کی پوشش میں فرق نہیں ہوتا ایسے پرندوں میں نر کے پَر انڈے دینے کے موسم میں بہت خوبصورت نکل آتے ہیں۔ بچے نکل آنے کے بعد نر اور مادہ کے رنگ

اور پوشش میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی ۔

پرندے اور کیڑے باقی سب جانوروں سے زیادہ تیز وطرآر واقع ہوئے ہیں۔ کئی سائنس دانوں کا قیاس ہے کہ ان کی پھرتی اِن کے شوخ رنگ ہونے کی ایک وجہ ہے ۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ کسی شے کا رنگین نظر آنا تین وجوہات سے ہوتا ہے ۔ اوّل اُس شے میں رنگ کے ذرّات یا پگمنٹس (PIGMENTS) کا موجود ہونا۔ مثلاً مُرغے کی کلغی کا رنگ اس وجہ سے سُرخ ہوتا ہے کہ خون کے سُرخ ذرّے کلغی کی بے شمار ناڑیوں میں موجود ہوتے اور ناڑیاں شفاف ہونے کی وجہ سے خون نظر آتا رہتا ہے اور کلغی سُرخ دکھائی دیتی ہے ۔ درختوں کے پتّے بھی اِس لئے سبز دکھائی دیتے ہیں کہ اُن میں ہریائی یا کلوروفل (CHLOROPHYLL) کے ذرّے موجود ہوتے ہیں ۔ دوم کسی شے کا رنگین نظر آنا اُس کی طبعی بناوٹ کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے ۔ مثلاً آپ نے کئی سیپیوں کو کھول کر دیکھا ہوگا۔ ان کی اندرونی سفید سطح پر قوس قزح جیسے رنگ نظر آتے ہیں۔ سیپیاں رنگ کے ذرّات کے موجود ہونے سے رنگین نظر نہیں آتیں بلکہ انکے اندر چونے کے مرکبات کی تہیں اِس ترتیب سے جمی ہوئی ہوتی ہیں کہ یہ سفید روشنی کی کرنوں کا تجزیہ کر دیتی ہیں

اگر آپ اپنے نقطۂ نگاہ کو بدل دیں تو کئی دفعہ یہ رنگ غائب ہو جاتے ہیں۔ اگر سیپیوں کو کوٹ کر باریک کر دیا جائے تو پسی ہوئی سیپیاں بالکل سفید ہوتی ہیں وہ خوشنما رنگ جو سیپیوں کی سطح پر دکھائی دیتے تھے ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاتے ہیں۔ صابن کے بلبلوں کے رنگ۔ قوس قزح اور سورج کے چڑھنے اور غروب ہونے کے وقت بادلوں کے خوشنما رنگ بھی اسی وجہ سے نظر آتے ہیں۔ سوم بعض اشیا اوّل اور دوم وجوہات کے ملنے کے سبب سے رنگین نظر آتی ہیں بعض نہایت خوشنما رنگ رنگین ذرّات یعنی پگ منٹس (PIGMENTS) کے موجود ہونے اور طبعی بناوٹ کے میل جول کی وجہ سے دکھائی دیتے ہیں۔ مور اور تیتری کے خوبصورت پروں میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

قدرت کے اندر مفصلہ ذیل رنگ عموماً رنگین ذرات کے سبب سے نظر آتے ہیں:۔ کالا۔ سرخ۔ تصواری زرد زردی مائل سبز اور سبز۔ نیلا اور اُودا رنگ رنگین ذررات اور طبعی بناوٹ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ایک نیلے پر کو ہتھوڑے سے ذرا کوٹ دیں تو اُس کا نیلا رنگ غائب ہو جاتا ہے اسی طرح طوطے کا سبز پر کوٹنے کے بعد زرد دکھائی دیتا ہے وجہ یہ ہے کہ طوطے کے پر کے اندر زرد ذرّے تو موجود

ہوتے ہیں لیکن سبز رنگ اس کی طبعی بناوٹ کی وجہ سے نظر آتا ہے۔ کوٹنے کے بعد وہ طبعی بناوٹ نہیں رہتی اور سبز رنگ بھی اس کے ساتھ غائب ہو جاتا ہے۔

رنگوں سے پرندوں کو کیا کیا فائدے پہنچتے ہیں:۔

پرندوں میں بے شمار اقسام کے رنگ دیکھے جاتے ہیں۔ علم طبیعات کے ماہران ان سب کے فائدوں کو کھوج نہیں کر سکے لیکن تاحال ان کے جو جو فائدے معلوم ہوئے ہیں وہ نیچے درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) ایک قسم کے پرندوں کا رنگ دوسری قسم کے پرندوں سے نہیں ملتا۔ یعنی کا ٹھے طوطے سب سبز ہوتے ہیں کوّے سب سیاہ ہوتے ہیں۔ پوشش کا رنگ مخصوص ہونے کے سبب سے پرندے اپنے بھائی بندوں کو دور سے ہی پہچان سکتے ہیں۔ والدین کو بچوں کے پہچاننے میں اور نر کو مادہ کے پہچاننے میں سہولت ہوتی ہے۔

(۲) پرندوں کے لباس کا رنگ اکثر اُن کے رہنے سہنے کی جگہ سے ملتا جلتا ہوتا ہے۔ مثلاً طوطوں کا سبز رنگ درختوں کے پتوں سے خوب ملتا ہے۔ اِس مطابقت کا یہ فائدہ ہے کہ جب طوطے درختوں کی ٹہنیوں میں بیٹھے ہوئے پھل کھا رہے ہوں تو یہ نظر نہیں آتے۔ ان کے دشمن ان کو آسانی

سے دیکھ نہیں سکتے۔ اور طوطے ان کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ بٹیر اگر زمین پر دانہ چگ رہا ہو تو اُس کا رنگ زمین سے اور آس پاس کی چیزوں سے ایسا ملتا ہے کہ بٹیر دور سے نظر نہیں آتا۔ بٹیر زمین پر گھونسلے بناتے ہیں۔ طوطے درختوں کی ٹہنیوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ مادہ پرندوں کو لگاتار کئی دن تک انڈوں کو سہنا پڑتا ہے۔ اگر ان کا رنگ آس پاس کی چیزوں سے ملتا جلتا نہ ہو تو ان کے دشمن ان کو آسانی سے مار ڈالیں۔ پس پرندوں کے رنگ کا آس پاس کی چیزوں جیسا ہونا کشمکش زندگی میں بہت فائدہ مند ہے۔

(۳) رنگین ہونے کے باعث پرندے خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ اِس لئے قیاس ہے کہ نر اور مادہ کے ملاپ کے لئے بھی رنگ فائدہ مند ہیں۔ عموماً مادہ سے نر کا رنگ شوخ اور زیادہ خوشنما ہوتا ہے۔ لیکن مادہ کا رنگ سادہ سا ہی ہوتا ہے۔ مثلاً مور اور مورنی۔ مُرغ اور مُرغی۔ نر کا خوشنما رنگ تو مادہ کو موہت کرنے کا کام دیتا ہے لیکن مادہ کا سیدھا سادہ رنگ مادہ کو انڈوں کے سینے کے ایّام میں دشمنوں کے حملوں سے بچائے رکھتا ہے۔

پرندوں کا پنجر

پنجر سے عموماً ہڈیوں کے مجموعے سے مراد ہوتی ہے۔
لیکن سائنسدان حیوانات کے بال اور ناخن اور پرندوں کے پر بھی پنجر میں ہی شمار کرتے ہیں۔ بالوں ناخنوں اور پروں کو بیرونی پنجر کہا جاتا ہے۔ ہڈیوں کے مجموعے کو اندرونی پنجر کہتے ہیں۔ بیرونی پنجر کا کام جسم کو بیرونی چوٹوں سے بچانا ہے۔ اندرونی پنجر اندرونی اعضا مثلاً دماغ دل و جگر کو بیرونی چوٹوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اندرونی پنجر کی ہڈیوں سے پٹھوں کو سہارا ملتا ہے۔ ہم پرندوں کے بیرونی پنجر کا ذکر کر چکے ہیں۔ اس جگہ صرف اندرونی پنجر کا ذکر کیا جائے گا۔

پرندوں کے پنجر کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے
کہ اِس کی خصوصیتیں بھی اُڑنے میں مدد دیتی ہیں۔
اوّل۔ پرندوں کی بڑی بڑی ہڈیاں اندر سے کھوکھلی
ہوتی ہیں۔ لیکن کھوکھلی ہونے ہوئے بھی یہ بڑی مضبوط ہوتی ہیں
کھوکھلا ہونے کی وجہ سے یہ وزن میں ہلکی ہوتی ہیں اور اِس
لئے اُڑنے کے وقت زیادہ بوجھل نہیں ہوتیں۔ پرندے
کی نشوونما کے دوران میں ہڈیوں کے اندر کا گودا یا میرو
(MARROW) بہت جلد ہی غایب ہو جاتا ہے۔ گودے کی
جگہ ہڈی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے۔ ہڈی کی مضبوطی میں کوئی
فرق نہیں آتا۔

دوم۔ پرندوں کے پنجر کی بہت سی ہڈیاں ایک دوسری سے
جڑ جاتی ہیں۔ اگر انسان اور حیوانات کی استخوان کا امتحان کیا جائے
تو بہت سی ہڈیوں کی حدود صاف صاف دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن اگر
پرندوں کی استخوان کا امتحان کیا جائے تو یہ حدود ایسی صاف نہیں
ہوتیں۔ وجہ یہ ہے کہ نشوونما کے دوران میں یہ ہڈیاں ایک دوسری
سے اِس طرح سے جُڑ جاتی ہیں کہ حدود غائب ہو جاتی ہیں۔ اُوپر بیان
کیا گیا ہے کہ پرندوں کی گردن دائیں بائیں آگے پیچھے سب طرف مُڑ
سکتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ گردن کے اندر ریڑھ کی ہڈی کے جزو
ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہی رہتے ہیں اور گردن سب طرف مُڑ سکتی

کبوتر کا پنجر

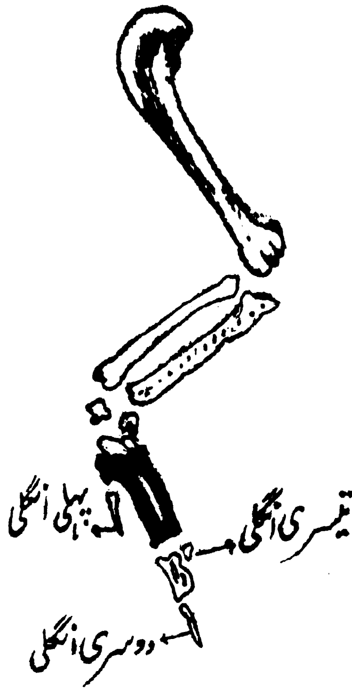


ہے۔ باقی جسم کے اندر ریڑھ کی ہڈی کے جزو بھی باقی ہڈیوں کی طرح ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں۔ آپ پوچھیں گے کہ ہڈیوں کے جڑ جانے سے کیا فائدہ ہے؟ ریڑھ کی ہڈی کے سلسلے کا وہ حصّہ جو بازوؤں اور ٹانگوں کو سہارا دیتا ہے اگر اُس کے جزو الگ تھلگ ہی رہتے تو پرندوں کے لئے زور سے اُڑنا اور ٹانگوں کے بل کھڑا ہونا ناممکن ہوتا۔

بہت سے پرندے اُڑنے میں بہت بہادر ہوتے ہیں یعنی اُن کے بازو بڑے طاقتور ہوتے ہیں۔ لیکن بازو تب ہی طاقتور ہو سکتے ہیں جو اُن کے پٹھے مضبوط ہوں۔ بازو کے پٹھے چھاتی کی ہڈی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ چونکہ پٹھے بہت بڑے اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اِس لئے ان کو سہارا دینے والی ہڈی بھی بہت بڑی اور مضبوط ہونی چاہئے۔ چنانچہ چھاتی کی ہڈی ایسی ہی ہے۔ جو پرندے عادتاً زیادہ نہیں اُڑتے اور صرف بھاگتے ہی ہیں اُن کی چھاتی کی ہڈی اور بازوؤں کے پٹھے چھوٹے چھوٹے اور کمزور ہی رہتے ہیں۔ اُڑنے کی سہولت کے لئے چھاتی کے حصّے کی ریڑھ کی ہڈی کے جزو بھی آپس میں جڑ جاتے ہیں۔ اگر یہ بھی گردن کی ہڈیوں کی طرح الگ الگ ہی رہتے تو بازوؤں کو کافی سہارا نہ ملنے کی وجہ سے اُڑنا بہت مشکل ہوتا۔

اُڑنے کی سہولت کے لئے پرندوں کے بازوؤں میں عجیب وغریب تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ جب پرندوں کے بازو کا مقابلہ انسان کے بازو یا حیوانات کی اگلی ٹانگوں سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کے بازو کے مختلف حصّے اتنی آسانی سے مڑ نہیں سکتے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ بازو کے حصّے متحدہ کام کرتے ہیں۔ جب پرندہ بیٹھا ہوا ہو تو اُس وقت بازو کے حصے انگریزی زبان کے حرف زیڈ (Z) کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس وقت پرندے کے بازو کا کہنی کا جوڑ آگے کو ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ انسان کے بازو میں کہنی کا جوڑ ہمیشہ پیچھے کو ہوتا ہے۔ ایک اور فرق یہ ہے کہ انسان کے بازو میں کلائی کا جوڑ سیدھا ہی رہتا ہے۔ اور ہاتھ عموماً بازو کے ساتھ کوئی زاویہ نہیں بناتا۔ لیکن بیٹھے ہوئے پرندے کا ہاتھ کلائی کے مقام پر بازو کے ساتھ زاویہ بناتا ہے اور ہاتھ مڑ کر پیچھے کو ہو جاتا ہے۔ چنانچہ پرندے کے ہاتھ کی انگلیاں پیچھے کو مڑی رہتی ہیں۔ پرندوں کے ہاتھ کی صرف تین انگلیاں ہوتی ہیں۔ چوتھی اور پانچویں انگلیاں نہیں ہوتیں۔ پرندوں کا ہاتھ انسان کے ہاتھ کے مقابلے میں غیر مکمل ہے۔ پرندوں کا سر اور گردن اُن کو وہی کام دیتے ہیں جو انسان ہاتھوں سے لیتا ہے۔ پرندوں کے بازو اُڑنے کے

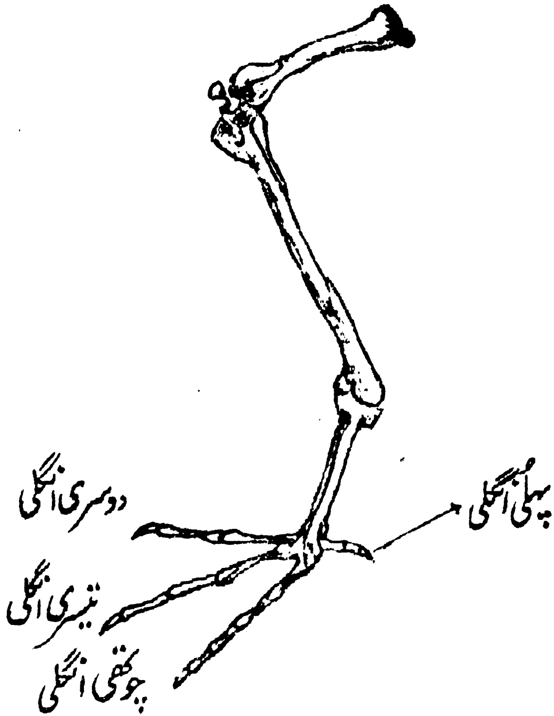
مرغ کے بازو کی ہڈیاں



لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ اگر اُڑنے میں کامیابی حاصل کرنے کی خاطر قدرت نے ہاتھ کو غیر مکمل ہی چھوڑ دیا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ؂

پرندے دوپائے جانور ہیں۔ چونکہ سارے جسم کا بوجھ ٹانگوں پر ہی پڑتا ہے۔ اِس لئے ٹانگیں بھی بہت مضبوط ہوتی ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کا حِصّہ جس سے ٹانگوں کا تعلق ہوتا ہے اُس کی جڑیں بھی ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ پرندوں کی ٹانگیں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ ایڑی خصوصاً لمبی ہوتی ہے۔ اور بظاہر ٹانگ کا ہی ایک حِصّہ معلوم ہوتی ہے۔ پرندے صرف انگلیوں کے سہارے ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ پاؤں کی چار اُنگلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک تو انگوٹھا ہوتا ہے۔ اور باقی تین اُنگلیاں ہوتی ہیں۔ پانچویں یعنی چھوٹی انگلی یا چھنگلیا نہیں ہوتی۔ ان میں سے پہلی انگلی پیچھے کو اور باقی تین آگے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ انگلیاں بہت لمبی لمبی ہوتی ہیں۔ ان لمبی انگلیوں کے ساتھ پرندے ٹہنیوں کو آسانی پکڑ سکتے ہیں۔ لمبی انگلیاں اُچھلنے کودنے میں بھی مدد دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اقسام کے پرندوں کے پاؤں بڑے مختلف ہوتے ہیں ؂

گائے بھینس اور بندر کی دُم بہت لمبی ہوتی ہے۔


مُرغ کی ٹانگ کی ہڈیاں
دوسری انگلی
پہلی انگلی
تیسری انگلی
چوتھی انگلی

اُن کی دُم کے اندر ریڑھ کی ہڈی کا سلسلہ موجود ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ایک دوسری سے الگ تھلگ ہوتی ہیں اس لئے دُم اچھی طرح مُڑ سکتی ہے۔ انسان کی دُم غائب ہو چکی ہے لیکن انسان کے پنجر میں ریڑھ کی ہڈی کے انتہا کے قریب چند چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ملتی ہیں جو دُم کی ہڈیوں کا بقایا ہیں۔ یہ ہڈیاں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ انسان کے بزرگوں کی بھی دُم ہوا کرتی تھی۔ جیسے جانتے پرندوں کی دُم اکثر بہت لمبی دکھائی دیتی ہے۔ اگر پرندے کی دُم کے پر نوچ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اصلی دُم درحقیقت بہت چھوٹی ہے اس کے اندر ریڑھ کی ہڈی کے سلسلے کی چند چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ملتی ہیں۔ اس جگہ سے کچھ لمبے لمبے پر نکلتے ہیں جو دُم کی شکل اختیار کرتے ہیں ؎

پرندوں کی چونچ

چونکہ پرندوں کے بازو اُڑنے کے لئے مخصوص ہو چکے ہیں اس لئے پرندے طرح طرح کے کام سر اور چونچ سے ہی لیتے ہیں۔ مثلاً (۱) کھانے کی چیزوں کو پکڑنے کے لئے (۲) زمین تک پہنچنے کے لئے (۳) لٹکنے کے لئے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ طوطے درختوں کی ٹہنیوں کو چونچ سے پکڑ

لیتے ہیں اور لٹک جاتے ہیں (۴) گھونسلے کے اندر چیزوں کو اِدھر اُدھر کرنے کے لئے (۵) پروں کو صاف کرنے کے لئے۔ غرضیکہ جو جو کام انسان ہاتھوں سے لیتا ہے وہ سب کام پرندے چونچ اور سر سے لیتے ہیں۔ اسی لئے اُن کی گردن بھی پتلی ہوتی ہے اور سب طرف مُڑ سکتی ہے بعض پرندوں نے ہاتھوں کا کام پاؤں سے بھی لینا شروع کیا ہے۔ طوطا پھل وغیرہ کو ایک پاؤں میں پکڑ لیتا ہے۔ اور پھل کو چونچ کے قریب لے جاتا ہے اور کھانا شروع کرتا ہے۔

پرندوں کی استخواں یعنی کھوپری کی ہڈیاں ایک دوسری سے جُڑ جاتی ہیں اور مضبوطی کا باعث ہوتی ہیں۔ پرندوں کے منہ میں دانت نہیں ہوتے۔ پرندوں کی چونچ ہوتی ہے یہ چونچ ایک بڑی مضبوط شئے سے بنی ہوتی ہے۔ دانتوں کی غیر حاضری میں پرندے غذا کو چبانے کے بغیر ہی نگل جاتے ہیں۔ چونچ کی تیز نوک کے ساتھ پرندے سخت سے سخت شئے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔

مختلف پرندوں کی چونچ مختلف شکل کی ہوتی ہے۔ چونچ کی شکل کا انحصار پرندے کی غذا پر ہے۔ آپ نے کوّے کی چونچ کو دیکھا ہوگا۔ اگر نہیں دیکھا تو اب بغور

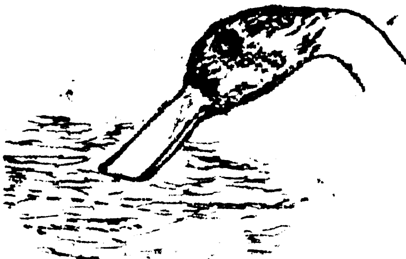
مختلف پرندوں کی چونچیں











ملاحظہ کریں۔ کوّے کی چونچ کی بناوٹ ایسی ہے کہ یہ بہت
مختلف اشیا کو کھا جاتا ہے۔ باز اور دوسرے شکاری پرندوں
کی چونچ خم دار اور نہایت تیز ہوتی ہے۔ اس تیز چونچ کے
ساتھ یہ پرندے ایک ہی وار سے کسی چھوٹے موٹے جانور کا
دماغ نکال لیتے ہیں۔ عقاب اپنی تیز چونچ کے ساتھ خرگوش
کی استخوان کو توڑ ڈالتا ہے اور پھر اسی تیز چونچ کے ساتھ
خرگوش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نگل جاتا ہے۔ ایسی چونچ
خرگوش کی کھال اتارنے میں بھی بڑی مدد دیتی ہے۔ طوطا
اپنی تیز چونچ کے ساتھ سخت سے سخت گٹھلیوں کو ریزہ ریزہ
کر دیتا ہے۔ اناج کھانے والے پرندوں مثلاً چڑیا وغیرہ
کی چونچ چھوٹی سی لیکن اناج کو کھانے کے لئے کافی مضبوط
ہوتی ہے۔ شکر خورے کی چونچ نہایت پتلی اور لمبی ہوتی ہے
اس لمبی چونچ کے ساتھ شکر خورہ پھولوں کے اندر سے مٹھاس
نکال لیتا ہے۔ بطخ کی چپٹی اور لمبی چونچ اسے پانی کے اندر
غذا کو تلاش کرنے میں مدد دیتی ہے۔

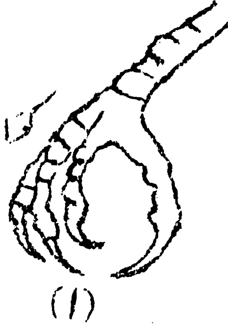
پرندوں کا پاؤں

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عام پرندوں کے سر دو پاؤں ہیں
چار چار انگلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک پیچھے کو اور باقی

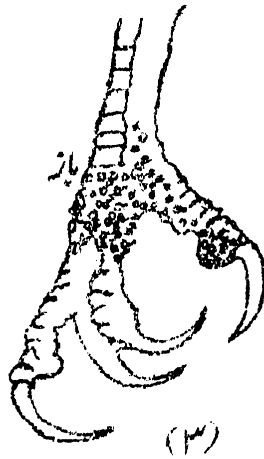
تین آگے کو بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب پرندہ کسی شاخ پر بیٹھتا ہے تو تین آگے والی اور ایک پیچھے والی انگلی سے درمیان شاخ کو قابو کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس طوطے اور کوئل کے پاؤں کی دو انگلیاں آگے کو اور دو انگلیاں پیچھے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ابابیل کے پاؤں کی چاروں انگلیاں آگے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی لئے ابابیل درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے ناقابل ہوتی ہے۔

صانع قدرت نے پرندوں کے پاؤں (پنجہ) کے پٹھے اور نسیں ایسی بنائی ہیں کہ جس وقت کوئی پرندہ کسی ٹہنی پر بیٹھنے کے لئے ٹانگوں کو خم دیتا ہے تو اس کے پاؤں کی انگلیاں خود بخود ٹہنی کے اردگرد لپٹ جاتی ہیں۔ اگر اس حالت میں پرندہ سو بھی جائے تو بھی پاؤں کی گرفت سے ٹہنی نہیں چھٹتی۔ پرندوں کے پاؤں بیٹھنے کے وقت شاخوں کو پکڑنے، چلنے، پھدکنے، درختوں پر چڑھنے، تیرنے اور کھانے کی چیزوں کو پکڑانے کا کام دیتے ہیں۔ پرندوں کی ٹانگیں اور پاؤں پتلے پتلے چھلکوں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ یہ چھلکے مچھلی کے جسم کے چھلکوں کی سی حقیقت رکھتے ہیں یعنی بیرونی پنجر کا ایک حصہ ہیں۔ چند ایک پرندوں کی ٹانگیں اور پاؤں پروں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ صرف

مختلف پرندوں کے پاؤں



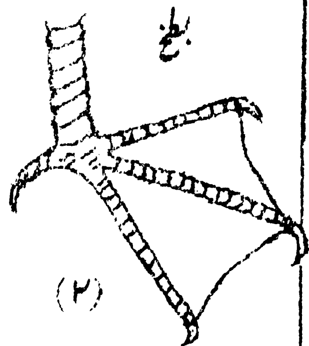
(۱)



(۳)



(۴)



(۲)

ناخن ہی دکھائی دیتے ہیں *

ساتھ والی شکل میں مختلف پرندوں کے پنجے دکھائے گئے ہیں۔ نمبرا پنجہ کوّے کا ہے۔ ایسا پنجہ بیٹھنے کے وقت ٹہنی کو مضبوطی سے پکڑنے کے علاوہ چیزوں کو زمین سے اُٹھانے کے کام بھی آتا ہے۔ نمبر۲۔ بطخ کا پنجہ ہے۔ اس کی انگلیوں کے درمیان ایک جھلّی سی تنی ہوتی ہے۔ تیرنے کے وقت یہ پنجہ بطخ کو چپوؤں سے زیادہ کام دیتا ہے۔ نمبر۳ باز کا پنجہ ہے اس پنجے کے پٹھے اور انگلیاں نہایت مضبوط ہوتے ہیں۔ اس کے ناخن بھی نہایت تیز ہوتے ہیں۔ سب شکاری پرندوں کا پنجہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جھپٹّا مارنے کے لئے ایسا پنجہ نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ نمبر۴ مرغ کا پنجہ ہے اس کی بناوٹ زمین پر چلنے اور اس کے ناخن زمین کو کرید کر دانہ تلاش کرنے کے لئے نہایت موزون ہیں *

پرندوں کی اندرونی بناوٹ

غذا اور غذا کی نالی

علم حیوانات کے ماہر اس بات پر کلی اتفاق رکھتے ہیں کہ پرندوں کا آغاز رینگنے والے جانوروں یعنی ریپٹائلز[1] (REPTILES) سے ہوا۔ رینگنے والے جانور پرندوں کے مقابلے میں کاہل اور سست الوجود ہوتے ہیں۔ کیا وجہ ہے

---

[1] زمانہ حال میں اس جماعت کے مفصلہ ذیل نمائندے ملتے ہیں:- چھپکلیاں۔ سانپ۔ مگرمچھ۔ کچھوے۔ جن ریپٹائلز سے پرندوں کا آغاز ہوا وہ دنیا سے نیست ہو چکے ہوئے ہیں۔ ان کے پنجر یا اور نشانات زمین کے اندر پائے جاتے ہیں۔

کہ پرندے اتنے چست واقع ہوئے ہیں۔ پرندے سینکڑوں میل کی منزل طے کرنے کے بعد بالکل تروتازہ منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ اوّل پرندوں کو بھوک بہت زیادہ لگتی ہے۔ اس لئے یہ بہت زیادہ غذا کھاتے ہیں۔ اگر کسی مشین سے زیادہ کام لینے کی ضرورت ہو تو اُسے کوئلہ بھی زیادہ درکار ہوگا۔ تھوڑی غذا اور تھوڑا کام قدرت کا ایک اصول ہے۔ پروفیسر ہکسلے (PROF. HUXLEY) ایک جانور کو دریا کی ایک لہر سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دریا کی تہ پر چٹان کی وجہ سے جو لہر اُٹھتی ہے وہ ہمیشہ ایک ہی جگہ قائم رہتی ہے۔ اسی طرح آبشار کی دھار کی شکل ہمیشہ ایک جیسی ہی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پانی کے جو ذرّے یا قطرے دریا کی لہر یا آبشار کی دھار کی شکل اختیار کرتے ہیں وہ لمحہ بہ لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔ ہر لمحے پانی کے نئے قطرے لہر کی شکل یا دھار کی صورت اختیار کر کے نیچے گر جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک زندہ جانور یا انسان گو سال بسال ایک جیسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اس کے جسم کے ذرے لگاتار بدلتے رہتے ہیں۔ اب اگر ایک جانور عادتاً بہت پھرتیلا ہو تو اُس کے جسم کے ذرّے بھی سُست جانور کی نسبت زیادہ جلدی سے بدلتے رہیں گے

پس پرندوں کی زیادہ چستی اور تیزی ان کی زیادہ بھوک کی دلیل ہے ۔ آپ روزانہ تجربے سے جانتے ہیں کہ زیادہ غذا کھا لینا مناسب قوت ہاضمہ کے نہ ہوتے ہوئے سخت مصیبت اور بیماری کا باعث ہوتا ہے ۔ اس لئے زیادہ غذا کو ہضم کرنے کے لئے ہاضمہ بھی بہت تیز ہونا نہایت ضروری ہے چنانچہ پرندوں کا ہاضمہ بہت تیز ہوتا ہے ۔ مختلف پرندوں کی غذا بھی مختلف ہوتی ہے ۔ غذا کے لحاظ سے علم طیور کے ماہر پرندوں کو چار جماعتوں میں منقسم کرتے ہیں ۔

(۱) بہت سے پرندوں کا گذارہ صرف نباتی غذا پر ہوتا ہے ۔ یہ پرندے پھلوں پھولوں بیجوں کونپلوں اور پتّوں کو کھاتے ہیں ۔ چند پرندے درختوں کے تنے میں سوراخ کرتے ہیں اور اندر سے مٹھاس چوس لیتے ہیں ۔ شکرخورہ پھولوں کے اندر سے مٹھاس یا نیکٹر (NECTAR) چوستا پھرتا ہے ۔

(۲) بہت سے پرندے ایسے بھی ہیں جو صرف گوشت ہی کھاتے ہیں ۔ ایسے پرندے چھوٹے چھوٹے پرندے یا چوپائے پکڑ کر کھا جاتے ہیں ۔ یہ گوشت خور پرندے چھوٹے چھوٹے پرندوں اور چھوٹے چھوٹے چوپاؤں کی تعداد کو بڑھنے سے روکتے ہیں ۔ بعض پرندے سانپوں کو کھاتے ہیں اور

ان موتیوں سے انسان اور حیوانات کو نجات دلاتے ہیں۔ بعض مینڈک اور مچھلیاں کھانے کے شوقین ہیں۔ بعض دوسرے پرندوں کے انڈوں اور بچوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ بعض انواع و اقسام کے کیڑے کھاتے ہیں۔ ان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کیڑوں کی تعداد کو ایک حد سے بڑھتے نہیں دیتے کیڑوں کی نسل افزائی بڑی سُرعت سے ہوتی ہے۔ اور اگر پرندے ان کے لئے رکاوٹ نہ ہوں تو کیڑے شاید باقی تمام جانوروں کو دنیا سے نیست کر دیں۔ چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں۔ کہ پرندوں کے بغیر دس سال کے قلیل عرصے میں کیڑوں کی تعداد اتنی بڑھ جائے کہ انسان کے لئے دنیا میں رہنا ناممکن ہو جائے۔ مختلف پرندے کن کن کیڑوں کو کھاتے ہیں۔ آپ کو آگے چل کر معلوم ہو جائے گا۔

(۳) بہت سے پرندے ایسے بھی ہیں جو پھلوں اور ترکاریوں پر قناعت نہیں کرتے اور ان کے علاوہ کیڑوں مکوڑوں کو بھی کھا جاتے ہیں۔ بطخ آبی پودوں کے علاوہ بہت سے آبی جانوروں کو بھی کھا جاتی ہے۔ جنوبی امریکہ کا باز مردہ جانوروں کی لاشوں کو کھاتا ہے۔ لیکن اکثر سبزیاں اور ترکاریاں بھی کھا جاتا ہے۔ چند پرندے ایسے ہیں جو کہ ایک موسم میں تو نباتات پر اور دوسرے موسم میں کیڑوں وغیرہ

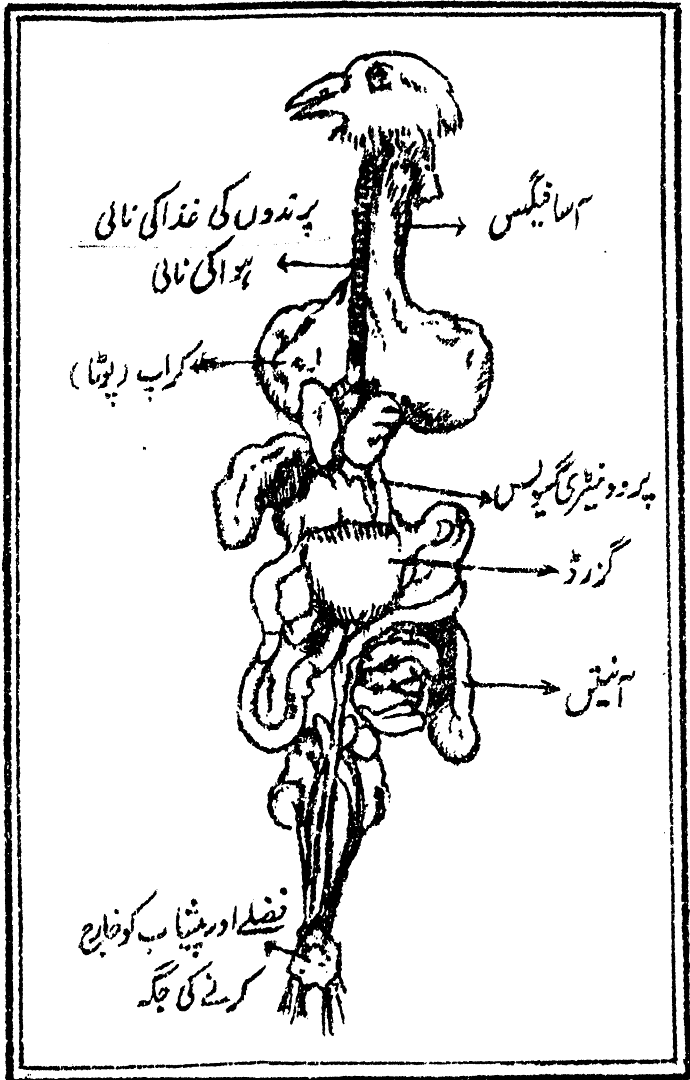
پر گزارہ کرتے ہیں۔

(۴) طوطے عموماً پھل کھاتے ہیں۔ لیکن نیوزیلینڈ (NEWZEALAND) میں طوطے کی ایک قسم پائی جاتی ہے جو بھیڑوں کو مارتے ہیں۔ یہ طوطے بہت سے نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ طوطا بھیڑ کی پیٹھ پر بیٹھ کر چونچ کے ساتھ بھیڑ کے چمڑے کو پھاڑ کر نیچے سے چربی اور گردوں کے آس پاس کا گوشت نکال لیتا ہے۔

انسان مُنہ میں لقمہ ڈالنے کے بعد لقمے کو دانتوں سے چبانا شروع کرتا ہے۔ چبانے کے دوران میں مُنہ کا لعاب یعنی تھوک غذا سے ملتی ہے۔ یہ تھوک بڑا کار آمد لعاب ہے یہ غذا کو چبانے نگلنے اور ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ چونکہ پرندوں کے مُنہ میں دانت نہیں ہوتے اس لئے پرندے غذا کو چبانے کے بغیر ہی نگل جاتے ہیں۔ اُن کے مُنہ میں تھوک بہت کم مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ پرندوں کو تھوک کا صرف یہی فائدہ ہے کہ غذا گیلی ہو کر نیچے اتر جاتی ہے۔ مُنہ سے ایک نالی جسے اوسافیگس (OESOPHAGUS) کہتے ہیں۔ غذا کو کراپ[1] (CROP) تک پہنچا دیتی ہے۔ جب کبوتر کے انڈوں سے بچے برآمد ہوتے ہیں تو اس کراپ کے اندر

---

[1] اس تھیلی کو پنجابی میں پوٹا کہتے ہیں۔



اسافیگس
پرندوں کی غذا کی نالی
ہوا کی نالی
کراپ (پوٹا)
پروونیٹری کیولس
گزرڈ
آنتیں
فضلے اور پیشاب کو خارج
کرنے کی جگہ

کی تہ سے ایک لُعاب بن کر نکلتا ہے۔ اس لعاب کو کبوتر کا دودھ کہتے ہیں۔ یہ بہت مقوی اور زود ہضم شے ہے۔ کبوتر اس دودھ کے ساتھ اپنے ننھے بچوں کو پالتے ہیں۔ عام پرندوں کے کراپ سے ایسا دودھ نہیں نکلتا۔ جب مُرغی نے خوب اچھی طرح دانے کھائے ہوں تو گردن کے نیچے اُبھری ہوئی کراپ نہایت آسانی سے دکھائی دیتی ہے۔ اس کو ٹٹولا جائے تو اُس کے اندر دانے وغیرہ محسوس ہوتے ہیں کراپ کے اندر غذا تھوڑی دیر کے لیئے جمع رہتی ہے۔ کراپ کے اندر غذا میں بہت ہی تھوڑی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ کئی پرندوں میں خصوصًا جو صرف مچھلی کھاتے ہیں۔ کراپ کی تھیلی بالکل نہیں ہوتی۔ مُنہ سے غذا کی نالی یعنی آسافیگس سیدھی معدے میں ہی جاکر کھلتی ہے۔ معدے کے عمومًا دو حصّے ہوتے ہیں۔ اِن دو حصّوں کی بناوٹ اور کام الگ الگ ہیں۔ پہلے حصّے کو پروونیٹری کیولس (PROVENTRICULUS) کہتے ہیں۔ پروونٹیری کیولس کے اندر سے بہت سا ہاضم لُعاب نکلتا ہے۔ یہ تیزآبی لعاب غذا سے مل جاتا ہے۔ اس کے زیر اثر گوشت بہت جلد ہضم ہوتا ہے۔ ہضم شدہ غذا خون میں پہنچ کر خون کا جزو بن جاتی ہے۔ معدے کے دوسرے حصّے کو گزرڈ (GIZZARD)

کہتے ہیں۔ غذا پرو ونٹیریکیولس سے نکل کر گزرڈ میں پہنچتی ہے۔ گزرڈ کی دیواروں کے اندر بڑے بڑے مضبوط پٹھے موجود ہوتے ہیں۔ گوشت خور پرندوں میں پرو ونٹیریکیولس زیادہ بڑا ہوتا ہے اور بیج کھانے والوں میں گزرڈ (GIZZARD) بہت بڑا ہوتا ہے۔ مُرغے کے گزرڈ کے اندر دو چار چھوٹے چھوٹے پتھر پائے جاتے ہیں۔ یہ پتھر مرغا مُنہ کے راستے نگل لیتا ہے اور یہ گزرڈ میں پہنچ کر نہایت کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ جن اصحاب نے مُرغے کے گزرڈ کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ کیسا مضبوط ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر سے ہمیشہ چند چھوٹے چھوٹے پتھر دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ پتھر دانتوں کی طرح غذا کو پیسنے کا کام دیتے ہیں۔ گزرڈ کی دیواروں کے پٹھے ان پتھروں کو حرکت دیتے ہیں۔ ان پتھروں کے درمیان دانے وغیرہ پس کر باریک ہو جاتے ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جن علاقوں میں پرندوں کو پتھر کے ٹکڑے دستیاب نہیں ہوتے وہاں پرندے پھلوں وغیرہ کی سخت گٹھلیوں کو نگل جاتے ہیں اور یہ گٹھلیاں گزرڈ میں پہنچ کر غذا کو رگڑ رگڑ کر پیسنے کے کام آتی ہیں۔ مچھلی خور پرندوں میں گزرڈ کے پٹھے کمزور ہی رہتے ہیں۔ اور اس کے اندر پتھر وغیرہ بھی نہیں ملتے۔ ایسے پرندوں میں گزرڈ کو عموماً

غیر حاضر مانا جاتا ہے۔ باز اور دوسرے گوشت کھانے والے پرندوں میں معدے کا ایک تیسرا خانہ بھی ہوتا ہے۔ غذا معدے سے نکل کر آنتوں میں پہنچتی ہے۔ آنتوں کے اندر غذا کے ساتھ جگر اور پینکریئس (PANCREAS) کے ہاضم لُعاب ملتے ہیں۔ ان کے زیر اثر ہاضمے کا عمل تکمیل کو پہنچتا ہے۔ غذا کے جو جو جزو حل ہو چکتے ہیں وہ خون کی نالیوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اور وجود کا حصّہ بن جاتے ہیں۔ غذا کے وہ اجزا جو حل نہیں ہوتے وہ بڑی آنتوں میں چلے جاتے ہیں۔ ان چیزوں سے فضلہ بن کر جسم سے خارج ہوتا ہے۔

جگر ہاضمے کے لیے ایک بڑا ضروری اعضا ہے۔ پرندوں کے جسم میں اُڑنے کی سہولت کے لئے سب اعضا ہلکے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ لیکن جگر ایسا لازمی اعضا ہے کہ اس کے حجم اور وزن میں بہت تخفیف نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ پرندوں کے جسم میں سب سے بڑا عضو یہی ہوتا ہے۔

انسان اور چوپاؤں کی غذا کی طرح پرندوں کی غذا میں بھی نیچے لکھے ہوئے چھ اجزا پائے جاتے ہیں:-

۱۔ پروٹینز
۲۔ کاربوہائیڈریٹس
۳۔ تیل اور چربیاں

۴۔ نمکیات

۵۔ وٹامینز

۶۔ پانی۔

غذا مفصلہ ذیل کام دیتی ہے۔

۱۔ جسم کو بڑھنے کے لئے مصالح بہم پہنچاتی ہے۔

۲۔ جسم کو اپنی مرمت کرنے کے لئے مصالح بہم پہنچاتی ہے۔

۳۔ جسم کو روزانہ کام کرنے کے لئے طاقت بہم پہنچاتی ہے۔

۴۔ اوپر کی تین ضروریات کو پورا کرنے کے بعد جو تحلیل شدہ غذا بچ رہتی ہے وہ جسم کے اندر آئندہ ضروریات کے لئے جمع کی جاتی ہے۔

پرندوں کی اندرونی بناوٹ

خون دل اور پھیپھڑے

خون کی رنگت کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ مچھلیوں سے لے کر انسان تک ریڑھ کی ہڈی والے تمام جانوروں کا خون سُرخ ہوتا ہے۔ غیر مصفا خون کا رنگ سیاہی مائل سُرخ ہوتا ہے۔ خون کا رنگ تو خوشنما ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی کئی لوگ خون دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔ بلکہ خون دیکھتے ہی اُنہیں غش آ جاتا ہے۔ کیا آپ کو اس کی وجہ معلوم ہے؟ خون انسان کے جسم سے تب ہی نکلتا ہے۔ جب کہیں چوٹ لگے اور زخم آ جائے زخم آنے سے اوّل تو

درد ہوتا ہے اور پھر خون بہ نکلتا ہے۔ جسم سے زیادہ خون خارج ہو جائے تو کئی دفعہ موت تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ خون کو دیکھتے ہی کم حوصلہ اشخاص کے دماغ کے اندر ایسے خیالات چھا جاتے ہیں کہ اُن کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ خون کو بچپن سے ہی دیکھنے کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان پر اس قسم کی کیفیت طاری نہیں ہوتی*

خون انسان اور حیوانات کے اجسام کے اندر سیّال حالت میں دورہ کرتا رہتا ہے۔ جب کسی جگہ زخم آجائے اور خون نکلنا شروع ہو تو اول اوّل یہ پانی کی طرح بہتا ہے اور اس میں مائعات کی تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ اگر تھوڑے سے تازہ خون کو کسی برتن میں ڈال دیں تو تھوڑی دیر کے بعد جم جائے گا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس جمے ہوئے خون کے اندر چند ریشے سے نمودار ہوتے ہیں۔ یہ ریشے ایک شفاف سیال شے میں تیرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اِس سیّال شے کو سیرم (SERUM) کہتے ہیں

اگر تازہ خون لے کر خوردبین کے نیچے امتحان کیا جائے تو خون کے مفصلہ ذیل اجزا دکھائی دیتے ہیں:۔

(۱) خون کے سُرخ ذرات۔ یہ ذرے فرداً فرداً خوردبین کے نیچے زرد دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کا مجموعی رنگ

سُرخ ہوتا ہے۔ خون میں ان کی لاانتہا تعداد ہونے کے سبب سے ہی خون سُرخ دکھائی دیتا ہے۔ یہ ذرّات جس کیمیائی مرکب سے بنے ہوتے ہیں اُسے ہیموگلوبین (HAEMOGLOBIN) کہتے ہیں۔ ہیموگلوبین یقیناً ایک لا ثانی شئے ہے۔ اس کا خاصہ ہے کہ یہ ہوا سے آکسیجن (OXYGEN) کو جذب کر لیتی ہے ٭

خون کے سُرخ ذرّوں کی شکل مختلف جانوروں میں کچھ مختلف ہوتی ہے۔ انسان کے خون کے سُرخ ذروں کی شکل گول لیکن چپٹی ہوتی ہے۔ ان ذرّوں کا درمیانی حصّہ پتلا لیکن ان کے کنارے موٹے ہوتے ہیں۔ اِن کا قُطر $\frac{1}{3200}$ انچ ہوتا ہے۔ پرندوں کے خون کے سُرخ ذرّے چپٹے لیکن بیضوی ہوتے ہیں۔ ان کا درمیانی حصّہ کناروں سے ذرا موٹا ہوتا ہے۔ ہر ایک ذرے کے وسط میں ایک نیوکلیس (NUCLEUS) دکھائی دیتا ہے۔ انسانی خون کے سُرخ ذروں میں یہ نیوکلیس نہیں ہوتے ٭

(۲) خون کے سفید ذرے۔ ان ذروں کی تعداد سُرخ ذروں سے بہت کم ہوتی ہے۔ ان کی کوئی خاص شکل نہیں ہوتی کیونکہ یہ ہر وقت شکل بدلتے رہتے ہیں۔ ہر ایک ذرّے کے درمیان میں ایک نیوکلیس (NUCLEUS) ہوتا ہے۔

خون کے ذرے






سفید ذرے　　　　سُرخ ذرے

خون کے سفید ذرے جسم کے اندر وہی فرض ادا کرتے ہیں جو مہذب اقوام میں پولیس اور فوج کے سپاہی ادا کرتے ہیں۔ اگر خون کے اندر یا جسم میں کوئی نباتی یا حیوانی جراثیم داخل ہو جائیں تو اُن کو دفع کرنا اُن کا ہی کام ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ملیریا (MALARIA) بخار پھیلانے والا مچھر کسی شخص کو کاٹے اور خون کے اندر ملیریا پیدا کرنے والے حیات خورد داخل ہو جائیں تو یہ سفید ذرے ان کو کھا جانے کی کوشش کرتے ہیں اور انسان کو بخار سے بچاتے ہیں۔

(۳) خون کی سیال شے کو پلازمان (PLASMA)

کہتے ہیں۔ اس کا کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ اِس پلازمان کے اندر سُرخ اور سفید ذرے تیرتے رہتے ہیں۔ سفید ذرّے تیرنے کے علاوہ ناڑیوں کی اندرونی سطحات کے ساتھ ساتھ حرکت بھی کرتے ہیں۔

حیوانات کے اجسام کے اندر خون مفصلہ ذیل کام سرانجام دیتا ہے :۔

(۱) خون غذا کے ہضم شدہ اجزا کو معدے اور آنتوں میں سے جذب کر کے اُن کو جسم کے مختلف حصّوں اور اعضا تک پہنچاتا ہے۔ اِن اجزا سے جسم کے اعضا کی مرمت ہوتی رہتی ہے۔ ان ہی اجزا سے جسم کی نشوونما بھی ہوتی ہے۔

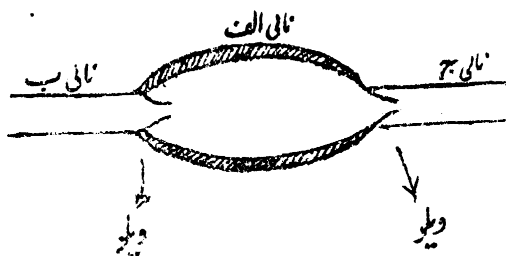
(۲) خون کی ہیموگلوبین (HAEMOGLOBIN) پھیپھڑوں میں باہر سے آئی ہوئی ہوا سے آکسیجن (OXYGEN) جذب کر لیتی ہے۔ اِس آکسیجن کو لئے ہوئے خون جسم کے مختلف حصّوں تک پہنچتا ہے۔ وہاں خون کی آکسیجن تو پٹھوں وغیرہ سے ملتی ہے اور اس کی بجائے خون وہاں سے ردّی مادے یعنی کاربانک ایسڈ گیس اور پانی جذب کر لیتا ہے۔

(۳) خون جسم کے مختلف حصّوں سے ضرر رسان اور ردّی اشیا کو جمع کر کے ایسے اعضا تک پہنچاتا ہے جو ان

اشیا کو جسم سے خارج کردیتے ہیں۔ مثلاً یوریا (UREA)-یہ مرکب پانی میں حل ہوکر اور پیشاب کی شکل اختیار کرکے جسم سے خارج ہوتا ہے۔ کاربانک ایسڈ گیس اور پانی بھی خون کی مدد سے پھیپھڑوں سے خارج ہوتے ہیں۔

(۴) خون جسم کے اندر حرارت کو تقسیم کرتا رہتا ہے۔ یعنی جن اعضا میں حرارت زیادہ پیدا ہوتی ہے وہاں سے خون حرارت کو ایسے اعضا تک پہنچاتا ہے کہ جن میں حرارت کم پیدا ہوتی ہے۔ اس طریقے سے خون جسم کے درجۂ حرارت کو ہموار کرتا رہتا ہے۔

اوپر لکھا گیا ہے کہ خون جسم کے اندر دورہ کرتا رہتا ہے اب غالباً آپ پوچھیں گے کہ خون کیسے دورہ کرتا ہے خون کو دورہ کروانے والا اور اس دورے کو جاری رکھنے والا عضو دل ہے۔ دل چھاتی کے اندر پسلیوں کی ہڈیوں کے نیچے جاگزین ہوتا ہے۔ دل کو اکثر ایک فورس پمپ (FORCEPUMP) سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کا دل ایک نہایت حیرت انگیز پمپ ہے۔ اس کے پٹھے نہایت طاقتور ہوتے ہیں۔ ہر ایک جانور کا دل پیدائش سے بہت پہلے حرکت کرنا شروع کرتا اور تاحیات حرکت کرتا رہتا ہے۔



دل کے کام کو سمجھنے کے لیئے ربڑ کی ایک نالی "الف" لیجیئے۔ اس نالی کے ایک طرف ایک پتلی نالی "ب" لگا دیں اور دوسری طرف ایک اور پتلی نالی "ج" لگا دیں "ب" اور "الف" کے درمیان اور "الف" اور "ج" کے درمیان دو ویلو (VALVE) لگا دیں۔ یہ ویلو اس طرح لگائیں کہ کوئی سیّال شئے "ب" سے "الف" اور "الف" سے "ج" کی طرف ہی جا سکے۔ ج سے الف اور الف سے "ب" کی طرف نہ جا سکے۔ فرض کیجیئے کہ سب نالیاں ب، ج، الف، پانی سے بھری ہوئی ہیں۔ الف کو ہاتھ کی انگلیوں

کے ساتھ دبانے سے نالی الف سکڑ جائے گی۔ اس کے اندر کا پانی دباؤ پڑنے سے ج کی طرف چلا جائے گا۔ الف سے دباؤ ہٹا لیں گے تو الف پھر پھیل جائے گی۔ اب ج کے اندر کا پانی درمیانی ویلو کے ہونے سے الف کی طرف واپس نہیں آ سکتا۔ لیکن 'ب' کے اندر کا پانی الف کی طرف آ سکتا ہے۔ پس 'ب' کا پانی 'الف' کو پھر دے گا۔ اگر نالی 'ب' کے سرے کو پانی میں ڈبو رکھیں گے اور الف کو بار بار دباتے رہیں گے تو پانی کی ایک رَو 'ب' سے 'الف' اور 'الف' سے 'ج' کی سمت میں جاری ہو جائے گی۔

اس سارے تجربے میں نالی 'الف' کی وہی حیثیت ہے جو حیوانات کے اجسام کے اندر دل کی ہوتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ دل کے اندر ایک کی بجائے چار خانے ہوتے ہیں۔ نالی 'ب' ان نالیوں کی سی حیثیت رکھتی ہے جو غیر مصفا خون کو جسم کے مختلف اعضا سے دل کو واپس لاتی ہیں۔ ایسی نالیوں کو وینیز (VEINS) کہتے ہیں۔ نالی 'ج' کی وہی حیثیت ہے جو حیوانات کے اجسام میں اُن نالیوں کی ہوتی ہے جو دل سے مصفا خون کو جسم کے مختلف حصوں تک پہنچاتی ہیں۔ ایسی نالیوں کو آرٹیریز (ARTERIES)

جگر کی اندرونی بناوٹ



کہتے ہیں۔ جو آرٹری مصفا خون کو دل سے جگر تک لے جاتی ہے وہ جگر میں پہنچ کر کئی چھوٹی چھوٹی باریک ناڑیوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ ایسی باریک ناڑیوں کو کیپلریز (CAPILLARIES) کہتے ہیں۔ یہ خوردبین کے ساتھ ہی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ کیپلریز جگر کے کونے کونے تک ہر طرف پہنچتی ہیں اور جگر کے ہر ایک حصے کو خون سے سیراب کرتی ہیں۔ ان کیپلریز کی دیواریں نہایت پتلی پتلی ہوتی ہیں۔ ان پتلی دیواروں میں سے مصفا خون کی آکسیجن (OXYGEN) رس رس کر جگر کے ذروں سے جا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ خون میں سے

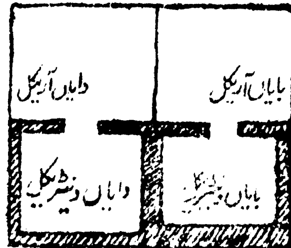
غذائی اشیا اور پلازمان (PLASMA) بھی رِس رِس کر جگر کو نذر کرتے ہیں۔ آکسیجن (OXYGEN) کے بدلے خون جگر سے کاربانک ایسڈ گیس اور پانی جذب کرتا ہے۔ غذائی اشیا کے بدلے خون کو ضرر رسان مادے حاصل ہوتے ہیں ہر ایک کیپلری (CAPILLARY) کے آغاز کے قریب تو آکسیجن اور غذائی مادوں سے لدا ہوا مصفا خون ہوتا ہے لیکن ہر ایک کیپلری کے انتہا کے قریب غیر مصفا خون ہوتا ہے۔ غیر مصفا خون کے اندر ردّی اور مضر مادے یعنی کاربانک ایسڈ گیس اور پانی وغیرہ ہوتے ہیں۔ غیر مصفا خون سے بھری ہوئی کیپلریز ایک دوسری سے ملتی ہیں۔ آخر کار سب مل کر ایک بڑی سی ناڑی بن جاتی ہیں۔ ایسی ناڑی کو ہی وین (VEIN) کہتے ہیں۔ یہ وین غیر مصفا خون کو لئے ہوئے دل تک جاتی ہے اور آخر کار غیر مصفا خون کو دل کے ایک خانے میں بھر دیتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دل سے ہر ایک عضو کو ایک آرٹری کے ذریعے مصفا خون بہم پہنچتا ہے۔ پھر غیر مصفا خون ایک وین کے راستے دل کو واپس آجاتا ہے ؎

پرندوں کے دل کے اندر چار خانے ہوتے ہیں۔ دو خانے تو اوپر ہوتے ہیں اور دو اُن کے عین نیچے ہوتے

ہیں۔ اوپر والے خانوں کو آریکلز (AURICLES)
کہتے ہیں۔ اور نیچے والے خانوں کو وینٹری کلز (VENTRICLES)
کہتے ہیں۔ دائیں آریکل کے اندر سارے جسم سے
غیر مصفا خون جمع ہوتا رہتا ہے۔ بائیں آریکل میں وہ
ناڑیاں کھلتی ہیں جو پھیپھڑوں میں سے مصفا خون دل
تک پہنچاتی ہیں۔ پس بائیں آریکل میں مصفا خون بھرا
ہوا ہوتا ہے۔ جب دونوں آریکلز خون سے بھر جاتے ہیں
تو دونوں اکٹھے ہی سکڑتے ہیں۔ ان کے سکڑنے سے
خون پر دباؤ پڑتا ہے۔ دباؤ پڑنے سے خون آریکلز میں

پرندوں کا دل





سے نکل وینٹری کلز (VENTRICLES) میں بھر جاتا ہے۔
پس وائیں وینٹری کل میں غیر مصفا خون بھر جاتا ہے اور
بائیں وینٹری کل میں مصفا خون بھر جاتا ہے۔ جب وینٹری
کلز بھر جاتے ہیں تو دونوں اکٹھے ہی سکڑتے ہیں۔ خون
پر پھر دباؤ پڑتا ہے۔ خون آریکلز میں واپس نہیں جا سکتا
وائیں وینٹری کل سے غیر مصفا خون ناڑیوں کے راستے
پھیپھڑوں تک پہنچتا ہے۔ بائیں وینٹری کل سے مصفا
خون مختلف آرٹریز (ARTERIES) کے راستے جسم کے
مختلف اعضا تک پہنچتا ہے۔

دل کے سکڑنے سے یا یوں کہیے کہ دل کے حرکت
کرنے سے خون ناڑیوں کے راستے جسم کے مختلف حصوں
تک پہنچتا ہے۔ پس دل ایک فورس پمپ (FORCEPUMP)
کا کام کرتا ہے۔ ایک منٹ کے عرصے میں دل ستر اسی
دفعہ حرکت کرتا ہے۔ یعنی دل کو خون سے بھرنے اور پھر
خالی ہونے میں صرف ایک سیکنڈ سے کچھ کم وقت لگتا ہے
حکیم اور ڈاکٹر انسان کی نبض دیکھتے وقت شمار کرتے ہیں
کہ نبض ایک منٹ میں کتنی دفعہ پھڑکتی ہے۔ دل کی ہر
ایک حرکت کے لئے نبض ایک بار پھڑکتی ہے۔ یعنی
اگر نبض ایک منٹ میں ستر دفعہ پھڑکے تو دل بھی ایک

منٹ میں ستر دفعہ حرکت کرتا ہے۔ جب کسی پرندے یا انسان کو بخار چڑھا ہوا ہو تو دل حسبِ معمول سے جلدی جلدی حرکت کرتا ہے۔ بچوں کا دل جوان جانوروں سے زیادہ جلدی جلدی حرکت کرتا ہے۔

پھیپھڑے

ہر ایک پرندے کے جسم میں دو پھیپھڑے ہوتے ہیں پھیپھڑے سینے کے اندر پسلیوں اور ریڑھ کی ہڈی کے درمیان محفوظ رہتے ہیں۔ پھیپھڑوں کا کام غیر مصفا خون کو صاف کرنا ہے۔ یعنی غیر مصفا خون کے اندر جو کاربانک ایسڈ گیس اور پانی موجود ہوتے ہیں۔ ان کو الگ کر کے خارج کرنا اور اُن کی جگہ خون کو آکسیجن بہم پہنچانا پھیپھڑوں کا ہی کام ہوتا ہے۔

پرندے کے حلق کے پچھلی طرف ایک سوراخ ہوتا ہے۔ اِس سوراخ کو گلاٹس (GLOTTIS) کہتے ہیں۔ اِس سوراخ سے ہوا کی نالی گردن میں سے گزرتی ہوئی سینے تک پہنچتی ہے۔ سینے میں پہنچ کر یہ نالی دو شاخوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ ہر ایک شاخ اپنی طرف کے پھیپھڑے کو چلی جاتی ہے۔

پرندے کی چونچ کے اوپر دو نتھنے ہوتے ہیں - باہر سے ہوا ان نتھنوں کے راستے گلاٹس تک پہنچتی ہے - ہوا گلاٹس اور ہوا کی نالی میں سے ہوتی ہوئی آخر کار پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے ۔

دل سے غیر مصفا خون پھیپھڑوں کو آتا ہے - پھیپھڑوں کے اندر خون کاربانک ایسڈ گیس اور پانی کو الگ کرتا ہے ان کے تبادلے میں خون باہر سے آئی ہوئی ہوا سے آکسیجن جذب کر کے دل کو واپس ہوتا ہے - پھیپھڑوں کی ہوا میں کاربانک ایسڈ گیس اور پانی کے بخارات بھر جاتے ہیں - پھیپھڑوں کے سکڑنے سے یہ اشیاء ہوا کے ساتھ نتھنوں کے راستے جسم سے خارج کئے جاتے ہیں - باہر سے پھر تازہ ہوا پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے اور پھر کاربانک ایسڈ گیس اور پانی کے بخارات سے لدی ہوئی ہوا باہر نکال دی جاتی ہے - ہوا کے داخل ہونے اور جسم سے خارج ہونے کو سانس لینا کہتے ہیں ۔

جب پرندہ کسی ٹہنی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے تو سینے کی ہڈی نیچے اوپر ہوتی رہتی ہے - جب یہ نیچے ہوتی ہے تو پھیپھڑوں کا حجم بڑھ جاتا ہے - حجم بڑھ جانے کے سبب باہر سے ہوا پھیپھڑوں میں جاتی ہے - اس کے برعکس

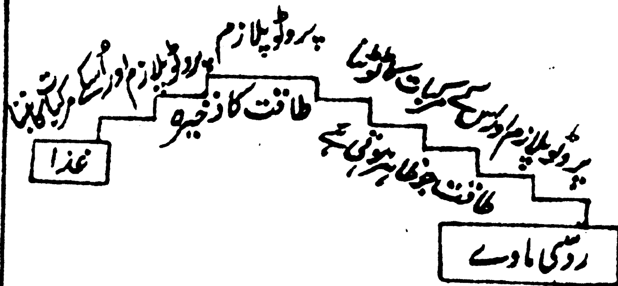
جب سینے کی ہڈی اوپر کو ہوتی ہے تو پھیپھڑوں کا حجم کم ہو جاتا ہے۔ اور ہوا پر دباؤ پڑنے کے سبب ہوا پھیپھڑوں سے خارج ہوتی ہے۔ پس بیٹھے ہوئے پرندے کو سانس لینے میں سینے یا چھاتی کی ہڈی کام دیتی ہے۔ جب پرندہ اُڑ رہا ہو تو سینے کی ہڈی سانس لینے میں کوئی مدد نہیں دے سکتی۔ اُڑتے وقت سانس لینے کے لئے پرندے کی کمر کی ہڈیاں کام دیتی ہیں۔

آپ پچھلے ایک باب میں پڑھ چکے ہیں کہ غذا کس طرح ہضم ہوتی ہے۔ غذا کے اجزا کس طرح خون میں جذب ہو کر خون کا حصّہ بن جاتے ہیں۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ خون کس طرح یہ غذائی اجزا جسم کے مختلف حصّوں تک پہنچاتا ہے۔

زندہ جانوروں کے اجسام زندہ مادے کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس زندہ مادے کو پروٹو پلازم (PROTOPLASM) کہتے ہیں۔ پروٹو پلازم کی کیمیائی بناوٹ بہت پیچیدہ ہوتی ہے۔ پروٹو پلازم کا خاصہ ہے کہ ہر وقت اپنی کیمیائی بناوٹ بدلتا رہتا ہے۔ اوّل تو پروٹو پلازم خون میں سے ہر وقت غذائی اجزا کو جذب کرتا رہتا ہے۔ یہ اجزا پروٹو پلازم میں داخل ہو کر کئی کیمیائی

تبدیلیوں کے بعد پروٹو پلازم ہی بن جاتے ہیں۔ اِس طرح
پروٹو پلازم اپنے اندر طاقت جمع کرتا رہتا ہے۔ دوم
پروٹو پلازم کے اندر ہر وقت کئی ایسی کیمیائی تبدیلیاں بھی
جاری رہتی ہیں جن کے سبب پروٹو پلازم خود اور اُس
کے اندر کئی مرکبات ٹوٹ پھوٹ کر نئی اور سادہ شکلیں
اختیار کرتے ہیں۔ جانوروں کے جسم کا کوئی کام بھی ایسی
تبدیلیوں کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حرکت کرنا۔ ہاضم
لعابوں کا پیدا ہونا اور سوچنا سب کئی کیمیائی تبدیلیوں
کے ہو چکنے کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جب پروٹو
پلازم ٹوٹتی پھوٹتی ہے اور سادہ شکلیں اختیار کرتی ہے۔
تو اُس وقت وہ طاقت جو اُس کے اندر غذائی اجزا کو
جذب کرنے سے جمع ہوئی تھی۔ نکلتی ہے اور جانور اُس
طاقت کو کام کرنے میں خرچ کرتا ہے۔ مثلاً جس طرح
بارود کے پیچیدہ مرکبات کے اندر بہت سی طاقت جمع
ہوتی ہے۔ اُس بارود کو جب آگ لگائی جاتی ہے تو اُس
کے پیچیدہ مرکبات ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور بند
ہوئی ہوئی طاقت باہر نکل آتی ہے۔ اسی طرح پیچیدہ
بناوٹ والی پروٹو پلازم کے اندر بھی طاقت جمع ہوتی ہے
جب پیچیدہ پروٹو پلازم سادہ شکل اختیار کرتا ہے تو

طاقت ظاہر ہوتی ہے اور کئی کام کرتی ہے ۔



ساتھ والی شکل ملاحظہ ہو۔ بائیں طرف غذا دکھائی گئی ہے ۔ جسم کے اندر ہضم شدہ غذائی اجزا سے طرح طرح کے مرکبات بن کر پروٹوپلازم میں داخل ہوتے ہیں ۔ یعنی پروٹوپلازم اُن کو جذب کرتے ہوئے طاقت کو جمع کرتا ہے ۔ جب اس پروٹوپلازم کے مرکبات ٹوٹتے ہیں تو وہی طاقت ظاہر ہوتی ہے ۔ اور پروٹوپلازم کی جگہ کئی سادہ مرکبات ظاہر ہوتے ہیں ۔ ان سادہ مرکبات میں سے کئی تو پھر کام آجاتے ہیں ۔ لیکن کئی بالکل ناکارہ ہوتے

ہیں ۔ ان کو جسم سے خارج کیا جاتا ہے ۔ مثلاً یوریا (UREA) کاربانک ایسڈ گیس اور پانی ۔ ایسی اشیاء کو ردّی مادے کہتے ہیں ۔

ان ردّی اشیا کو خارج کرنا جسم کے لئے نہایت ضروری ہے ۔ مفصلہ ذیل اعضا اِن ردّی اشیاء کو خارج کرنے میں لگے رہتے ہیں :۔ (۱) پھیپھڑے (۲) گردے (۳) جگر (۴) جسم کی جلد ۔

پھیپھڑوں کا بیان اوپر کیا جا چکا ہے ۔ پھیپھڑوں کا کام خون سے کاربانک ایسڈ گیس اور پانی کو خارج کرنا ہے ۔

تمام پرندوں اور حیوانات کے اجسام کے اندر دو گردے ہوتے ہیں ۔ گردوں کے اندر خون دورہ کرتا رہتا ہے ۔ گردے خون میں سے نائیٹروجن والے مرکبات مثلاً یوریا (UREA) اور پانی کو الگ کرتے رہتے ہیں ۔ یوریا پانی میں حل ہو کر پیشاب بنتا ہے ۔ گردوں کی نالیوں کے راستے یہ پیشاب پیشاب دانی میں جمع ہوتا ہے اور گاہے گاہے جسم سے خارج کیا جاتا ہے ۔

جگر کے متعلق اوپر بیان کیا جا چکا ہے ۔ کہ جگر میں ایک ہاضم لُعاب پیدا ہوتا ہے ۔ اس لعاب کو بائل (BILE)

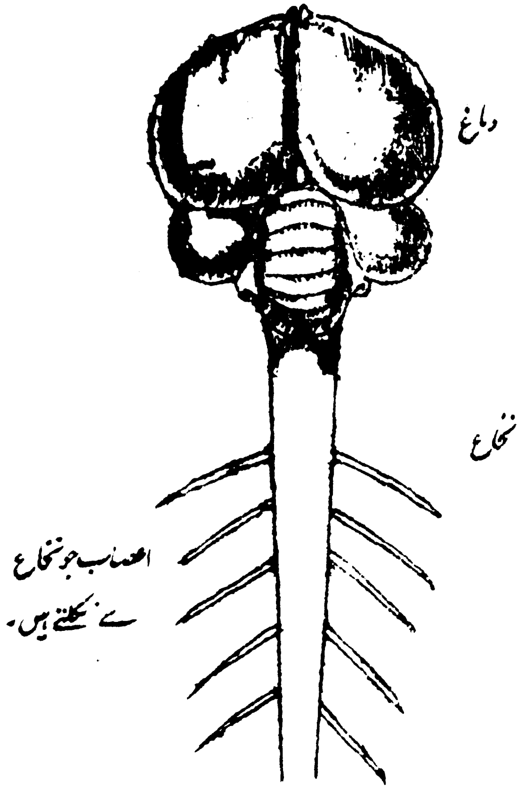
کہتے ہیں۔ بائل ہاضمے میں مدد دیتا ہے۔ بائل میں کئی ایسے
مرکبات بھی ہوتے ہیں جو ہاضمے میں کوئی مدد نہیں دیتے
بلکہ ایسے مرکبات کو جسم سے خارج کرنا ہی مطلوب ہوتا
ہے۔ اس کام کے علاوہ جگر نائیٹروجن (NITROGEN)
والے ردّی مادوں کو ایسی شکل دیدیتا ہے کہ وہ خون کے
ساتھ گردوں میں پہنچ کر جسم سے خارج ہوتے ہیں۔ یعنی
پیشاب کے خارج کرنے میں بھی جگر مدد دیتا ہے ؛

دماغ اور اعصاب وغیرہ

انسان نے کئی ایک مشینیں ایجاد کی ہیں - ریل کا انجن بھی ایک مشین ہے - اِس انجن کا خوش اسلوبی سے کام کرنا تین باتوں پر منحصر ہے - اول مشین کے سب پرزے ٹھیک ہوں - ان میں کوئی نقص نہ ہو دوم ایندھن (کوئلہ) اور پانی مہیا ہوں تاکہ بھاپ بن سکے - سوم ایک انجینئر موجود ہو جو مشین کی بناوٹ اور کام کو سمجھتا ہو اور اُس کو چلا سکے۔

آپ غالباً یہ تو سمجھ گئے ہوں گے کہ پرندوں اور بانی اعلیٰ درجے کے جانوروں کے اجسام نہایت پیچیدہ ہیں - جسم کے کئی اعضا ہوتے ہیں - ایسے پیچیدہ جسم کا متفق ہو کر

دماغ اور نخاع مستطیل



بہبودئ جسم کے لئے کام کرنا کوئی معمولی سی بات نہیں۔
جب کسی ریڑھ کی ہڈی والے جانور کے جسم کا مقابلہ انسان کے بنائے ہوئے سٹیم انجن کے ساتھ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جانور کی روزانہ غذا وہی کام دیتی ہے۔ جو سٹیم انجن کو کوئلہ اور پانی کام دیتے ہیں۔ وہ کام جو سٹیم انجن میں انجینئر سرانجام دیتا ہے جانور کے جسم میں دماغ اور اعصاب سرانجام دیتے ہیں۔ دماغ اور اعصاب کے ذریعے ہی جسم کے مختلف اعضا متفق ہوکر بہبودئ جسم کی خاطر کام کرتے رہتے ہیں۔
دماغ کھوپری کے اندر جاگزین ہوتا ہے۔ کھوپری دماغ کو بیرونی چوٹوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ دماغ تو کھوپری کے اندر ہی محدود ہوتا ہے لیکن پچھلی طرف دماغ کا ایک حصّہ ریڑھ کی ہڈی میں سے گذرتا ہوا دُم کے اختتام تک پہنچتا ہے۔ اِس حِصّے کو نخاع مستطیل یا میڈلا آبلانگیٹا (MEDULLA OBLONGATA) کہتے ہیں۔ دماغ کے کئی حِصّے ہوتے ہیں۔ ان کو بیان کرنے کی اِس جگہ چنداں ضرورت نہیں۔ دماغ اور نخاع مستطیل سے کئی اعصاب نکلتے ہیں۔ یہ اعصاب جسم کے مختلف اعضا اور حِصّوں میں بٹے ہوتے ہیں۔ ان اعصاب کی باریک

باریک شاخیں جسم کے کونے کونے تک پہنچتی ہیں ۔ یہ
اعصابی شاخیں بیرونی حالات کی خبریں دماغ یا نخاع
مستطیل تک پہنچاتی ہیں ۔ وہاں سے جو حکم صادر ہوتے
ہیں اُن کو یہی اعصاب جسم کے حصّوں تک پہنچاتے ہیں
اعصاب برقی تار کا سا کام کرتے ہیں ۔

اگر دماغ اور اعصاب نہ ہوتے تو پرندے اور حیوانات
اور انسان کسی بات کو سیکھنے یا سمجھنے کے قابل نہ ہوتے
دماغ اور اعصاب کے بغیر جانوروں میں حرکت کرنے کی
خواہش نہ ہوتی ۔ دماغ کے بغیر حافظہ نہ ہوتا اور کوئی واقعہ
یا بات یاد نہ رہتی اور اپنے اور غیروں کے تجربے سے
فائدہ اُٹھانا ناممکن ہوتا ۔ دماغ کے بغیر انسان ایجاد و
اختراع امید و محبت سے ناآشنا رہتا ۔

پرندوں کے حواسِ خمسہ

آپ پانچ حواس خمسہ سے واقف ہوں گے (۱) لامسہ (چھونا) (۲) ذائقہ (چکھنا) (۳) شامہ (سونگھنا) (۴) باصرہ (دیکھنا) (۵) سامعہ (سننا)۔ ان حواس کے ذریعے انسان اور حیوان آس پاس کی چیزوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اور آگاہ ہونے کے بعد ہی جانور نقل و حرکت کر سکتے ہیں۔ پرندوں کی روزانہ زندگی میں دیکھنا اور سننا باقی حواس سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ اس لئے ہم پہلے ان کا ہی ذکر کریں گے۔

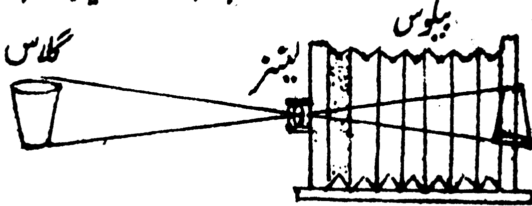
قوتِ باصرہ

تمام ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی آنکھوں کی بناوٹ

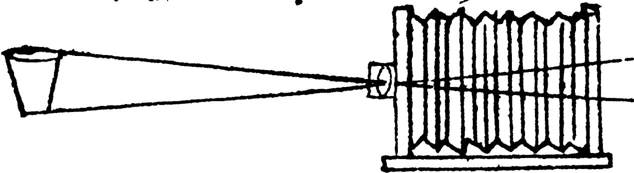
تقریباً ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔ لیکن ان سب میں سے جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے پرندوں کی آنکھیں زیادہ مکمل ہوتی ہیں۔ یہ آنکھیں پرندوں کے طریقۂ زندگی کے لیئے از حد مفید اور کارآمد ہوتی ہیں۔ آنکھ صانع قدرت کا ایک بڑا عجیب کرشمہ ہے اور اس کا مقابلہ عموماً ایک معمولی سے مصنوعی آلے یعنی فوٹوگرافی کے کیمرے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ دراصل اس سے زیادہ غیرموزون اور کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اس مقابلے کا فائدہ صرف یہ ہے کہ عام اصحاب کے لیئے آنکھ کی بناوٹ اور کام کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے، ہم اس لیئے پہلے فوٹوگرافی کے کیمرے کا ہی بیان کریں گے۔

فوٹوگرافی کے کیمرے کا اعلےٰ جزو ایک آتشی شیشہ یا لینز (LENS) ہوتا ہے۔ جس شئے کی فوٹو لینی مطلوب ہو اُس کو آتشی شیشے کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک گلاس کی تصویر لینی ہے۔ گلاس کو کیمرے کے سامنے رکھ دو۔ گلاس کی سطح سے روشنی کی شعاعیں آتشی شیشے پر پڑیں گی آتشی شیشے سے گذر کر یہ شعاعیں اُس پردے پر پڑیں گی جو کیمرے کے پچھلی طرف رکھا ہوتا ہے۔ اس پردے اور آتشی شیشے کے درمیان ایک کالی سی دھونکنی یا بیلوس

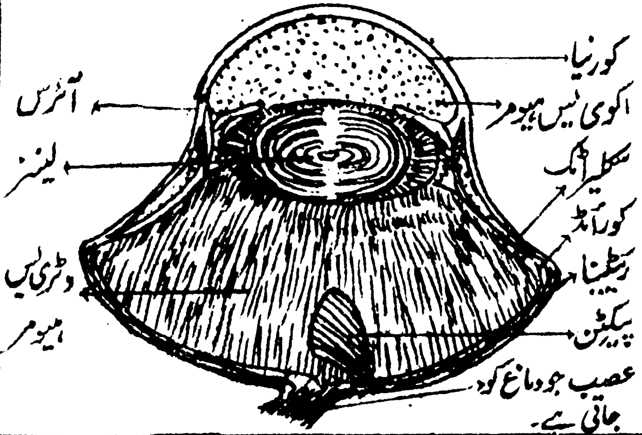
گلاس لینز سے موزوں فاصلے پر ہے۔ اور تصویر بن گئی ہے



گلاس لینز سے موزوں فاصلے پر نہیں اور تصویر نہیں بنی



پرندے کی آنکھ کو سر لسبر کاٹ کر دکھایا گیا ہے



(BELLOWS) لگائی ہوتی ہے۔ تاکہ روشنی کی شعاعیں
اِدھر اُدھر سے پردے پر نہ گریں اور صرف وہی شعاعیں
پردے پر گریں جو آتشی شیشے میں سے گذر کر آئیں۔ پس
گلاس کی سطح سے شعاعیں نکل کر آتشی شیشے میں سے ہوتی
ہوئی پچھلے پردے پر گرتی ہیں۔ اگر آتشی شیشہ پردے سے
موزون فاصلے پر ہو تو پردے پر گلاس کی تصویر بن
جائے گی۔ اگر فاصلہ موزون نہ ہو تو یا تو تصویر بالکل ہی نہیں
بنتی یا اگر بنتی ہے تو دھندلی سی ہوتی ہے۔ اِس تصویر کو
ٹھیک کرنے کے لئے فوٹو گرافر آتشی شیشے کو ذرا آگے پیچھے
کرتا ہے۔ اِس عمل کو فوکس (FOCUS) کرنا کہتے ہیں۔
اس کے بعد پردے کے اوپر گلاس کی صاف اور شوخ
تصویر دکھائی دیتی ہے۔ جب آتشی شیشہ پچھلے پردے سے
موزون فاصلے پر قائم ہو جاتا ہے تو فوٹو گرافر آتشی شیشے
کے آگے ایک کالی ٹوپی چڑھا دیتا ہے تاکہ اِس کے اندر اب
کوئی شعاعیں داخل نہ ہو سکیں۔ پھر پچھلے پردے کو اُتار
کر اُس کی جگہ ایک ایسا شیشہ یا فلم (FILM) لگا دیتا ہے
جس پر چاندی کے مرکبات کی ایک تہ بچھائی ہوتی ہے۔ اِس
تہ کو سینسٹو (SENSITIVE) کہتے ہیں۔ جب سینسٹو
(SENSITIVE) تہ پچھلے پردے کی جگہ قائم ہو جاتی ہے

تو فوٹو گرافر آتشی شیشے کے اوپر سے کالی ٹوپی کو اُتار لیتا ہے۔ ایک سیکنڈ یا سیکنڈ کی کسر کے وقفے کے بعد اس کالی ٹوپی کو پھر آتشی شیشے کے اوپر چڑھا دیتا ہے۔ اس تھوڑے سے عرصے میں گلاس سے جو روشنی کی شعاعیں آتشی شیشے میں سے گذر کر سینسیٹو تہ پر پڑتی ہیں تو اُن سے اس تہ پر گلاس کی تصویر بن جاتی ہے۔ لیکن یہ تصویر اُسی وقت ظاہر نہیں ہوتی۔ سینسیٹو تہ والے شیشے یا فلم کو کیمرے سے اُتار کر اندھیرے میں رکھتے ہیں تاکہ اُسے روشنی نہ لگے۔ پھر اُس کو اندھیرے کمرے میں ہی ایک کیمیائی حل میں ڈالتے ہیں تو گلاس کی تصویر ظاہر ہوتی ہے۔

جس وقت گلاس یا کوئی شے جس کا فوٹو لینا مطلوب ہو اور وہ شے بہت زیادہ روشنی میں پڑی ہوئی زیادہ روشن ہو تو اُس وقت اُس شے سے روشنی کی بہت سی تیز شعاعیں آتشی شیشے میں داخل ہوتی ہیں۔ ایسے وقت خطرہ ہوتا ہے کہ چاندی کے مرکبات والی سینسیٹو تہ کو زیادہ روشنی لگ جانے کے باعث یہ بالکل چندھیا ہی نہ جائے۔ یعنی بالکل سیاہ نہ ہو جائے۔ اس کا بچاؤ کرنے کے لئے روشنی کی موزون مقدار کو آتشی شیشے میں داخل کرنا ہوتا ہے۔ ایسا کرنے کے لئے آتشی شیشے کے آگے ایک آنکھ کی پتلی تما چیز جسے ڈایا فرام

(DIAPHRAGM) کہتے ہیں لگائی جاتی ہے۔ اِس کے ذریعے اندر داخل ہونے والی روشنی کی مقدار کو کم و بیش کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کیمرے کی بناوٹ اور کام کو سمجھ گئے ہیں تو آپ آنکھ کی بناوٹ اور آنکھ کے کام کو بھی بخوبی سمجھ لیں گے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کیمرے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے وقت فوٹوگرافر اسے ایک مضبوط بکس کے اندر بند کر لیتا ہے تاکہ اسے چوٹ وغیرہ نہ لگے اور یہ ٹوٹ نہ جائے۔ اِسی طرح آنکھوں کو قدرت نے استخوان کی مضبوط ہڈیوں کے درمیان جگہ دی ہے تاکہ یہ ضروری اعضا بیرونی چوٹوں اور خطرات سے محفوظ رہیں۔ قدرت نے آنکھ کو دو بیرونی پردے عطا کئے ہیں۔ جب آنکھ کو کسی قسم کا خطرہ ہو تو یہ پردے آناً فاناً جانور کی مرضی اور ایما کے بغیر ہی بند ہو جاتے ہیں اور آنکھ محفوظ رہتی ہے۔

آنکھ کی بیرونی شکل تقریباً گیند نما ہوتی ہے۔ آنکھ کو اِدھر اُدھر پھیرنے کے لئے اس کو چھ پٹھوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ ان کی مدد سے آنکھ دائیں بائیں نیچے اوپر پھرتی ہے۔ آنکھ کی بیرونی سخت تہ کو سکلیراٹک (SCLEROTIC) کہتے ہیں۔ جیسے کیمرے کا ایک بڑا

ضروری جزو آتشی شیشہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آنکھ کے اندر بھی ایک شفاف[1] آتشی شیشہ یا لینز (LENS) موجود ہوتا ہے آنکھ کی بیرونی تہ سکلیراٹک (SCLEROTIC) کا جو حصّہ لینز یا آتشی شیشے کے اگلی طرف ہوتا ہے وہ شفاف ہوتا ہے اس حصّے کو کورنیا (CORNEA) کہتے ہیں۔ یہ بھی بہت سخت اور مضبوط ہوتا ہے۔ اس کو نہایت تیز چاقو سے کاٹنا بھی نہایت مشکل ہوتا ہے۔ سکلیراٹک کے اندر کی طرف ایک اور جھلی ہوتی ہے۔ اس میں رنگین ذرّات یعنی پگمنٹس (PIGMENTS) بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ یہ جھلی وہی کام دیتی ہے جو کیمرے کی دھونکنی یا بیلو س دیتی ہے۔ یعنی آتشی شیشے کے اندر صرف وہی شعاعیں داخل ہو سکتی ہیں جو کورنیا (CORNEA) میں سے گذر کر آئیں۔ اس رنگین تہ یا جھلی کو کورائد (CHOROID) کہتے ہیں۔ اس کے اندر کی طرف ایک اور تہ ہوتی ہے اسے ریٹنیا (RETINA) کہتے ہیں۔ اسے کیمرے کے اندر جو چاندی

---

[1] جن اشخاص کو بدقسمتی سے موتیا بند کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ ان کی آنکھ یا آنکھوں کے آتشی شیشے شفاف نہیں رہتے۔ چونکہ یہ شفاف نہیں رہتے اس لئے روشنی کی شعاعیں ان میں سے گذر کر آنکھ میں داخل نہیں ہو سکتیں اور بصارت کم ہو جاتی ہے یا بالکل ہی نہیں رہتی

کے مرکبات والی سینیٹو (SENSITIVE) تہ ہوتی ہے ۔
اس کے ساتھ مشابہت دی جا سکتی ہے ۔ ریٹینا
(RETINA) کے پچھلی طرف سے ایک عصب نکلتی ہے
یہ آنکھ کو دماغ کے ساتھ ملا دیتی ہے ۔ آنکھ کے اندر
کورنیا (CORNEA) اور آتشی شیشے کے درمیان ایک سیال
چیز بھری ہوتی ہے ۔ اسے ایکوییس ہیومر (AQUEOUS
HUMOUR) کہتے ہیں ۔ آنکھ کے اندر پچھلی طرف آتشی شیشے
اور ریٹنیا (RETINA) کے درمیان بھی ایک اور سیال چیز
بھری ہوتی ہے ۔ اسے وٹریس ہیومر (VITREOUS
HUMOUR) کہتے ہیں ۔ آتشی شیشے کے بالکل آگے
پُتلی ہوتی ہے ۔ اسے آئرس کہتے ہیں ۔ پتلی کے مرکز پر
ایک سوراخ ہوتا ہے ۔ اسے پیوپل (PUPIL) کہتے ہیں
پیوپل دائرے کی مانند گول ہوتا ہے ۔ پُتلی کے پٹھوں
کے پھیلنے یا سکڑنے سے پیوپل کا قطر گھٹتا اور بڑھتا
ہے ۔ پیوپل کے رستے باہر سے روشنی کی شعاعیں شفاف
کورنیا (CORNEA) سے گذر کر آتشی شیشے پر پڑتی ہیں ۔ ان
شعاعوں کی تیزی اور تعداد پر پیوپل کے قطر کا دارومدار
ہے ۔ تیز روشنی میں پتلی کے پٹھے پھیل جاتے ہیں ۔ اور
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیوپل کا قطر کم ہو جاتا ہے اور روشنی

کی تھوڑی ہی شعاعیں آنکھ میں داخل ہو سکتی ہیں۔ تھوڑی روشنی اور اندھیرے میں پُتلی کے پٹھے سکڑ جاتے ہیں اور پیوپل کا قطر بڑھ جاتا ہے۔ قطر بڑھ جانے کے باعث روشنی کی زیادہ شعاعیں آنکھ کے اندر داخل ہو سکتی ہیں۔ جب ہم اندھیرے سے یا کم روشن کمرے سے باہر تیز روشنی میں آتے ہیں تو پیوپل بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یکایک تیز روشنی کی بہت سی شعاعیں آنکھوں میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اتنی شعاعیں آنکھیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ اِس لئے چندھیا جاتی ہیں۔ اس عرصے میں پیوپل تنگ ہو جاتے ہیں اور روشنی کی موزون مقدار ہی آنکھوں میں داخل ہو سکتی ہے۔ جب پُتلی سکڑ جائے اور پیوپل تنگ ہو جائے تو اتنے میں چندھیاہٹ بھی دور ہو جاتی ہے۔

روشنی کی شعاعیں کورنیا اور ایکوییس ہیومر سے گذر کر آتشی شیشے پر پڑتی ہیں۔ آتشی شیشہ اُن کو اکٹھا کر کے ریٹنیا (RETINA) پر فوکس کرتا ہے۔ جس شے سے روشنی کی شعاعیں آرہی ہوں اُس کا عکس بن کر ریٹنیا پر پڑتا ہے۔ ریٹنیا سے جو عصب دماغ کو جاتی ہے وہ اس عکس کا سِلسلہ دماغ تک پہنچا دیتی ہے۔ پس وہ شے جانور کو دکھائی دیتی ہے۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ یہ

سب کام آناً فاناً ہو جاتے ہیں۔ ان کے بیان کرنے میں ان کے ہونے کی نسبت کئی ہزار گنا وقت لگ گیا ہے۔

آپ یہ بات تو جانتے ہی ہیں کہ جب کیمرے کے ساتھ ایک نزدیکی چیز کا فوٹو لیا جا رہا ہو اور پھر اگر اُسی کیمرے سے کسی دور کی چیز کا عکس لینا مطلوب ہو تو پھر فوکس کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر پہلی نزدیکی چیز سے اور نزدیک تر چیز کا عکس لینا ہو تو پھر فوکس کرنا ہوتا ہے۔ یعنی ہر دفعہ جب بھی مختلف فاصلے پر پڑی ہوئی چیزوں کو فوٹوگراف کرنا ہو تو ہر دفعہ آتشی شیشے کی جگہ کو بدل کر فوکس کرنا لازمی ہوتا ہے۔ بالکل ایسا ہی آنکھ میں ہوتا ہے۔ جب آپ دور کی چیزوں کو دیکھتے دیکھتے نزدیکی چیزوں کو دیکھنا شروع کرتے ہیں تو اس اثنا میں آنکھوں کے کورینا اور آتشی شیشوں میں کئی تبدیلیاں ہو چکتی ہیں۔ آپ نے دوربین سنی ہو گی۔ یہ وہ آلہ ہے جس کے ساتھ دور کی چیزیں جو انسان کو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتیں دیکھی جاتی ہیں۔ آپ نے خوردبین بھی سنی ہو گی۔ جو چھوٹی چھوٹی چیزیں انسان کو آنکھوں کے ساتھ نظر نہیں آتیں وہ خوردبین کی مدد سے دیکھی جاتی ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی آنکھ وہ

عجیب آلہ ہے جس میں صانع قدرت نے خوردبین اور دوربین دونوں کی صفات کو اکٹھا کر دیا ہے ۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ پرندوں کی دونوں آنکھیں سر کے دائیں بائیں طرف ہوتی ہیں ۔ انسان کی طرح پرندوں کی دونوں آنکھیں سامنے کو نہیں ہوتیں ۔ دائیں آنکھ دائیں طرف اور بائیں آنکھ بائیں طرف دیکھتی رہتی ہے ۔ اگر پرندے نے اوپر کو دیکھنا ہو تو اُسے سر کو ٹیڑھا کرنا پڑتا ہے ۔ آنکھوں کا دائیں بائیں ہونے کی وجہ سے دونوں آنکھیں مختلف علاقوں کو دیکھتی رہتی ہیں ۔ اور جونہی ایک طرف کوئی چیز زیادہ توجہ کی مستحق ہوتی ہے تو پرندہ دوسری طرف کی آنکھ کی بینائی کو تھوڑی دیر کے لئے خود بخود کم کر دیتا ہے ۔ جس طرف زیادہ توجہ والی چیز ہو اُس طرف کی آنکھ کی بصارت بڑھ جاتی ہے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ کئی آدمی جب انہوں نے بندوق سے نشانہ لگانا ہو تو ایک آنکھ کو بند کرنے کے بغیر نشانہ نہیں لگا سکتے ۔ یعنی ایک طرف کی آنکھ کی بینائی کو روکنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور یہ لوگ اُس طرف کی آنکھ کو بند کرنے کے بغیر بصارت کو نہیں روک سکتے ۔ لیکن تھوڑی سی مشق کے بعد ایک شخص دونوں آنکھیں کھلی رکھ کر ایک آنکھ سے ہی دیکھنا سیکھ

سکتا ہے یعنی وہ اس کام کی مشق کر سکتا ہے کہ دونوں آنکھیں کھلی بھی رہیں اور ایک کی بینائی کم بھی ہو جائے۔ اسی طرح خورد بین کو استعمال کرتے کے وقت ایک ہی آنکھ سے کام لیا جاتا ہے۔ جب طالب علم خورد بین کو شروع شروع میں استعمال کرتے ہیں تو انہیں ایک آنکھ کی بصارت کو روکنے کے لیئے بعض دفعہ ایک ہاتھ کے ساتھ آنکھ کو بند کرنا پڑتا ہے لیکن رفتہ رفتہ انہیں مشق ہو جاتی ہے اور پھر دونوں آنکھوں کو کھلی رکھ کر دیکھنے کا کام صرف ایک ہی آنکھ سے کرتے ہیں خوردبین کو روزانہ استعمال کرنے والے خورد بین کو استعمال کرتے وقت دونوں آنکھیں کھلی رکھتے ہیں۔

اب ہم اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ پرندوں کی آنکھیں باقی سب ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں سے سبقت لے گئی ہیں۔ بناوٹ میں بھی یہ کچھ زیادہ پیچیدہ ہوتی ہیں۔ آنکھ کے اندر آتشی شیشے کے پیچھے ایک زائد پردہ لگا ہوتا ہے۔ اسے پیکٹن (PECTEN) کہتے ہیں یہ پردہ باقی جانوروں کی آنکھوں میں بہت کم ملتا ہے۔ جو پرندے زیادہ بلندی پر یا زیادہ تیزی سے اُڑتے ہیں۔ اُن کی آنکھوں کے اندر یہ پردہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اِس

سے قیاس ہے کہ عام پرندوں میں عموماً اور اُونچے اُڑنے والے پرندوں میں خصوصاً پیکٹن (PECTEN) سے آنکھوں کی بصارت بہت بڑھ جاتی ہے۔ لیکن ہمیں اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ علم حیوانات کے ماہر ابھی تک اس پردے کی خاص ماہیت کے متعلق متفق نہیں ہوئے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ چیل کی آنکھ بہت تیز ہوتی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔ زیادہ بلندی اور تیزی سے اُڑنے والے اور شکاری پرندوں کی آنکھیں خصوصاً تیز ہوتی ہیں۔ ان کی آنکھیں نزدیک اور دور کی چیزوں کو جلد جلد دیکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو شکاری پرندوں کے لئے شکار کرنا غیر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے۔ لیکن چیل جس سرعت اور آسانی کے ساتھ بلند آسمان سے یکایک نیچے اُترتی ہے اور آناً فاناً مُرغی کا چوزہ لے اُڑتی ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ چیل کی آنکھیں ایک وقت تو دوربین کا کام کر رہی ہوتی ہیں اور ایک لمحے کے کئی ہزارویں حصّے کے وقفے کے بعد فوراً خورد بین کا کام کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

انسان کی آنکھ کے دو بیرونی پردے (چھپر) ہوتے

ہیں۔ اوپر کا پردہ رفتہ رفتہ نیچے اُترتا ہے اور ساری آنکھ
کے اُوپر پھر جاتا ہے۔ نیچے کا پردہ تھوڑا سا اوپر جا کر
اُوپر کے پردے سے ملتا ہے۔ پھر دونوں علیحدہ ہو جاتے
ہیں۔ پردوں سے آنکھ کی سطح تر اور صاف ہوتی رہتی
ہے۔ پرندوں کی آنکھ کے تین بیرونی پردے ہوتے
ہیں۔ اوپر اور نیچے کے پردے عموماً صرف اُسی وقت بند
ہوتے ہیں جب پرند سو رہا ہو۔ یہ پردے اتنی دفعہ
نہیں جھپکتے جتنی دفعہ کہ انسان کی آنکھ کے پردے
جھپکتے رہتے ہیں۔ پرندے کے انڈے سے نکلنے سے
پیشتر یہ دونوں پردے ایک دوسرے سے جُڑے
ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض پرندوں کے انڈوں سے
نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے یہ پردے الگ ہو جاتے
ہیں اور ننھے بچے کی آنکھیں پیدائش کے وقت کھلی
ہوتی ہیں۔ بعض پرندوں کے بچوں کی آنکھوں کے
پردے انڈوں کے اندر ہی الگ نہیں ہوتے۔ ایسے
چوزے پیدائش کے وقت آنکھیں بند ہونے کے
سبب دیکھ نہیں سکتے۔ ان کی آنکھیں پیدائش کے
بعد کھلتی ہیں + سب سے دلچسپ پرندوں کی آنکھ
کا تیسرا پردہ ہے۔ انسان کی آنکھ کا یہ پردہ تقریباً نیست

ہو چکا ہے۔ انسان کی آنکھ کے کونے میں ناک کی طرف جو سُرخ سا گوشت نظر آتا ہے وہ اِسی تیسرے پردے کا بقایا حصّہ ہے۔ پرندوں کی آنکھ کے تیسرے پردے کو نکٹی ٹیٹنگ ممبرین (NIOTITATING MEMBRANE) کہتے ہیں۔ یہ آنکھ کے اگلے اور اوپر والے حِصّے سے وابستہ ہوتی ہے۔ یہ بڑی چستی اور تیزی کے ساتھ آنکھ کی سطح کے اوپر پھیل جاتی ہے۔ پھر یکایک سکڑ کر اپنی جگہ پر واپس چلی جاتی ہے۔ یہ نیم شفّاف ہوتی ہے۔ اِس لئے جب یہ آنکھ کے اوپر پھیلی ہوئی ہو تو پرندہ دیکھتا رہتا ہے۔ چنانچہ جب اُلّو دن کے وقت تیز روشنی میں باہر نکل آئے تو اُس کی آنکھوں کی نِکٹی ٹیٹنگ ممبرین پھیلی رہتی ہے۔ تیز روشنی آنکھوں میں نہیں جا سکتی۔ لیکن اُلّو کو پھر بھی کچھ دکھائی دیتا رہتا ہے۔

پرندوں اور چوپائے حیوانوں اور انسان کی آنکھوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ انسان کی آنکھیں اُستخوان کے اندر اِدھر اُدھر پھر سکتی ہیں لیکن پرندوں کی آنکھیں اُستخوان کے اندر اتنا پھر نہیں سکتیں۔ وجہ یہ ہے کہ پرندوں کی آنکھوں کو پھیرنے والے پٹھے ایسے مکمل نہیں ہوتے۔ پرندوں کی گردن سب طرف مڑ سکتی ہے اور

آنکھ کو مُستخوان کے اندر پھرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

سامعہ (سُننا)

انسان اور چوپائے جانوروں کے دو کان ہوتے ہیں۔ عام لوگ جس شے کو کان کہتے ہیں وہ در اصل بیرونی کان ہے۔ یہ بیرونی کان اصلی یا اندرونی کان کا ایک غیر ضروری حصّہ ہے۔ یہ بیرونی کان آواز کی لہروں[1] کو جمع کر کے اندرونی کان تک پہنچانے میں مدد دیتا ہے۔ اندرونی کان استخوان کے اندر ہوتا ہے۔ بیرونی کان سے ایک گہری سرنگ اندرونی کان تک جاتی ہے۔ اس سرنگ کا یہ فائدہ ہے کہ اندرونی کان کا پردہ بیرونی چوٹوں سے محفوظ رہتا ہے۔ آواز کی لہریں سرنگ سے ہوتی ہوئی کان کے پردے پر ٹکراتی ہیں۔ اندرونی کان

ف۱ سائنسدانوں کا قیاس ہے کہ انسان کا بیرونی کان صرف زیبائش کا کام دیتا ہے۔ سننے میں اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچتا۔

ف۲ آپ غالباً یہ تو جانتے ہونگے کہ جسطرح تالاب میں پتھر پھینکنے سے پانی میں لہریں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح آواز سے ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔

کی بناوٹ بہت پیچیدہ ہوتی ہے اور اسے بیان کرنے کی اِس جگہ ضرورت نہیں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اندرونی کان سے ایک عصب دماغ کو جاتی ہے۔ آواز کی لہریں اندرونی کان میں پہنچ کر اِس عصب کو مؤثر کرتی ہیں عصب اِن لہروں کی خبر دماغ تک پہنچا دیتی ہے۔ اور جانور کو آواز سُنائی دیتی ہے۔

آواز کو سننے کے علاوہ کان اور بھی کام دیتا ہے۔ اسی کی مدد سے حیوانات اور انسان زمین پر ہوں یا ہوا میں ساکن ہوں یا متحرک اپنے اجسام کو با قرینہ سنبھال سکتے ہیں۔ کان ہی ان کو خوش اسلوبی کے ساتھ بیٹھنے چلنے پھرنے اور اُڑنے کے قابل بناتا ہے۔ چنانچہ جسم کی تمام با ترتیب حرکات اسی کی طفیل ظاہر ہوتی ہیں۔

پرندوں کے دو کان سر کے دائیں اور بائیں طرف آنکھوں کے نیچے اور پیچھے کو ہوتے ہیں۔ چوپاؤں اور انسان کی طرح پرندوں کے بیرونی کان نہیں ہوتے۔ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ بیرونی کان کا کام آواز کی لہروں کو اکٹھا کرنا ہے۔ چوپاؤں کے بیرونی کان عموماً آگے پیچھے سب طرف مُڑ سکتے ہیں اور انہیں اس لئے آواز کی لہروں کو جمع کرنے میں مدد ملتی ہے۔ انسان کے بیرونی کان مُڑ نہیں سکتے۔

وہی مطلب جو چوپائے بیرونی کانوں کو موڑکر حل کرتے ہیں۔
انسان گردن کو پھیر کر کرتا ہے۔ پرندوں کی گردن انسان
کی گردن سے کئی گنا لچکدار ہے۔ یہ سب طرف مڑسکتی ہے
اس لئے پرندوں کو بیرونی کان کی ضرورت نہیں ہے اگر
پرندوں کے بیرونی کان ہوتے تو فائدہ مند ہونے کی بجائے
نقصان دہ ہوتے۔ اُڑتے وقت یہ ہوا سے رگڑ کھاتے۔
اس رگڑ کو زیر کرنے کے لئے طاقت خرچ ہوتی اور اُڑنا
دشوار ہو جاتا۔ اور بیرونی کان پرندوں کے لئے مصیبت
کا باعث ہوتے۔

عام پرندوں کی سننے کی طاقت بھی دیکھنے کی طاقت کی
طرح بڑی تیز ہوتی ہے۔ پرندے بڑے اعلےٰ اعلےٰ راگ
گاتے ہیں اور قیاس ہے کہ گانے کی طاقت کے ساتھ پرندوں
کی سننے طاقت بھی ضرور تیز اور اچھی ہوگی۔

شامہ (سونگھنا)

پرندوں کی چونچ کے اوپر دو نتھنے ہوتے ہیں پرندوں
کے ناک کی بناوٹ باقی اعلیٰ حیوانات خصوصاً چوپاؤں کے
مقابلے میں بہت سادہ ہوتی ہے۔ اس لئے پرندوں کی
سونگھنے کی طاقت بھی بہت کم ہوتی ہے۔ صرف چند

پرندوں مثلاً اُلّو وغیرہ کی سونگھنے کی طاقت اچھی ہوتی ہے۔ عام پرندے خوشبو اور بدبو میں تمیز نہیں کر سکتے۔ گدھیں مردار کو سونگھ کر نیچے نہیں اُترتیں بلکہ جب کوئی مردار کسی گِدھ کو دکھائی دیتا ہے تو یہ نیچے اُترتی ہے۔ دوسری گِدھیں اِس گِدھ کو دیکھتی ہیں اور اُس کی تقلید کرتی ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ چوپائے مویشیوں اور دوسرے جانوروں کی سونگھنے کی طاقت دوسرے جانوروں اور چیزوں کو شناخت کرنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔ لیکن پرندوں میں ایسا نہیں۔ پرندے عموماً آنکھوں سے دیکھ کر ہی سب چیزوں کو اور ایک دوسرے کو شناخت کرتے ہیں۔ کتے ناک کے ساتھ سونگھتے سونگھتے پرندوں کا تعاقب کر سکتے ہیں۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خاص خاص پرندوں سے خاص خاص قسم کی بُو آتی ہے لیکن یہ بُو ایسی دھیمی ہوتی ہے کہ پرندوں کو ایک دوسرے کی شناخت کرنے میں بالکل مدد نہیں دیتی۔

لامسہ (چھونا)

پرندے کا تقریباً سارا جسم ہی پروں یا چھلکوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ ہاتھوں کی اُنگلیاں پروں کے نیچے چھپی

ہوئی ہوتی ہیں۔ اِس لئے چھونے کی طاقت بھی پرندوں میں بہت کم ہوتی ہے۔ مُرغابی کی قسم کے پرندوں میں زبان کی نوک چھونے کی حس رکھتی ہے۔ کئی پرندوں کی چونچ کے اوپر کچھ ایسا گوشت ہوتا ہے جو چھونے کی حس رکھتا ہے۔ ایسا گوشت خصوصًا ایسے پرندوں کی چونچ کے اوپر ملتا ہے جو کیچڑ میں غذا تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اِس کے سبب کئی چیزوں کو دیکھنے کے بغیر ہی پرندے کئی اشیا سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔

ذائقہ (چکھنا)

پرندے غذا کو چبانے کے بغیر ہی نگل جاتے ہیں۔ چکھنے اور لذّت لینے کے لئے چبانا ضروری ہے۔ اِس لئے قیاس ہے کہ پرندوں کی چکھنے کی طاقت بھی معمولی ہی ہوتی ہے۔ صرف چند پرندوں کی زبان پر ہی وہ چھوٹی چھوٹی اعصاب ملتی ہیں جو چکھنے کا کام دیتی ہے۔ بہت سے پرندوں کی زبان سخت اور ان اعصاب کے بغیر ہی ہوتی ہے۔

پرندوں کا گھونسلہ

عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح انسان رہنے کے لئے گھر بناتا ہے اُسی طرح پرندے بھی رہنے سہنے کے لئے گھونسلے بناتے ہیں۔ اور سارا سال گھونسلوں کے اندر رہتے ہیں۔ دراصل یہ درست نہیں۔ پرندوں کے گھونسلے انسان کے مکانات کی طرح سارا سال رہنے کے لئے نہیں بنائے جاتے۔ پرندے سال کا بہت سا حصّہ گھونسلوں میں نہیں رہتے۔ رات کے وقت عموماً درختوں کی ٹہنیوں میں کھلی ہوا کے اندر ہی بسیرا کرتے ہیں۔ جب انڈے بچے دینے کے دن قریب آتے ہیں تو پرندے گھونسلے بنانے شروع کرتے ہیں۔

گھونسلے سے دو مطلب حل ہوتے۔ اوّل گھونسلہ انڈوں
بچوں اور سہنے والے پرندوں کے لئے پناہ کا کام دیتا ہے
گھونسلے کے اندر انڈے اور بچے اور سہنے والا پرندہ دشمن
جانوروں کے حملوں سے کسی حد تک محفوظ رہتے ہیں۔ دوم
گھونسلے کے اندر بیٹھا ہوا پرندہ انڈوں کو اچھی طرح سہ
سکتا ہے +

گو عموماً گھونسلے کا لفظ پرندوں سے ہی وابستہ ہے لیکن
گھونسلہ صرف پرندے ہی نہیں بناتے۔ آپ نے گرمیوں
کے موسم میں جا بجا بھڑوں کے چھتّے دیکھے ہوں گے۔ ان
چھتّوں کے اندر بھڑیں انڈے دیتی ہیں اور اُن کے اندر
ہی بچے بھی پلتے ہیں + گلہری بھی درختوں میں بڑا سا گھونسلہ
بناتی ہے۔ بھڑیں اور گلہری پرندے نہیں۔ لیکن اس
کے باوجود بھی گھونسلے کا لفظ دماغ کے اندر فوراً پرندوں
کا خیال پیدا کرتا ہے + بہت سے پرندے درختوں میں
اونچی اونچی جگہ گھونسلے بناتے ہیں۔ یہ گھونسلے درختوں
اور ٹہنیوں کے پتّوں میں چھپے رہتے ہیں۔ ان کو معلوم
کرنا کوئی معمولی سی بات نہیں + گھونسلے کے اندر بیٹھ کر
انڈوں کو سہنا بہت آسان ہوتا ہے۔ گھونسلے کی گہرائی
بچوں کو گھونسلے سے نیچے گرنے سے بچاتی ہے۔ گھونسلے

کی نرم ملائم اور گرم چیزیں انڈوں اور بچوں کی حرارت کو برقرار رکھتی ہیں۔

اگر گھونسلہ بنانے کے مصالحے کی قلت نہ ہو اور جس قسم کی چیزیں ایک خاص قسم کے پرندے کو مطلوب ہوں بکثرت مل سکیں تو دیکھا گیا ہے کہ خاص خاص پرندے ہمیشہ ہی خاص خاص اشیاء سے گھونسلے کو تعمیر کرتے ہیں۔ ان کی شکل بھی عموماً ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔ جن اصحاب نے گھونسلوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہو وہ ایک گھونسلے کی بناوٹ اور شکل کو دیکھتے ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کس پرندے کا گھونسلہ ہے۔ بہت سے پرندے اکثر درختوں کی خشک ٹہنیوں سے درختوں کی گھنی شاخوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ اِن کے اندر پروں بالوں یا پھُوس کی نرم تہ جماتے ہیں۔ بعض ہمیشہ زمین پر ہی گھونسلے بناتے ہیں۔ جسطرح ہر ایک پرندے کی شکل اور چال ڈھال نرالی ہے اسی طرح ہر ایک پرندے کا گھونسلہ بھی باقیوں سے نرالا ہی ہوتا ہے۔

گھونسلے کو بنانے کے لئے پرندے دُور دُور سے مصالحہ اکٹھا کرتے ہیں۔ عموماً نر اور مادہ دونوں ہی اِس کام میں شریک ہوتے ہیں۔ اکثر دفعہ گو نر گھونسلے کے

مصالحے کو جمع کرنے میں مدد دیتا ہے۔ لیکن اِن اشیاء سے گھونسلہ تعمیر کرنا مادہ کا کام ہے۔ گھونسلہ تعمیر کرنے میں پرندے اپنی چونچ اور پاؤں استعمال کرتے ہیں۔ مادہ اور نر بیا دونوں گھونسلہ بنانے میں شریک ہوتے ہیں یہ دونوں نہایت اتفاق سے کام کرتے ہیں + ان کا مفصل ذکر ایک اگلے باب میں درج کیا گیا ہے +

بعض پرندے گھونسلہ نہیں بناتے۔ زمین پر ہی اِدھر اُدھر انڈے بچے دیدیتے ہیں آسٹریلیا کا ایک پرندہ جسے میگا پاؤ (MEGAPOD) کہتے ہیں۔ پتوں وغیرہ کا ایک بڑا سا ڈھیر لگاتا ہے۔ اِس ڈھیر کا پیٹ دس گز کے قریب اور اس کی اونچائی پانچ چھ گز ہوتی ہے۔ اِس ڈھیر کے اندر بہت سی مادہ انڈے دے جاتی ہیں۔ انڈے دینے کے بعد مادہ چلی جاتی ہیں۔ دھوپ کی گرمی اور پتوں کے تخمیر ہونے سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ انڈوں کی پرورش کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ان انڈوں سے جونہی بچے برآمد ہوتے ہیں وہ اُڑنے کے قابل ہوتے ہیں چنانچہ انڈوں سے نکلتے ہی وہ ڈھیر سے نکل کر اُڑ جاتے ہیں۔ اگر ڈھیر بہت گرم ہو جائے تو پرندے آکر اُس کو ذرا کھول دیتے ہیں اور حرارت کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔

اِس لیئے اِس پرندے کو کئی دفعہ تھرمامیٹر برڈ (THERMOMETER BIRD) بھی کہتے ہیں۔ان پرندوں کے طرزِ عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو یہ پرندے انڈوں کو خود نہیں سہتے۔ لیکن پھر بھی یہ پرندے اپنے بچوں کے لیئے بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہیں۔

ہر ایک ماں باپ (مرد عورت) کبھی نہ کبھی غصے میں آکر اپنے بچوں کو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو ہم نے بڑی مصیبت سے پالا تھا .... اِس میں دراصل ذرا شک نہیں کہ بچوں کو پالنے میں ماں باپ کو سینکڑوں مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ انسان کا بچہ پیدائش کے وقت اور کچھ سال بعد تک بالکل بے بس ہوتا ہے۔ اور اپنے لیئے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ صرف رونا جانتا ہے۔ گائے بھینس کے بچے پیدائش کے بعد فوراً ہی اُٹھ کر دوڑنا بھاگنا شروع کرتے ہیں۔ ان کو صرف چند مہینے ماں کے دودھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن انسان کا بچہ جب دوسری غذا بھی کھانی شروع کر دیتا ہے تو بھی اُسے ماں باپ کی مدد کی سخت ضرورت رہتی ہے۔ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ مُرغی کے چوزے پیدائش کے وقت سے ہی تیز و طرار ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ نے اکثر دیکھا ہوگا

کہ جب مُرغی زمین کو کرید کر کوئی غذا کا ٹکڑا یا دانہ وغیرہ نکالتی ہے تو ایک خاص محبت بھری آواز سے اپنے چوزوں کو بلاتی ہے۔ کبوتر کے بچے پیدائش کے وقت برہنہ ہوتے ہیں۔ ان کے جسم کے اوپر بال و پر نہیں ہوتے۔ اور یہ بچارے بالکل ننگے دُنیا میں وارد ہوتے ہیں۔ اِس وقت ان کے ماں باپ ان کو اپنا دودھ پلاتے ہیں۔ کبوتر کے دودھ کی حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ماں باپ ان کو دانے وغیرہ کھلانے شروع کرتے ہیں۔ ہم نے ایسے بچّوں کے پوٹے (کراپ (CROP)) کو ٹٹولا ہے۔ اس کے اندر دانے محسوس کئے جاسکتے ہیں بہت سے پرندے اپنی زندگی کا بہت سا وقت اپنے بچوں کی پرورش میں صرف کرتے ہیں۔ بہت سے پرندے اپنے بچوں کو چھوٹے چھوٹے کیڑے کھلا کر پالتے ہیں۔ باہر سے کیڑوں کو پکڑ پکڑ کر لاتے ہیں۔ اور بچوں کے مُنہ میں ڈالتے ہیں۔ ایک ہی دن میں ہزاروں کیڑوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ اور والدین کو سینکڑوں دفعہ گھر آنا پڑتا ہے۔ کئی نر پرندے جو انڈوں کو سہنے کے وقت مادہ کا ہاتھ نہیں بٹاتے۔ وہ بھی جب بچے پیدا ہو جائیں تو گھونسلے کو واپس آجاتے ہیں۔ اور بچوں کو پالنے پوسنے

ہیں اپنے حصّے سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ پس ثابت ہُوا کہ انسان کی طرح پرندے بھی نہایت تن دہی کے ساتھ اپنے بچوں کو پالتے ہیں۔

گھونسلے کے اندر ننھے بچوں کو غذا بہم پہنچانا اور انہیں گرم رکھنا ہی صرف ضروری نہیں بلکہ گھونسلے کو صاف ستھرا رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض پرندے اپنے بچوں کی بیٹھوں کو اپنے مُنہ میں اُٹھا کر گھونسلے سے باہر پھینکتے ہیں اور گھونسلے کو صاف کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہشیار بھی ہیں جو بچوں کو گھونسلے کے کنارے کے قریب کر دیتے ہیں تاکہ فضلہ گھونسلے کے باہر نیچے گر جائے۔ انسان کو ایسے پرندوں سے صفائی کا سبق سیکھنا چاہیئے۔ صرف چند پرندے ایسے ہیں جو اپنے گھونسلے کو صاف نہیں رکھتے۔ ہدہد کا گھونسلہ خصوصاً گندا اور بدبودار ہوتا ہے۔

گھونسلے کو صاف رکھنا صرف صحت کے لئے ہی ضروری نہیں بلکہ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ صاف ستھرے گھونسلے سے بدبو نہیں آتی اور پرندوں کے دشمن جو انڈوں بچوں کی کھوج میں رہتے ہیں انہیں گھونسلے کا پتہ نہیں لگتا اور انڈے بچے محفوظ رہتے ہیں۔ بعض سائنسدانوں کا قیاس ہے کہ ہُدہُد کا بدبودار گھونسلہ بھی یہی کام دیتا ہے۔

ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ پرندے مچھلیوں مینڈکوں وغیرہ سے بہت ہی کم انڈے دیتے ہیں۔ مادہ مینڈک لاکھوں ہی انڈے دیتی ہے۔ لیکن پالتو مُرغی جو پرندوں میں زیادہ انڈے دینے کے لئے مشہور ہے۔ اکثر بیس پچیس ہی انڈے دیتی ہے۔ جنگلی مُرغی اور دوسرے جنگلی پرندے تو اس سے بھی کم انڈے دیتے ہیں۔ کبوتر ہی صرف دو ہی انڈے دیتی ہے۔ قدرت نے ایسا انتظام کیا ہے کہ پرندے اپنی نسل افزائی کی طاقتوں کو کفایت شعاری سے استعمال کریں۔ تھوڑے انڈے دینے کے باوجود بھی پرندے دنیا سے نیست نہیں ہو رہے۔ کیونکہ ان کے بہت سے انڈوں میں سے بچے نکل آتے ہیں۔ مینڈک کے لکھوکھا انڈوں میں سے تھوڑے ہی بچے نکلتے ہیں باقی انڈے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اِن تھوڑے ہی بچوں میں سے صرف چند ہی جوان ہوتے ہیں باقی بہت سے اِدھر اُدھر جاں بحق ہوتے ہیں۔ کبوتری کے دو انڈوں میں سے اکثر دونوں بچے برآمد ہوتے ہیں۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ پرندوں کے انڈے اور بچے چھوٹی عمر میں تلف ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ پرندوں کے انڈے اور بچے چھوٹی عمر میں نہایت قلیل تعداد میں جاں بحق ہوتے ہیں۔

بچوں کی تعداد کم ہونے سے پرندوں کو ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ والدین تھوڑے بچوں کی حفاظت اور پرورش نہایت اچھی طرح سرانجام دے سکتے ہیں۔ ایک اور فائدہ یہ ہے کہ بچوں کی تعداد تھوڑی ہونے کے سبب سے والدین کا بچوں سے بہت گہرا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور قیاس ہے والدین اور بچوں کے مابین محبت ہونے سے دونوں کی زندگی پُرلطف ہو جاتی ہے۔

بچوں کی تعلیم اور تربیت

صرف انسان ہی اپنے بچوں کو تعلیم اور تربیت نہیں دیتا بلکہ جانور بھی اپنے بچوں کو بہت کچھ سکھاتے پڑھاتے ہیں۔ مُرغی کو کڑ کڑ کر کے چوزوں کو بُلاتے ہوئے آپ نے دیکھا ہوگا۔ اگر مُرغی کے انڈوں کو کسی دوسرے پرندے کے نیچے رکھ کر بچے نکلوائے جائیں تو ایسے چوزوں کو مُرغی کی کڑ کڑ (بُلانے کی آواز) کی سمجھ نہیں ہوتی۔ ایسے بچے پیاسے ہوں لیکن پانی کے پاس سے گذر جائیں گے۔ اور پانی پی کر پیاس نہیں بجھائیں گے۔ ان کو پانی کا علم نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ ماں باپ کے سکھانے سے آتا ہے۔ چوزے پیدائش کے وقت بہت سی باتوں سے بے بہرہ ہوتے ہیں لیکن

یہ بہت ذہین ہوتے ہیں اور بہت جلد سیکھنا شروع کرتے ہیں۔

بہت سے پرندے ایسے ہیں کہ جن کے بچے قدرتی طور پر تیرنا نہیں جانتے۔ لیکن اِن کے ماں باپ اُنہیں تیرنا اور غوطے لگانا سکھاتے ہیں۔ اِسی طرح ماں باپ بچوں کو ان کے قدرتی دشمنوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ پرندوں کے بچے بہت سی باتیں سکھانے یا سیکھنے کے بغیر پیدائش سے ہی جانتے ہیں۔ اِس طاقت کو عقلِ حیوانی یا انسٹنکٹ (INSTINCT) کہتے ہیں۔ عقلِ حیوانی کی ایک نہایت دلچسپ مثال یہ ہے کہ تیتر کے بچے جب خطرے میں ہوں تو ان کے والدین ایک خاص آواز نکالتے ہیں۔ بچے یہ آواز سنتے ہی جھٹ زمین کے ساتھ دبک جاتے ہیں اور جب تک خطرہ دور نہ ہو جائے اور والدین کی تسلی بخش آواز نہ آئے تب تک یہ بالکل بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں۔ یہ حرکات عقلِ حیوانی کا نتیجہ ہیں کیونکہ جن بچوں کی عمر صرف دو یا تین گھنٹے ہی ہو وہ بھی بالکل اُسی طرح دبک جاتے ہیں جیسے کہ وہ بچے جن کی عمر کئی ہفتے ہو۔ پس یہ حرکات بچوں کو سکھانے پڑھانے سے نہیں بلکہ پیدائش سے

ہی آتی ہیں ۔

جو تعلیم اور تربیت جانوروں کو اپنے والدین سے ملتی ہے ۔ اس سے جانوروں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے ۔ دنیا میں بہت سے جانور رہتے ہیں ۔ جہاں کہیں دو یا زیادہ اقسام کے جانور ایک ہی علاقے میں اکٹھے رہتے ہوں زندگی کی ضروریات کے لئے ان میں جدوجہد ہوتی ہے ۔ بعض تو گوشت خور ہوتے ہیں مثلاً باز ۔ ایسے جانور تو دوسرے جانوروں کو کھا جاتے ہیں ۔ جو گوشت خور نہیں ہوتے مثلاً کبوتر جو بیجوں اور پھلوں پر گذارہ کرتے ہیں ۔ اب مختلف اقسام کے گوشت خور جانوروں میں جدوجہد ہوتی ہے ۔ جو زیادہ طاقتور اور ہوشیار ہوتے ہیں وہ جلدی سے اور آسانی سے شکار کر لیتے ہیں ۔ اس کشمکش زندگی میں کامیاب بنانے کے لئے تمام اعلیٰ جانور اپنے بچوں کو کچھ نہ کچھ تعلیم ضرور دیتے ہیں اور پرندے اِس کام میں باقی اعلیٰ جانوروں سے پیچھے نہیں ہیں ۔

پرندوں کے انڈے

مچھلیاں، کچھوے، مگرمچھ سانپ اور مینڈک انڈے دیتے ہیں۔ مینڈکوں کے انڈوں کے اوپر خول نہیں ہوتے مگرمچھوں اور سانپوں کے انڈوں کے اوپر خول ہوتے ہیں۔ لیکن مگرمچھ کی قسم کے بعض رینگنے والے جانوروں کے انڈوں کا خول لچکدار ہوتا ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آسٹریلیا میں دو اقسام چوپاؤں کی بھی ایسی ہیں جو انڈے دیتے ہیں۔ ان کے انڈے مادہ جانور کے جسم کے اندر پرورش نہیں پاتے پرندوں کی طرح مادہ جانور ان کو اپنے جسم کی حرارت سے سینتے ہیں۔

آپ نے شاید برسات کے موسم میں مادہ مینڈک کو

جوہڑ میں انڈے دیتے دیکھا ہوگا۔ مینڈک کے انڈے گول ہوتے ہیں۔ ایک انڈے کا قطر قریباً ۱/۱۶ انچ تک ہوتا ہے۔ ایک مادہ مینڈک کئی ہزار انڈے ایک ہی موسم میں دیتی ہے۔ انڈے دینے کے بعد نر اور مادہ مینڈک دونوں انڈوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ انڈے خود بخود پانی میں پرورش پاتے رہتے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد ان انڈوں سے ننھے ننھے مینڈک بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ سارے ہی انڈوں سے مینڈک بن جاتے ہیں۔ ان انڈوں کی لا انتہا تعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ کچھ تو پانی کی لہروں اور بہاؤ کے سبب کنارے کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ اور پانی جب تھوڑا سا بھی پیچھے کو ہٹتا ہے تو وہ کنارے پر ہی رہ جاتے ہیں۔ کیچڑ پر پڑا رہنے سے کچھ دیر کے بعد خشک ہو جاتے ہیں۔ اور مر جاتے ہیں۔ مینڈک کے انڈوں کی بہت سی تعداد دیگر آبی جانور ہڑپ کر جاتے ہیں۔ بالآخر مینڈک کے ہزارہا انڈوں میں سے صرف چند ہی انڈوں سے بچے بنتے ہیں۔ ایسے حالات کے اندر ماں باپ انڈوں بچوں کی کچھ حفاظت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کرتے ہیں۔ مینڈک کی نسل کو برقرار رکھنے کے لئے قدرت نے صرف یہی انتظام کر رکھا ہے کہ مینڈک

لاانتہا انڈے دیویں۔ اور ان میں سے کچھ بچ کر ننھے مینڈک بن جائیں ۔ علیٰ ہذا القیاس جو جو جانور اپنے انڈوں اور بچوں کی حفاظت اور پرورش نہیں کرتے ان سب کی مادہ بے شمار انڈے دیتی ہیں۔ اُن انڈوں کی تعداد کا اندازہ لگانا جو ایک مادہ مینڈک اپنی ساری عمر میں دیتی ہے اگر نا ممکن نہیں تو از حد مشکل ضرور ہے۔

مینڈک کے مقابلے میں ایک مُرغی کی ساری عمر کے انڈوں کا شمار کرنا از حد آسان ہے۔ قدرت مُرغی کی نسل افزائی میں نہایت کفایت شعاری سے کام لیتی ہے۔ کیا آپ اس بات کی اصلیت کو سمجھے؟ بات دراصل یہ ہے کہ مُرغی کے انڈوں میں سے بہتوں سے بچے بن جانے کی اُمید ہوتی ہے۔ کیونکہ مُرغی اپنے انڈوں کی حفاظت کرتی ہے۔ انکو سہتی ہے۔ اور جب بچے نکل آتے ہیں تو ان کی نگہبانی کرتی ہے۔ پالتو مُرغی تو ایک ہی جھول میں پھر بھی کئی انڈے دے دیتی ہے۔ لیکن بعض پرندے ایسے ہیں جو ایک جھول میں صرف ایک یا دو انڈے ہی دیتے ہیں۔ مثلاً کبوتری صرف دو ہی انڈے دیتی ہے۔

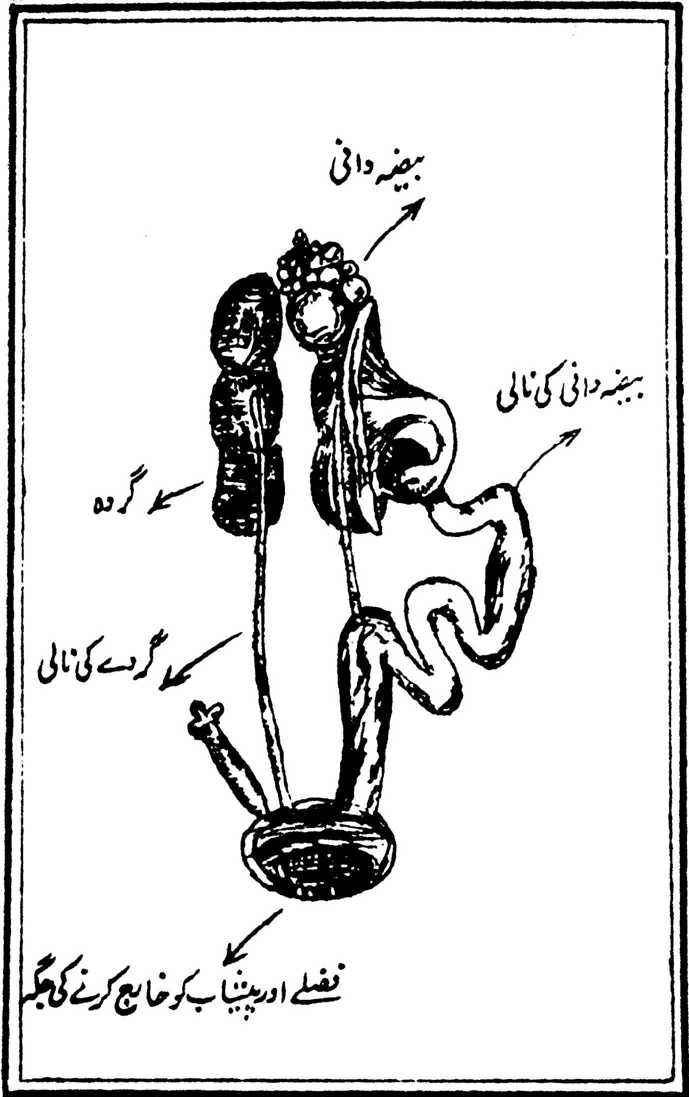
تمام جانوروں میں پرندوں کے انڈے مکمل ہیں۔ در اصل جس چیز کو علمِ حیوانات اور علمِ نباتات کے ماہر انڈہ کہتے

ہیں وہ ہر ایک جاندار (جانور اور پودے) میں ہوتا ہے۔ اعلےٰ درجے کے جانوروں یعنی حیوانوں کے جسم میں جس عضو میں انڈے بنتے ہیں اُس کو بیضہ دانی یا اووری (OVARY) کہتے ہیں۔ بیضہ دانی سے انڈے تیار ہوکر بیضہ دانی کی نالی یعنی اووی ڈکٹ (OVIDUCT) میں پہنچتے ہیں۔ وہاں اگر انڈے کے ساتھ اصل نر جزو مل جائے تو انڈہ باروار ہوجاتا ہے[ل]۔ لیکن اگر انڈے کے ساتھ اصلی نر جزو نہ ملے تو انڈہ باروار ہونے کے بغیر ہی باہر نکل جاتا ہے۔ ایسے انڈوں سے بچے نہیں بن سکتے اور وہ ضائع ہوجاتے ہیں باروار ہونے کے بعد انڈے کی نشوونما شروع ہوتی ہے۔ چوپائے جانوروں میں تو یہ نشوونما بیضہ دانی کی نالی کے ایک حصّے میں ہی پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے اور وہاں سے ایک بچہ بن کر باہر نکلتا ہے۔ پرندوں اور ان جیسے اور انڈے دینے والے جانوروں اور چوپاؤں میں یہ فرق ہے کہ چوپاؤں میں

[ل] اکثر چوپائے حیوانوں میں تو ایک انڈے کے باروار ہوجانے کے بعد بیضہ دانی میں اور انڈے بننے بند ہوجاتے ہیں۔ لیکن پرندوں میں اکثر ایک انڈہ باروار ہونے کے بعد بیضہ دانی میں اور انڈے بھی بنتے رہتے ہیں۔ اور سب یکے بعد دیگرے باروار ہوکر باہر نکل آتے ہیں۔

تو بار دار شدہ انڈے کی ساری نشو و نما مادہ جانور کے اندر ہی ہو جاتی ہے اور مادہ کے جسم سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن پرندوں میں بار دار شدہ انڈے کی تھوڑی سی ہی نشو و نما ہو چکنے کے بعد اس ننھے سے جانور کے ساتھ غذا کا بہت سا ذخیرہ جمع کر دیا جاتا ہے۔ اس غذا کے ہمراہ اس ننھے جانور کو ایک خول کے اندر بند کر کے جسم سے باہر نکال دیا جاتا ہے اس لئے پرندوں کے بچوں کی بہت سی نشو و نما اس خول کے اندر لیکن مادہ کے جسم سے باہر ہوتی ہے۔

چوپائے حیوانوں میں عموماً مادہ جانور کے جسم کے اندر دو بیضہ دانیاں ہوتی ہیں۔ اور ان ہر دو کی الگ الگ نالیاں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن پرندوں کے جسم میں صرف بائیں طرف والی بیضہ دانی اور صرف اسی طرف کی ایک نالی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر کئی جگہ ذکر کیا گیا پرندوں کے جسم میں سے کئی اعضا کی قربانی اس خاطر کی گئی ہے کہ اڑنے کے وقت جسم کا بوجھ ہلکا رہے۔ علم حیوانات کے ماہر اس بات پر متفق ہیں کہ پرندوں کی دائیں طرف کی بیضہ دانی اور اس کی نالی بھی اسی خاطر غائب ہو گئی ہیں۔ اس دلیل کا ایک ثبوت یہ دیا جاتا ہے کہ گاہے گاہے مادہ پرندوں میں دونوں ہی بیضہ دانیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک صاحب


بیضہ دانی
بیضہ دانی کی نالی
گردہ
گردے کی نالی
فضلے اور پیشاب کو خارج کرنے کی جگہ

ایک بطخ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ بعض دفعہ ایک دن میں دو انڈے دیا کرتی تھی[1]۔ جب اس بطخ کے جسم کو پھاڑ کر دیکھا گیا تو اندر سے دو بیضہ دانیاں برآمد ہوئیں۔

انڈے دینے کے موسم کے سوا مادہ کی بیضہ دانی کا حجم اور وزن بہت کم ہوتا ہے۔ صرف انڈے دینے کے موسم میں بیضہ دانی بڑی سی ہوتی ہے۔ اگر پرندہ سارا سال انڈے دیتا ہے تو اسے ہمیشہ ہی وزنی بیضہ دانی کو اٹھا کر ہوا میں اڑنا پڑے گا اور بیضہ دانی کے زیادہ وزن کی وجہ سے اڑنے میں دقت ہوگی۔ اس دقت کو رفع کرنے کے لئے قدرت نے انتظام کر رکھا ہے کہ پرندے خاص خاص دنوں میں انڈے دیں تاکہ ان دنوں کے سوا باقی سارا سال بوجھل بیضہ دانی کو اٹھانے کی دقت نہ ہو۔

پرندوں کے انڈے کی بناوٹ

مختلف پرندوں کے انڈوں کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ یہ رنگ دراصل ان رنگین ذرات یا پگمنٹس (PIGMENTS) کی وجہ سے ہوتا ہے جو انڈے کے خول میں موجود رہتے ہیں سات قسم کے رنگین ذرات مختلف انڈوں کے خولوں

[1] بطخ عموماً روزانہ ایک انڈہ دیتی ہے۔

میں پائے گئے ہیں۔ بعض انڈوں کے اوپر رنگین دھبّے اور بعض کے اوپر رنگین دھاریاں پائی جاتی ہیں۔ بعض میں دھاریاں اور دھبّے دونوں ہی ملتے ہیں۔ جب انڈہ بیضہ دانی کی نالی میں سے نیچے کو اُترتا ہوتا ہے تو اُس وقت اس نالی سے رنگین ذرّات انڈے کے خول میں جمع ہوتے ہیں۔ جن انڈوں کے خولوں میں کوئی بھی رنگین ذرّات جمع نہیں ہوتے اُن کا رنگ سفید رہتا ہے۔ عموماً جن پرندوں کے انڈے رنگین ہوتے ہیں اُن کے انڈے بھی سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ آسٹریلیا میں بٹیر کی ایک قسم ملتی ہے جس کے انڈے کبھی تو بھورے سبز اور کبھی سفید ہوتے ہیں۔ چکور کے انڈوں میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے۔

انڈوں کا رنگ پرندے کے جسم کے رنگ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ انڈوں کا رنگ آس پاس کی چیزوں کے رنگ سے اکثر ملتا جلتا ہوتا ہے اس رنگ کی وجہ سے انڈے دشمنوں سے محفوظ رہتے ہیں سفید انڈے رنگین انڈوں سے شوخ ہوتے ہیں۔ اس لیے سفید انڈے دینے والے پرندوں کا گھونسلہ باقیوں سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ اس کے اندر انڈے کچھ محفوظ رہتے ہیں

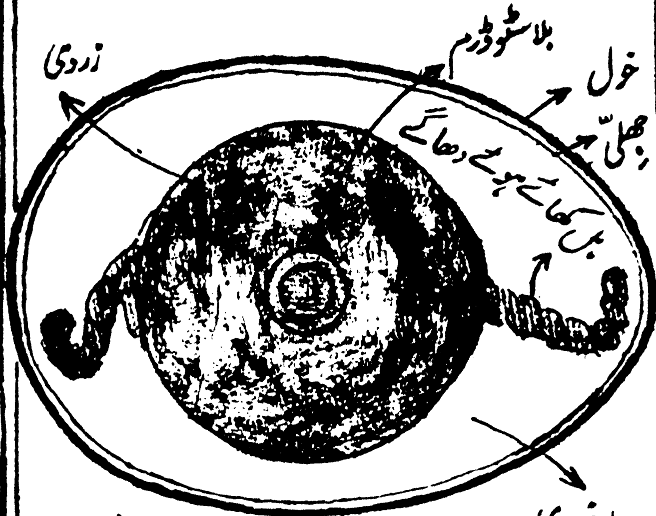
گھونسلوں کا درختوں کے اوپر ہونا بھی فائدہ مند ہوتا ہے۔

پرندوں کے انڈوں کے حجم کا انحصار اُس غذا کی مقدار پر ہے جو ننھے بچے کے ساتھ جمع کی جاتی ہے۔ جو پرندے بڑے بڑے انڈے دیتے ہیں اُن کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی بہت چست ہوتے ہیں۔ اور اُن کے جسم پروں سے ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اِس کے برعکس جو پرندے چھوٹے چھوٹے انڈے دیتے ہیں اُن کے بچے انڈوں سے نکلنے کے وقت بالکل برہنہ ہوتے ہیں۔

انڈے کی بیرونی شکل عموماً بیضوی ہوتی ہے۔ لیکن بعض پرندوں کے انڈے بیضوی نہیں ہوتے۔ مثلاً اُلّو کا انڈہ تقریباً گول ہوتا ہے۔ کئی دفعہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی پرندے کے بہت سے انڈے اگر جمع کئے جائیں تو اُن میں بعض بڑے انوکھے ہوتے ہیں۔ جب انڈہ بیضہ دانی کی نالی میں اُترتا ہوا نیچے کو آتا ہے تو اس کا بڑا پہلو ہمیشہ آگے کو ہوتا ہے۔

مُرغی کے انڈے سے تو عام لوگ واقف ہیں۔ اس انڈے کا خول سفید سا ہوتا ہے۔ یہ خول کافی مضبوط اور سخت ہوتا ہے۔ خول کے سخت ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ جب پرندہ انڈے کے اوپر بیٹھ کر اُس کو سہتا ہے

انڈے کو کھول کر دکھایا گیا ہے۔





انڈے کو سر بسر کاٹ کر دکھایا گیا ہے۔

تو پرندے کے بوجھ سے انڈہ ٹوٹ نہیں جاتا اور ننھا بچہ اندر محفوظ رہتا ہے۔ خول کے اندر ایک باریک سی سفید جھلّی ہوتی ہے۔ اُبلے ہوئے انڈے کو آپ نے بارہا توڑ کر دیکھا ہو گا۔ سفید جھلّی کے اندر چاروں طرف کچھ مقدار سفید ٹھوس شے کی ہوتی ہے۔ اُبالنے سے پہلے یہ شے شفاف لیسدار سی ہوتی ہے۔ اس شے کو انڈے کی سفیدی یا ایلبیومن ALBUMEN کہتے ہیں۔ گرم کرنے پر یہ شے سفید اور ٹھوس ہو جاتی ہے۔ اِس سفیدی کے اندر اُبلے ہوئے انڈے میں ایک زرد گولی سی ملتی ہے اِسے انڈے کی زردی یا یوک (YOLK) کہتے ہیں۔ یہ بھی گرم کرنے سے پہلے لیسدار ہوتی ہے لیکن حرارت پہنچنے پر ٹھوس ہو جاتی ہے۔ انڈے کے ایک طرف تھوڑی سی جگہ خالی ہوتی ہے اِس کے اندر ہوا بھری ہوتی ہے انڈے کی بناوٹ کا اچھی طرح ملاحظہ کرنے کے لئے ایک کانسے انڈے کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلیوں کے درمیان پکڑ لیں۔ دائیں ہاتھ میں ایک چمچہ لیکر انڈے کے خول کو اوپر کی طرف سے ٹھکور دیں۔ اِس طرح خول کے تھوڑے سے حصّے کو توڑ کر الگ کر دیں۔ جہاں سے آپ خول کو الگ کریں گے تو اس جگہ کے نیچے ہی زردی کی گولی سفیدی کے اُوپر تیرتی ہوئی نظر آئے گی۔ اِس زردی کے اُوپر ایک

چھوٹی سی گول اور چپٹی سی چیز تیر رہی ہوگی۔ اِسے بلاسٹوڈرم (BLASTODERM) کہتے ہیں یہی ننھا بچّہ ہے۔ اِس حالت تک اِس کی نشوونما مادہ جانور کے اندر ہی ہو جاتی ہے لیکن اس کے بعد اِس کی نشوونما اس وقت شروع ہوتی ہے۔ جب پرندہ انڈے کو سہنا شروع کرتا ہے۔ انڈے کے خول میں آپ نے جو سوراخ کیا ہو اگر آپ اُس کو کسی طریقے سے بند کر دیں۔ تاکہ سفیدی بہ کر گر نہ جائے اور پھر انڈے کو پلٹ کر اس کے خول میں دوسری طرف کہیں اور ویسا ہی سوراخ کریں تو زردی پھر سفیدی کے اوپر ہی تیرتی ہوئی ملے گی۔ اور زردی کے اوپر وہی بلاسٹوڈرم (BLASTODERM) موجود ہوگی۔ انڈے کی زردی سفیدی سے ہلکی ہوتی ہے اور بلاسٹوڈرم ان دونوں سے ہلکی ہوتی ہے۔ جس وقت آپ انڈے کو پلٹتے ہیں تو ہلکی بلاسٹوڈرم (BLASTODERM) اور زردی بھاری سفیدی کے نیچے آجاتی ہیں۔ یہ فوراً ہی تیر کر پھر انڈے کے اوپر کی طرف آموجود ہوتی ہیں۔ اِس کی ماہیت آگے چل کر بیان کی جائے گی۔ اگر تازے انڈے کو توڑا جائے تو زردی سے وابستہ دونوں طرف دو بل کھائے ہوئے دھاگے سے نظر آئیں گے۔ ان دھاگوں کا کام ریل

گاڑی کے بفرز (BUFFERS) کا سا ہوتا ہے۔ ہر ایک
ریل گاڑی کے دونوں طرف آپ نے دو بڑے بڑے
بفرز (BUFFERS) دیکھے ہوں گے۔ یہ بفرز ریل گاڑیوں
کو آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جانے سے بچاتے ہیں
اسی طرح جب انڈے کو ہلایا جائے تو زردی کے یہ
دکھاگے زردی کو چوٹ سے محفوظ رکھتے ہیں۔
انڈے کا یوک (YOLK) یا زردی دراصل سر بسر
زرد نہیں ہوتی۔ اس کے اوپر ہلکی طرف اور درمیانی حصے
میں کچھ حصہ سفید رنگ کا بھی ہوتا ہے۔ اس سفید حصے کی
شکل صراحی نما ہوتی ہے۔ یہ سفید شے بھی یوک ہی ہے
اس کی چار پتلی تہیں زرد یوک کے درمیان بھی ہوتی ہیں۔
آپ نے دیکھا ہوگا کہ مرغی کے انڈے سردی کے
موسم میں بہت دنوں تک اچھے رہتے ہیں لیکن گرمیوں
میں تھوڑے ہی دنوں کے بعد انڈے خراب ہو جاتے
ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ انڈے کے خول میں بہت
سے مسام ہوتے ہیں۔ ان مساموں کے راستے باہر کے
بیکٹیریا (BACTERIA) یا نباتی جراثیم انڈے کے اندر
داخل ہو جاتے ہیں۔ سردی کے موسم میں یہ بیکٹیریا
انڈے کے اندر جلدی جلدی پرورش نہیں پا سکتے۔ اس

لئے سردی کے موسم میں انڈے کئی دنوں تک اچھے رہتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں حرارت کا درجہ کافی اونچا ہوتا ہے اور یہ بیکٹریا انڈے کے اندر پہنچتے ہی جلد جلد پرورش پاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کی وجہ سے انڈے کے مرکبات میں طرح طرح کی تبدیلیاں شروع ہوتی ہیں اور انڈہ خراب ہوجاتا ہے۔ ایسے انڈے کو اگر مُرغی سہتی رہے تو اُس سے بچہ پیدا نہیں ہوتا۔

دو سائنسدانوں نے ایک دفعہ ۲۵۲۰ تازے مرغی کے انڈوں کا امتحان کیا۔ ان میں سے ۷ر۵ فیصدی ایسے نکلے کہ جن کی زردی میں بیکٹریا موجود تھے۔ ان میں سے ۱۱۱ انڈوں کی سفیدی کا ملاحظہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سفیدی میں کوئی بیکٹریا نہیں ہیں۔ ان تجربات سے یہ اصحاب اِس نتیجے پر پہنچے کہ جن تازے انڈوں کی زردی میں بیکٹریا موجود تھے اُن میں یہ بیکٹریا مُرغی کی بیضہ دانی سے ہی داخل ہوئے ہوں گے۔ ان کا یہ بھی قیاس ہے کہ یہ بیکٹریا جو ابتدا میں ہی انڈے کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ انڈے کو خراب نہیں کرتے جو بیکٹریا انڈے کو خراب کرتے ہیں وہ باہر سے مسامات کے راستے انڈے میں داخل ہوتے ہیں۔

پرندوں کے انڈے انسان غذا کے لئے اور چمڑے کی صنعت میں استعمال کرتے ہیں ۔ غذا کے لئے انڈوں کی جتنی تعریف کی جائے تھوڑی ہے ۔ سفیدی کی نسبت انڈے کی زردی زیادہ مقوّی ہوتی ہے ۔ چونکہ ہر موسم میں انڈے کثیر تعداد میں دستیاب نہیں ہو سکتے اس لئے انڈوں کو کئی طریقوں سے گلنے سڑنے اور خراب ہونے سے بچا کر رکھا جاتا ہے ۔ انڈوں کو محفوظ رکھنے کے کئی طریقے ہیں یہ سب ایک ہی اصول پر مبنی ہیں ۔ انڈوں کو بچانے کے لئے ان کے اندر بیکٹریا کا داخلہ بند کرنا لازمی ہے ۔ ایسا کرنے کے لئے انڈوں کے اوپر (۱) ویسلین (VASELINE) کا لیپ کر دیتے ہیں (۲) انڈوں کو چونے کے دودھ میں رکھتے ہیں (۳) انڈوں کو واٹر گلاس (WATER GLASS) میں بھی رکھتے ہیں ۔ انڈوں کو رکھنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ تازے انڈوں کو خشک کر کے سفوف سا بنا لیتے ہیں ۔ اِس سفوف کو ٹین کے ڈبوں میں بند کر کے رکھ چھوڑتے ہیں ۔

انڈوں کا سہنا

اگر آپ نے کبھی مرغیاں پالی ہیں تو آپ جانتے ہوں گے کہ ایک مُرغی ہر روز ایک خاص وقت ایک خاص جگہ کچھ دیر بیٹھی رہتی ہے۔ وہاں ایک انڈہ دے چکنے کے بعد اُٹھ کر چلی جاتی ہے۔ اِسی طرح کچھ دن تک مُرغی ہر روز ایک انڈہ دیتی رہتی ہے۔ کچھ انڈے دینے کے بعد مُرغی جس جگہ انڈے دیتی رہی ہو وہاں آکر چپ چاپ بیٹھی رہتی ہے۔ اور انڈے تو نہیں دیتی لیکن وہاں سے اُٹھتی بھی نہیں۔ اِس وطیرے کو پنجابی میں پاڑا کہتے ہیں۔ اس وقت مُرغی چاہتی ہے کہ اس کے انڈے اس کے نیچے رکھ دیئے جائیں اور وہ ان کو سہ سکے۔ اگر انڈے مُرغی کے نیچے رکھ

دیئے جائیں تو وہ اُن کو سہنا شروع کرتی ہے۔ اگر انڈے نہ رکھے جائیں تو بچاری کچھ دن اس طرح بیٹھ بیٹھ کر تنگ آجاتی ہے اور پھر اپنی روزانہ زندگی شروع کرتی ہے۔ سہنے کے عمل کے آغاز کی دلیل کئی سائنسدان یہ دیتے ہیں کہ انڈے دینے کے بعد مادہ پرندہ بہت کمزور ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے گھونسلے میں بیٹھا رہتا ہے۔ اور بیٹھے رہنے کے دوران میں انڈوں کو سہتا ہے۔

جب مُرغی انڈوں کے اوپر بیٹھتی ہے اور اُن کو سہتی ہے تو مُرغی کے جسم سے انڈوں کو گرمی پہنچتی ہے۔ اس گرمی کے پہنچنے سے انڈے کے اندر بچے کی نشوونما جاری ہو جاتی ہے۔ ان انڈوں کا درجۂ حرارت ۲۰ ڈگری سینٹی گریڈ کے قریب قریب رہتا ہے۔ گرمی لگنے سے بلاسٹوڈرم (BLASTODERM) بڑھنا اور پھیلنا شروع کرتی ہے۔ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ بلاسٹوڈرم اور زردی ہلکے ہونے کے سبب ہمیشہ انڈے کے اوپر کی طرف ہی رہتے ہیں۔ اس کا یہ فائدہ ہے کہ انڈے کو چاہے کسی حالت میں ہی مُرغی کے نیچے رکھ دیا جائے بلاسٹوڈرم ہمیشہ مُرغی کے جسم کے قریب رہتی ہے اور زیادہ سے زیادہ حرارت جذب کرسکتی ہے۔

بچے کی نشوو نما کی باریکیوں میں جانا اس جگہ غیر موزون ہوگا اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ۲۱ دن تک مُرغی کے نیچے پڑے رہنے کے بعد بچے کی نشوو نما مکمل ہو جاتی ہے اور ننھا چوزہ اپنی چونچ انڈے کے اندر ہوا والی جگہ میں داخل کرتا ہے۔ ناک کے راستے ہوا چوزے کے پھیپھڑوں میں بھر جاتی ہے۔ جب چوزے کے پھیپھڑوں سے پہلا ہی سانس باہر کو نکلتا ہے تو اس وقت چوزہ خول کو توڑ دیتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد خول سے نجات پاکر باہر کی دنیا میں قدم رکھتا ہے۔

سینے والے پرندے کے نیچے پڑے ہوئے انڈے دشمنوں کی نظر سے اوجھل اور محفوظ رہتے ہیں۔ ان دنوں انڈوں کو بچانا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ جن جن پرندوں سے عموماً کسی خاص قسم کی بُو آتی ہو اُن سے انڈوں کو سینے کے دنوں میں یہ بو نہیں آتی اور اُن کے دشمن ان کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ بعض پرندے دشمنوں سے بچنے کے لئے انڈوں پر بیٹھے ہوئے اپنے اوپر مٹی گرا لیتے ہیں۔

اگر ایک پرندہ بہت سے انڈوں کو سہ رہا ہو تو یہ کوشش کرتا ہے کہ سب انڈوں کو ایک جتنی ہی حرارت

پہنچے۔ اس بات کا مشاہدہ بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ جس مرغی کے تلے پندرہ بیس انڈے رکھے ہوں۔ ان میں سے بیرونی انڈوں پر روشنائی سے نشان لگا دیں۔ دو تین دن کے بعد آپ دیکھیں گے کہ یہ انڈے عین درمیان میں پہنچ گئے ہیں۔ مرغی دوسرے تیسرے دن انڈوں کی جگہ کو بدل دیتی ہے۔

سہنے کے دوران میں انڈے کے اندر بچہ لگاتار سانس لیتا رہتا ہے۔ اور پانی کے بخارات اور کاربانک ایسڈ گیس انڈے کے مسامدار خول سے باہر نکلتے رہتے ہیں۔ اگر انڈے کے اوپر کوئی ایسی چیز لگا دیں کہ جس سے انڈے کے خول کے مسام بند ہو جائیں تو بچے کا دم گھٹ جاتا ہے اس کی نشوونما بند ہو جاتی ہے۔ اور آخرکار یہ مر جاتا ہے۔ پہلے چار دن سانس کا عمل ایسا تیز نہیں ہوتا۔ لیکن اس عرصے کے بعد بچہ بڑی تیزی سے سانس لینا شروع کرتا ہے۔ اس سانس لینے کے دوران میں انڈے کی چربی استعمال میں لائی جاتی ہے اور انڈے کا وزن رفتہ رفتہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔

انڈوں کو سہنے کا کام بعض پرندوں میں مادہ کرتی ہیں مثلاً مرغی۔ مرغا انڈوں کو سہنا تو درکنار ان کی کچھ پروا نہیں

کرتا۔ مُرغی ہر روز انڈوں کو کچھ دیر کے لئے چھوڑ کر دانہ دُنکا چگنے کے لئے باہر چلی جاتی ہے۔ جلدی سے تھوڑا سا چوگ چگ کر واپس آجاتی ہے اور انڈوں پر بیٹھ جاتی ہے۔ ایک نر پرندہ جس کی مادہ انڈوں کو سہنے کا کام کرتی ہے۔ اُسے انڈوں پر بیٹھے بٹھائے روزانہ خوراک بہم پہنچاتا رہتا ہے۔ بعض پرندے ایسے بھی ہیں کہ جن میں انڈوں کو سہنے کا کام نر کرتا ہے۔ مثلاً ایمو (EMU) اور ریہا (RHEA)۔ بعض پرندوں میں نر اور مادہ دونوں باری باری انڈوں کو سہتے ہیں مثلاً آسٹرچ (OSTRICH)۔ ایسی حالت میں مادہ عموماً انڈوں کو دن کے وقت سہتی ہے اور نر رات کو انڈوں پر بیٹھتا ہے۔ نر اور مادہ کبوتر بھی دونوں ہی انڈوں کو سہتے ہیں لیکن ان کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔

اوپر لکھا گیا ہے کہ مُرغی انڈوں کو ۲۱ دن تک سہتی ہے۔ اس عرصے کے بعد انڈوں سے بچے برآمد ہوتے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ سب پرندے انڈوں کو ۲۱ دن تک ہی سہتے ہیں۔ کبوتر کے بچے ۱۷ سے ۱۹ دن تک نکل آتے ہیں پرندوں میں انڈوں کو سہنے کا وقت ۱۳ دن سے ۸ ہفتہ تک ہوتا ہے۔ مرغی اور کبوتر کے بچوں میں بڑا فرق ہے۔ مُرغی کے بچے جونہی انڈوں سے نکلتے ہیں بڑے چست ہوتے

ہیں۔ یہ اِدھر اُدھر دوڑنا شروع کرتے ہیں۔ ان کے جسم پر ننھے ننھے پر نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ کبوتر کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو ان کے جسم کے اوپر پر نہیں ہوتے۔ یہ ویسے بھی سست ہوتے ہیں ۔ مرغی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو شروع سے ہی ایک خاص آواز سے بلاتی ہے۔ جب اُسے کوئی دانہ مل جائے تو اُسے چونچ میں اُٹھا کر بچوں کو آواز دیتی ہے۔ اِن کے دیکھتے ہوئے دانے کو زمین پر گرا دیتی ہے۔ بچے اس کی آواز کو سمجھتے ہیں اور دوڑ کر دانے کو کھا لیتے ہیں۔ کبوتر کے بچے زیادہ معصوم ہوتے ہیں۔ یہ فوراً ہی دانہ دُنکا کھانا شروع نہیں کرتے کچھ دن تک والدین انہیں اپنا دودھ پلاتے ہیں۔ یہ دودھ بھی عجیب قسم کا ہوتا ہے۔ ان ایام میں کبوتر اور کبوتری کی غذا کی نالی کے اندر کی جھلی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ یہ ٹوٹے ہوئے مادے باہر نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ کبوتر اور کبوتری اس شے کو بچوں کے مُنہ میں ڈالتے ہیں۔ اس شے کو کبوتر کا دودھ کہتے ہیں۔ اس کو ہضم کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ جب اس طرح سے بچوں کی کچھ پرورش ہوجاتی ہے۔ تو پھر کبوتر اور کبوتری ان کو باہر سے دانے وغیرہ لا کر کھلانا شروع کرتے ہیں۔ انڈوں سے نکلنے سے دو ہفتے بعد کبوتر

کے بچے گھونسلے سے باہر جانا شروع کرتے ہیں۔ اِس
وقت تک اُن کے پر وغیرہ نکل آتے ہیں ؞

پرندوں کا پرواز

اِس دنیا کی تواریخ میں ایک وہ زمانہ بھی تھا جب کہ
اس سرزمین پر پرندے نہ تھے۔ اس زمانے میں نہ صرف
پرندے ہی نہ تھے بلکہ گرم خون والے جانوروں مثلاً چوپاؤں
بندروں اور انسانوں میں سے کوئی بھی نہ تھا۔ اُس قدیم
زمانے میں ٹھنڈے خون والے جانور مثلاً بڑی بڑی
چھپکلیاں سانپ مگرمچھ اور بڑے بڑے اژدہا وغیرہ ہی
اشرف المخلوقات تھے۔ زمانۂ حال کے ٹھنڈے خون والے
جانوروں نے ایک نہایت شاندار زمانہ سلف دیکھا ہے
ان کے بڑے بڑے آباو اجداد گو صفحۂ ہستی سے نیست
تو ہو چکے ہیں لیکن نابود نہیں ہوئے کیونکہ ان کے

بڑے بڑے پنجر زمین میں دفن ہوئے ہوئے دستیاب ہو چکے ہیں۔ ایسے پنجر[1] دنیا کے چند بڑے بڑے عجائب خانوں میں رکھے ہیں۔ ان پنجروں کو دیکھ کر آپ شاید اندازہ لگا سکیں کہ یہ جانور کیسے بڑے اور قوی ہیکل تھے۔ سائنسدانوں کا قیاس ہے کہ ان ٹھنڈے خون والے جانوروں سے ہی گرم خون والے پرندے اور چوپائے رفتہ رفتہ پیدا ہوئے۔ گو اس عمل کو کروڑہا صدیاں لگیں لیکن اس بات کی صداقت کو دنیا کے سب بڑے بڑے سائنسدان تسلیم کرتے ہیں۔ جس زمانے میں ٹھنڈے خون والے جانور ہی اشرف المخلوقات کہلانے کے حقدار تھے اس زمانے میں ان کی بہت سی ایسی نسلیں بھی تھیں جو آجکل بالکل نہیں ملتیں اور جو نیست ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت کو سائنسدانوں نے ڈائنوسورز (DINOSOURS) کا نام دے رکھا ہے۔ ڈائنوسورز کے پنجر وغیرہ زمین کے اندر سے کھود کر نکالے گئے ہیں۔ ان پنجروں کو غور و خوض سے مطالعہ کرنے کے بعد سائنسدان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ زمانے کے پرندے نیست ہوئے ہوئے ڈائنوسورز (DINOSOURS) کی اولاد میں سے ہیں۔ ماہرین اس بات پر کلی اتفاق رکھتے ہیں کہ جو ڈائنوسورز

[1] افسوس کہ پنجاب کے عجائب خانوں میں تا حال کوئی بھی ایسا پنجر نہیں ہے۔

ہمیشہ پچھلی ٹانگوں کے بل چلنے کے عادی ہو گئے تھے۔ ان سے پرندوں کا آغاز ہوا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ ڈائنوسورز (DINOSOURS) کے جو پنجر ملتے ہیں اُن میں اور پرندوں کے پنجروں میں بہت سی مشابہت ہے۔
ڈائنوسورز نے دونوں پچھلی ٹانگوں پر دوڑنا اور کودنا شروع کیا۔ اگلی ٹانگیں یا بازو زمین پر بوجھ سہارنے کے کام سے سبکدوش ہوئے۔ اُچھلنے اور کودنے سے اُن کے بازوؤں میں کئی تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ چونکہ یہ جانور کودنا سیکھ گئے تھے۔ اِنہوں نے زمین کو چھوڑ درختوں میں رہنا شروع کیا۔ درختوں میں رہنا زمین کی رہائش سے زیادہ محفوظ ثابت ہوا۔ غذا کی تلاش میں اُن کو اکثر زمین پر آنا پڑتا تھا۔ زمین پر آنے کے لئے یہ درختوں سے چھلانگیں لگاتے تھے۔ چھلانگ لگانے کے وقت بازوؤں کو پھیلا کر ان سے سہارا لیتے۔ بازوؤں کے علاوہ پھیلائی ہوئی دُم سے بھی سہارا لینے لگے۔ اس طریقۂ زندگی سے رفتہ رفتہ لیکن لکھوکھا صدیوں کے بعد ان کے بازوؤں میں اتنی تبدیلیاں رونما ہو گئیں کہ اِن کے بازوؤں کی بناوٹ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اِن جانوروں کو ڈائنوسورز کہنا موزوں نہیں بلکہ انہیں پرندے کہنا زیادہ

درست ہے۔ آدائل کے پرندوں کے چند پنجر ملک جرمنی (GERMANY) میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کو مطالع کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پرندے واقعی ڈائنوسورز کی اولاد سے ہیں۔

موجودہ زمانے کے پرندوں کے جسم کی بناوٹ کا مطالع کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مفصلہ ذیل ذرائع سے پرندوں کو اڑنے میں مدد ملتی ہے:-

(۱) ان کے جسم کی بیرونی شکل ایسی ہے کہ ہوا کو چیرتے وقت پرندوں کو بہت زیادہ طاقت خرچ نہیں کرنی پڑتی۔

(۲) پرندوں کے پنجر کی بڑی بڑی ہڈیاں اندر سے کھوکھلی ہونے کے سبب ہلکی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ پنجر کی سب ہڈیاں نہایت ہلکی رہتی ہیں۔ ہلکی ہوتے ہوئے بھی یہ بہت مضبوط ہوتی ہیں۔

(۳) پرندوں کے جسم پروں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ پر وزن میں بہت ہلکے ہوتے ہیں۔ اور جسم کی حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے ان سے کوئی بہتر شئے نہیں ہوسکتی۔

(۴) پرندوں اور چوپاؤں کے سانس لینے کے عمل میں ایک بڑا بھاری فرق یہ ہے کہ چوپائے تو تیز دوڑتے

ہوئے ہانپنا شروع کرتے ہیں اور سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن پرندے تیز اُڑتے ہوئے ہانپنے نہیں لگتے۔ تیز اُڑنا پرندوں کو سانس لینے میں مدد دیتا ہے۔

(۵) پرندوں کے بازو جسم کے اوپر کے حصّے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اِس سے یہ فائدہ ہے کہ جسم کا مرکزِ ثقل بازوؤں سے نیچے رہتا ہے۔

ان کے علاوہ پرندوں کے جسم کا ہر ایک رگ و ریشہ ایسا بنا ہے کہ اُڑنے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ڈالتا۔

پرندوں کے پرواز کا انحصار مفصلہ ذیل باتوں پر ہے:

(۱) بازوؤں کے رقبے اور جسم کے وزن کا تناسب۔

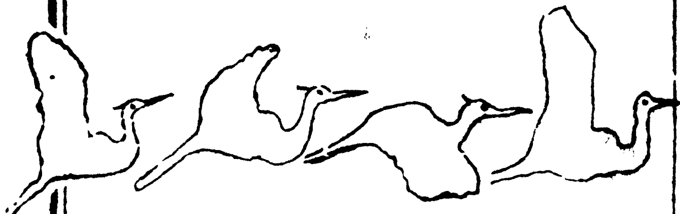
(۲) بازوؤں کو سہارا دینے والے پٹھوں کی طاقت

(۳) بازوؤں کی شکل۔



بازو معہ پر

پرندوں کا پرواز بھی کئی قسم کا ہے۔ پہلے ہم عام پرواز کو بیان کریں گے۔ جب کبوتر کسی ٹہنی کے اوپر بیٹھا ہوا ہوتا ہے تو اُس کے تہ ہوئے ہوئے بازو اُس کے دونوں پہلوؤں سے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جب کبوتر اُڑنا شروع کرتا ہے تو بازوؤں کو پھیلا کر جسم کے اوپر لے جاتا ہے اور دونوں بازوؤں کی پشتیں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ اوپر سے بازو آگے کو۔ آگے سے نیچے کو اور نیچے سے پیچھے کو حرکت کرتے ہیں۔ پیچھے سے پھر اُوپر کو جاتے ہیں اور پھر یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کبوتر کے بازوؤں کی یہ حرکات ساتھ والی شکلوں سے بخوبی واضح ہو جائیں گی۔



اڑتے ہوئے پرندے کے بازوؤں کی حرکات

آپ نے کئی دفعہ ریل کا سفر کیا ہوگا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب گاڑی کھڑی ہونے کے بعد چلنا شروع کرتی ہے تو انجن کو بہت سی طاقت خرچ کرنی پڑتی ہے۔ جب گاڑی متحرک ہو جائے تو پھر اس کو متحرک رکھنے میں انجن کی اتنی طاقت خرچ نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب کبوتر اُڑنا شروع کرتا ہے تو زیادہ طاقت خرچ ہوتی ہے۔ لیکن جب کچھ رفتار حاصل ہو جائے تو پھر اتنی طاقت خرچ نہیں ہوتی۔ اِسی لئے اُڑنے کے شروع میں پرندے اپنے بازوؤں کو زور سے اور جلدی جلدی حرکت دیتے ہیں۔ اُڑتے ہوئے جب سمت تبدیل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو پرندہ بازوؤں کے علاوہ دُم کے پروں سے بھی مدد لیتا ہے۔ جب رفتار کو کم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو دُم بریک (BRAKE) کا کام دیتی ہے۔

پرندے اکثر ہوا میں تیزی سے اُڑتے ہیں۔ ان کی رفتار کے اندازے لگائے گئے ہیں۔ قیاس ہے کہ تلیر اڑنا شروع کرنے کے تھوڑی دیر بعد ۷۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑتا ہے۔ قاصد کبوتر کئی گھنٹوں تک ۷۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑتا رہتا ہے۔ جن کبوتروں کی یورپ میں ریسز (RACES) کرائی جاتی ہیں وہ اکثر

۶۰ میل فی گھنٹہ سے زیادہ اُڑتے ہیں ۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہوا کا رُخ پرندوں کی رفتار پر نمایاں اثر رکھتا ہے ۔ اگر ہوا موافق ہو تو رفتار تقریبًا دُگنی ہو جاتی ہے اگر ہوا مخالف ہو تو رفتار آدھی ہی رہ جاتی ہے ۔

آپ نے دیکھا ہوگا اور دیکھ کر حیران ہوئے ہونگے کہ چیلیں اور گدھیں گھنٹوں ہی آسمان پر چکر لگاتی رہتی ہیں اور اپنے بازوؤں کو دیر تک نہیں پھڑکتیں ۔ ان کے پرواز میں واقعی عروج ہے ۔ ان کا پرواز کبوتر کے عام پرواز سے مختلف ہے ۔ ان کے پرواز کو اگر ہوا میں تیرنا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چیلیں طاقت خرچ کرنے کے بغیر ہی ہوا میں تیرتی رہتی ہیں ۔ وہی پرندے ہوا میں تیر سکتے ہیں جن کے بازوؤں کا رقبہ جسم کے وزن کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو ۔ آپ جانتے ہیں کہ چیل اور گدھ کے بازو کیسے بڑے بڑے ہوتے ہیں ۔ یہ پرندے آسمان پر اُسی وقت تیر سکتے ہیں جب ہوا چل رہی ہو ۔ اگر ہوا بالکل بند ہو تو ان کے لئے آسمان پر تیرنا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے ۔ بعض دفعہ سطح زمین پر ہوا بالکل بند ہوتی ہے لیکن چیلیں اور گدھیں پھر بھی آسمان پر چکر لگا رہی ہوتی ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوپر کے حصے میں

ہوا چل رہی ہوتی ہے۔

پرندوں کو اڑنے کے کئی فائدے ہیں۔ کشمکش زندگی میں اڑنے کی طاقت پرندوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ سطح زمین پر رہنے والے دشمنوں سے بچاؤ کے لئے اور کوئی بہتر ہتھکنڈا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کوے سے دق ہو کر اس موذی پر کئی دفعہ حملہ کیا ہوگا اور غالباً کوا ہمیشہ ہی آپ کے حملے سے بچ کر نکل گیا ہوگا۔

اڑنے کی طاقت پرندوں کو اس قابل بناتی ہے کہ غذا اور پانی کی تلاش میں دور دور تک پہنچ سکتے ہیں۔ انڈوں اور بچوں کو دشمنوں سے بچانے کی خاطر پرندے اونچے اونچے درختوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ لمبے لمبے سفر طے کرنے کے لئے اڑنے سے بہتر اور کیا انتظام ہو سکتا ہے۔ انسان نے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر اڑنا چند سالوں سے ہی سیکھا ہے۔ لیکن پرندے لکھوکھا صدیوں سے اس فن میں کمال حاصل کر چکے ہیں۔ پرندے فن پرواز میں کامل باکمال ہوتے ہوئے کسی ملک کی شدت سردی سے بچ سکتے ہیں۔ اور ایک ہی دن میں کسی گرم ملک میں پہنچ جاتے ہیں۔ موسم کو تبدیل کر لینا اور سارا سال من مانگی آب و ہوا میں زندگی بسر کرنا پرندوں کا ہی کام ہے۔



THE HOUSE CROW

کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جو کوّے سے ناواقف ہو "مان نہ مان میں تیرا مہمان" کوّا اس ضرب المثل پر خوب اچھی طرح عملدرآمد کرتا ہے۔ اس کے باوجود بھی ہمارے نوجوان اِس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ہمیں ایک چھوٹا سا قصّہ یاد آگیا۔ ایک دن ایک کوّا سامنے منڈیر پر بیٹھا تھا دو نوجوان اور ایک چھوٹی سی لڑکی ہمارے پاس کھڑے تھے ہم نے ایک نوجوان کو مخاطب کرکے پوچھا بھئی کوّے کا کیا رنگ ہے۔ بولے کالا۔ دوسرے سے پوچھا اُس نے بھی یہی جواب دیا۔ حیران ہوکر ہم نے لڑکی (جس کی عمر اس وقت کوئی پانچ سال کے قریب ہوگی) سے پوچھا بتاؤ

کوّے کا کیا رنگ ہے۔ بولی اُس کا سر پیٹھ اور پر تو سیاہ ہیں لیکن گردن اور چھاتی سفیدی مائل ہیں۔ دیکھنا آپ نے کہیں اِن دو نوجوانوں جیسی غلطی نہ کرنا اور کوّے کو سیاہ ہی کہہ کر بس نہ کر دینا۔

کوّا انسان کی صحبت میں رہنا پسند کرتا ہے۔ انسان کی دوستی کا دم بھرتا ہے۔ انسان کہیں بھی جائے کوّے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ بعض سیاح لکھتے ہیں کہ ہم نے کئی دفعہ ایسے بیابانوں میں جاکر خیمے لگائے جہاں کوئی جانور نہیں تھے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد چند کوّے نمودار ہوئے۔ دراصل کوّا انسان کے تعاقب میں رہتا ہے اور جہاں انسان جائے یہ بھی وہاں جا پہنچتا ہے۔ انسان کے لئے کوّے سے پرے ہونا سخت مشکل ہے۔ آپ چاہے باہر میدان میں ہوں یا مکان میں کمرے کے اندر ہوں کوّے کی کائیں کائیں ہر جگہ سنائی دیتی ہے۔ جہاں انسان وہاں کوّا۔ جس طرح ایک شہر میں بہت سے آدمی رہتے ہیں اسی طرح کوّے بھی شہروں میں بہت ملتے ہیں۔ کوّے کے لئے انسانی آبادی سے دور رہنا سخت ناگوار ہے۔ گو کوّا ہندوستان کے میدانوں میں بہت کثرت سے ملتا ہے۔ لیکن پہاڑوں میں کم ملتا ہے۔ پہاڑوں

ہیں اس کا بڑا بھائی پہاڑی کوا رہتا ہے۔ تھوڑے سالوں سے اس نے انسان کے پیچھے پیچھے پہاڑی مقامات پر بھی سکونت اختیار کر لی ہے۔ ہمالیہ پہاڑ میں اب سڑکوں اور انسانی آبادی کے قریب قریب ۶۰۰۰ فٹ کی اونچائی تک پایا جاتا ہے۔

انسان کی صحبت میں رہتے سہتے کوا نہایت بے تکلف ہو گیا ہے۔ کوا نہ صرف بے خوف ہی ہے بلکہ چور بھی ہے "وہ ٹک نگاہ چوکی اور مال دوستوں کا" ہر ایک گھر کے باورچی خانے کے قریب چند کوّے تو ہر وقت بیٹھے ہی رہتے ہیں۔ آپ اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو جائیں اور جس وقت آپ کو کوئی کوا نظر نہ آئے اس وقت ایک روٹی کا ٹکڑا پھینک دیں آپ دیکھیں گے کہ ٹکڑے کے گرتے ہی چند کوّے وہاں آ موجود ہوتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ حضرات کس جگہ تاک لگائے بیٹھے تھے۔ کوّے کھانے کی چیزوں کو کمروں کے اندر سے اٹھا لے جانے میں دریغ نہیں کرتے یاد رہے کہ کوّے کی مزاج میں چستی اور تیزی بہت زیادہ ہیں۔ چور اچکوں کی طرح ہر وقت چوکس رہتا ہے۔ کیا مجال کہ آپ اسے بے خبر پا سکیں۔ سمجھدار اتنا ہے کہ

ہر ایک دھمکی کی اصلیت کو سمجھتا ہے۔ جب تک آپ سر پر ہی نہ پہنچ جائیں اپنی جگہ کو نہیں چھوڑتا۔ بچوں سے بہت کم ڈرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بچے اور جوان آدمی میں جو فرق ہے اُسے یہ خوب جانتا ہے ؎

کوّا انسان کو ہی نہیں باقی جانوروں کو بھی بہت دق کرتا ہے۔ بڑے بڑے پرندوں کو دق کرنا اِس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ کتّوں وغیرہ سے روٹی کو چھین لینا اسی کا ہی کام ہے۔ مویشیوں کے زخموں سے گوشت نوچ لیتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی گائے بھینسوں کی جوئیں اور چیچڑ بھی نوچ کھاتا ہے۔ دوسرے پرندوں کے انڈوں بچوں کو چرا لے جاتا ہے۔ انڈے کھانے کا خاص طور پر شائق ہے۔ کچھ کوّے نہایت باقاعدگی سے دوسرے پرندوں کے گھونسلوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب کبھی موقع ملے انڈوں بچوں کو لے اُڑتے ہیں۔ قیاس ہے کہ اِس طرح کوّے بہت سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کی تعداد کو بڑھنے سے روکتے ہیں۔ کچھ کوّے مل کر چیل اُلّو اور باز جیسے شکاری پرندوں کو بھی تنگ کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت میں کوّوں نے ہی باقی سب مخلوقات کو تنگ کرنے کا

ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ لیکن کوئل[1] اِس موذی کی آنکھوں میں بھی دھول ڈال دیتی ہے۔ کوئل کوے کی گرو گھنٹال واقع ہوئی ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

کوّا بلانوش ہے کوئی بھی شے اِسے غیر موافق نہیں بیٹھتی اناج پھل گوشت انڈے وغیرہ سب کچھ اُڑا جاتا ہے۔ جو جو اشیاء انسان کھاتا ہے کوے کو بھی بھاتی ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی اشیاء جنہیں انسان پلید قرار دیتا ہے کوے کے نزدیک پاک ہیں۔ کھانے کی چیزوں کو اُٹھالے جانے کے علاوہ دھات کی چمکتی دمکتی چیزوں کو بھی لے اُڑتا ہے۔ کانسی کی چھوٹی چھوٹی کٹوریاں اور جرمن سلور کے چمچے تک تو نہیں چھوڑتا۔ ایسی چیزوں کو تھوڑی دور ہی لے جاکر گرا دیتا ہے۔ اور بچارے نوکروں کی خواہ مخواہ بدنامی کا باعث ہوتا ہے۔ چوری کرنے میں ایسا طاق ہو گیا ہے کہ کوئی حلوائی یا بنیا اپنی دکان کو ایک لمحے کے لئے بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا اِسی لئے پنجابی میں ایک ضرب المثل ہے کہ "باہر تے کاں لاگو اندر چوہے لاگو"۔

---

[1] کوئل کوے کی آنکھوں میں کس طرح دھول ڈالتی ہے۔ آگے کوئل کے بیان میں ذکر کیا گیا ہے۔

کوّا کبھی کبھی کھیتوں کے ضرر رساں کیڑوں کو بھی کھالیتا ہے۔ لیکن کیڑے عموماً اس کی روزانہ غذا کا بہت تھوڑا جزو ہیں۔ جب کیڑوں کی کوئی خاص قسم بہت تعداد میں پیدا ہو جائے تو ایسے وقت کوّا ان کیڑوں کو دل کھول کر کھاتا ہے۔ جب کھیتوں اور سبزہ زاروں کو پانی سے سیراب کیا جاتا ہے تو کیڑے مکوڑے باہر نکل آتے ہیں۔ ایسے موقع پر کوّا بھی وہاں پہنچ جاتا ہے اور ان کیڑوں کو کھا جاتا ہے۔ پرندوں کے ماہروں کا قیاس ہے کہ کسان کے لئے کوّے کا ہونا نہ ہونے کے ہی برابر ہے۔ کیونکہ زراعت کے کاموں میں اس سے جتنا فائدہ پہنچتا ہے تقریباً اُتنا ہی یہ نقصان بھی کر دیتا ہے۔ کوّے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ شہروں کی غلاظت کو رفع کرنے میں بھی کچھ حصّہ لیتا ہے۔ گاہے گاہے گدھوں کے ساتھ مردار کھانے میں شریک ہوتا ہے۔ شہروں اور قصبوں میں گلتی سڑتی اور عفونت پیدا کرنے والی اشیاء کو بھی کھالیتا ہے۔ شہروں اور قصبوں کو صاف رکھنے میں کافی حصّہ لیتا ہے۔

کوّے آپس میں بہت اتفاق سے رہتے ہیں۔ محققین کا قیاس ہے کہ کوّوں کی جماعت ایک جمہوریت

کا رُتبہ رکھتی ہے۔ اس جمہوریت کے قوانین سے انسان کو تا حال اچھی طرح واقفیت نہیں ہوئی۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ کبھی کبھی کوّوں کی پنچایت بیٹھتی ہے اور کئی امور پر بحث ہوتی ہے۔ جس کوّے کا چال چلن اور رویۂ زندگی پنچایت کے نزدیک تسلی بخش نہ ہو اُس کو تنبیہہ کی جاتی ہے۔ اگر بارہا تنبیہہ کرنے کے بعد بھی ایسا کوّا راہ راست پر نہ آئے تو پنچایت یا تو ایسے کوّے کو برادری سے خارج کر دیتی ہے یا سب کوّے مل کر ایسے کوّے کو مار ڈالتے ہیں۔

ہر ایک شہر کے قریب کوّوں نے رات کے بسیرے کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کی ہوتی ہے۔ شام ہوتے ہی شہر کے سب کوّے ایسی جگہ درختوں پر جمع ہوتے ہیں کچھ دیر کائیں کائیں کرنے کے بعد سو جاتے ہیں۔ لاہور شہر کے ہزارہا کوّے رات کے بسیرے کے لئے کالے شاہ کاکو کا راستہ لیتے ہیں۔ علی الصباح نمازیوں کی طرح بھوکے کوّے شہر میں آ موجود ہوتے ہیں۔

کوّا اپنا گھونسلا ہمیشہ درختوں میں ہی بناتا ہے۔ شمال مغربی ہندوستان میں جون اور جولائی کے مہینوں میں انڈے بچے دیتا ہے۔ باقی ہندوستان میں کوّے

اپریل اور مئی کے مہینوں میں انڈے بچے دیتے ہیں۔ درختوں کی خشک ٹہنیوں کو جمع کر کے معمولی سا گھونسلہ بناتا ہے۔ اس کے اندر اُون چیتھڑوں اور نباتی ریشوں کی تہ جماتا ہے۔ مادہ عموماً صرف چار یا پانچ انڈے دیتی ہے۔ ان انڈوں کا رنگ نیلا سبزی مائل ہوتا ہے۔ ان کے اوپر بھورے رنگ کے دھبے یا دھاریاں بھی ہوتی ہیں۔

آپ یہ پڑھ کر شاید حیران ہوں گے کہ کوّے کو بھی لوگ کھا لیتے ہیں۔ بحیرہ بالٹک کے کنارے لاکھوں کوّوں کو پکڑ کر اور نمک لگا کر غیر ملکوں میں کھانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ ہندوستان میں کوّے کے گوشت کو عموماً پلید تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن چند خانہ بدوش اقوام میں کوّے کھانے کا رواج جاری ہے۔

پہاڑی یا جنگلی کوّا

پہاڑی کوّے پنجاب کے میدانوں میں اکثر دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے ان کا اصلی وطن ہمالیہ پہاڑ کی پُر فضا وادیاں ہیں۔ کبھی کبھی چند پہاڑی کوّے میدانوں کی سیر کو نکل آتے ہیں میدانوں میں آ کر یہ کوّے انسانی آبادی سے دور ہی رہنا پسند کرتے ہیں اسی لئے انہیں جنگلی کوّے کہا جاتا ہے۔

پہاڑی کوّا قد میں عام کوّے سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی گردن اور سینہ سفیدی مائل نہیں ہوتے۔ اس کی ساری وردی سیاہ ہوتی ہے۔ اس کی چونچ عام کوّے کی چونچ سے مضبوط اور بڑی ہوتی ہے۔ اس کے پروں کی اودی سی

جھلک بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ اس کی آواز بھی عام کوّے سے مختلف ہوتی ہے۔ آپ نے پہاڑی کوّے کی گہری "قاقا" سُنی ہوگی۔ یہ کوّے عام کوّوں جتنا شور وغل نہیں مچاتے۔ ان کے طور واطوار ان کی چال ڈھال عام کوّے سے زیادہ شریفانہ ہیں۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ یہ کوّا انسانی آبادی سے دور رہنا پسند کرتا ہے اور جنگل کو شہروں پر ترجیح دیتا ہے۔ لیکن گاہے گاہے غذا کی تلاش میں شہروں اور قصبوں کی راہ لیتا ہے۔ شہروں کی غلاظت وغیرہ اسے خوب بھاتی ہے عام کوّے کی طرح یہ سب کچھ کھا جاتا ہے مثلاً اناج پھل کیڑے مکوڑے چوہیاں۔ پرندوں کے انڈے اور بچے اور مردار وغیرہ وغیرہ پہاڑی کوّا میدانوں میں عام کوّے جتنا بے شرم اور بے خوف نہیں ہوتا۔ عام کوّے کی طرح بچوں کے ہاتھوں سے غذا چھین کر نہیں لے جاتا۔ ہاں پہاڑی مقامات پر زیادہ دلیری اور حوصلے سے کام لیتا ہے۔ کوڑے کے ڈھیر پر بہت سے پہاڑی کوّے جمع ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے گندی اور بوسیدہ اشیاء کو کھاتے ہیں۔ اس کام میں سفید گِدھ بھی اکثر ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ پہاڑوں میں یہ کوّے چیل کی طرح آسمان پر اونچے جا کر چکر لگانے

شروع کرتے ہیں۔

پہاڑی کوّے اپنے گھونسلے چیل اور دیودار کے درختوں میں بناتے ہیں۔ ان کے گھونسلے بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ میدانوں میں پہاڑی کوّے آم اور املی کے درختوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ پہاڑی کوّا مارچ سے مئی تک انڈے دیتا ہے۔ انڈوں کی تعداد چار یا پنچ تک ہی محدود رہتی ہے۔ ان کا رنگ ہلکا نیلا یا نیلا سبزی مائل ہوتا ہے اور ان کے اوپر بھوسلے سے دھبّے یا دھاریاں بھی ہوتی ہیں۔

کال کلیچی یا جھاپل

THE KING-CROW

یہ پرندہ سربسر سیاہ ہوتا ہے۔ سیاہ پروں کی نیلی جھلک نہایت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا قد کوّے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی دُم بہت لمبی اور قینچی نما ہوتی ہے۔ اس کی چونچ ٹانگیں اور پاؤں بھی سیاہ ہوتے ہیں۔ سیاہ وردی اور لمبی قینچی نما دُم سے یہ پرندہ جھٹ پہچانا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کے ہر حصّے میں بڑی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اونچے درختوں کی چوٹیوں اور برقی تاروں کے اوپر بیٹھنے کا شائق ہے۔ زمین پر چلنے کے لئے اِس کے جسم کی بناوٹ غیر موزوں ہے۔

یہ پرندہ بہت سویرے ہی جاگ اُٹھتا ہے اور اس کی

سُریلی آواز سے صبح کی سیر کرنے والے واقف ہوں گے
اس کا نام اس کی آواز کو کسی حد تک ظاہر کرتا ہے ۔
کال کلیچی مختلف اقسام کے کیڑے پتنگے سُنڈیاں وغیرہ کھاتی
ہے ۔ درختوں کی ایسی چوٹیوں کو تلاش کرتی ہے کہ جہاں
سے ہر طرف نگاہ خوب اچھی طرح دوڑ سکتی ہو ۔ جس وقت
کوئی کیڑا وغیرہ ہوا میں اُڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو کال
کلیچی اُسے پھرتی کے ساتھ پکڑ لیتی ہے ۔ کیڑے کو پکڑنے
کے بعد واپس اپنی جگہ پر آ جاتی ہے اور وہاں بیٹھ کر شکار کو
اطمینان کے ساتھ نگل جاتی ہے ۔ کال کلیچی عام طور پر تو ہوا
میں اُڑتے ہوئے کیڑوں کو ہی پکڑتی ہے لیکن کبھی کبھی
زمین پر سرکتے ہوئے کیڑوں کو بھی پکڑ لیتی ہے ۔ کال
کلیچی کرم خور ہونے کے سبب کسان کے حقیقی دوستوں میں
سے ہے ۔

کال کلیچی نہایت من چلا اور دلیر پرندہ ہے ۔ گو اس کا
رنگ سیاہ ہے لیکن یہ کوّے کی طرح ظالم اور سیاہ دل نہیں
کال کلیچی درخت کی چوٹی کے قریب گھونسلہ بناتی ہے ۔ نر
اور مادہ اس گھونسلے کے آس پاس اپنی حکومت قائم کرتے
ہیں ۔ کیا مجال کہ کوئی کوّا یا اور اُچکا ان کے دائرہ حکومت
کے اندر کسی طرح شرارت یا دخل اندازی کر سکے ۔ اوّل

تو کوئی کوّا اِن کے گھونسلے کے قریب آتا ہی نہیں لیکن اگر آبھی جائے تو نر اور مادہ دونوں اُس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ گو کوّا کال کلیچی سے زیادہ طاقتور ہے لیکن سیاہ دل ہونے کے سبب کال کلیچی سے مقابلے کی جرأت نہیں رکھتا۔ "پاپی کو مارنے کے لئے پاپ مہابل ہے" کوّا پاپی ہونے کے سبب کال کلیچی کا سامنا نہیں کر سکتا۔ آگے آگے کوّا اور پیچھے کال کلیچی اُڑنا شروع کرتے ہیں۔ آخر کار کال کلیچی کوّے کو بہت دور چھوڑ آتی ہے اگر کوئی موقع آ جائے تو یہ پرندہ باز اور دوسرے شکاری پرندوں سے بھی مقابلہ کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ کال کلیچی صلح کُل پرندوں کو بالکل نہیں ستاتی۔ اِس لئے کئی چھوٹے چھوٹے پرندے مثلاً فاختہ اپنے گھونسلے جھانپلوں کے گھونسلے کے زیرِ سایہ بناتے ہیں۔ جھانپلوں کی حکومت میں کوئی پرندہ اُن کو دق نہیں کر سکتا۔

نر اور مادہ کا رنگ بالکل یکساں ہوتا ہے۔ ان میں بیرونی تمیز کوئی نہیں ہوتی۔ مادہ اپریل سے اگست تک انڈے بچے دیتی ہے۔ انڈوں کی تعداد عموماً صرف چار ہوتی ہے۔ اس کے انڈوں کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ بعض انڈے تو بالکل سفید ہوتے ہیں اور بعض کے اوپر سیاہ دھبے ہوتے ہیں۔

مینا (پنجابی لالڑی یا گٹار)

THE MAYNAH

مینا اُن چند پرندوں میں سے ہے جو سارے ہندوستان میں بکثرت ملتے ہیں۔ کھیت میں یا میدان میں۔ شہر میں یا دیہات میں مینا ہر جگہ ملتی ہے۔ مینا اکیلی اکیلی نہیں رہتیں یہ ہمیشہ چھوٹے یا بڑے گروہوں میں ملتی ہیں۔ مینا کا سر گردن اور سینے کے اوپر کا حصّہ بالکل سیاہ ہوتے ہیں۔ باقی سارے جسم کا اوپر کی طرف سے نصواری رنگ ہوتا ہے۔ پیٹ سفید سی مائل ہوتا ہے۔ دونوں بازوؤں پر ایک ایک سفید دھاری نظر آتی ہے۔ جب مینا اُڑ رہی ہو اور بازو کھلے ہوں تو ان دھاریوں کی جگہ دونوں بازوؤں پر دو بڑے بڑے سفید رقبے نظر آتے ہیں۔ دُم کے پروں کی نوکیں بھی

سفید ہوتی ہیں۔ چونچ ٹانگیں اور پاؤں زرد ہوتے ہیں۔ دونوں طرف آنکھوں کے پیچھے زرد گوشت کا ایک لوتھڑا سا نظر آتا ہے۔

مینا چھوٹے موٹے ٹڈے کیڑے مکوڑے مکڑی سنڈیاں وغیرہ کھاتی ہیں۔ اِس لئے اس کا بہت سا وقت سطح زمین پر ہی گذرتا ہے۔ پس مینا بھی کسان کے مربی پرندوں میں سے ہے۔ مینا کا چڑچڑا پن مشہور ہے۔ کھیت میں گھومتی ہوئی مینائیں گاہے گاہے ٹھہر جاتی ہیں اور آپس میں کچھ باتیں کرنے لگتی ہیں۔ ان کی چڑچڑاہٹ سے بعض دفعہ انسان بہت تنگ آتا ہے۔ مینا بہت سمجھدار پرندہ ہے۔ گھاس میں چگتے چگتے اگر انہیں کوئی سانپ نظر آجائے تو سب یکایک شور مچانے لگتی ہیں۔ اگر کسی جگہ بہت سی مینائیں شور کر رہی ہوں تو آپ کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اِس جگہ کوئی خطرناک چیز ضرور ہے۔ اِس طرح مینا کئی دفعہ انسان کی توجہ سانپ کی طرف مبذول کرواتی ہے اور سانپ کی موت کا باعث ہوتی ہے۔ جہاں کہیں چند مویشی چر رہے ہوں وہاں چند مینائیں ان کے پیچھے پیچھے چلتی رہتی ہیں۔ اور مویشیوں کے گھومنے سے جو کیڑے اِدھر اُدھر بھاگتے ہیں یہ اُن کو دبوچ لیتی ہیں۔ کیڑوں مکوڑوں کے علاوہ مینائیں اور بھی

بہت سی چیزیں کھا لیتی ہیں۔ درختوں کے پھل دانے ڈُنکے اور کینچوے تک نہیں چھوڑتیں۔

دوپہر کے وقت جب گرمی کی شدت ہوتی ہے تو مینائیں درختوں کی گھنی شاخوں میں گھس جاتی ہیں۔ جب ان کو گرمی زیادہ ستاتی ہے تو کتے کی طرح مُنہ کھول کر ہانپنا شروع کرتی ہیں۔

مینائیں آپس میں بڑے اتفاق سے رہتی سہتی ہیں شام کے وقت سینکڑوں مینائیں ایک ہی درخت پر جمع ہوتی ہیں اور بڑا شوروغل مچاتی ہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ مینائیں اس شوروغل کرنے میں بہت سی طاقت خرچ کرتی ہیں۔ اگر انسان کسی طرح اس طاقت کو قابو میں لا سکے تو ہندوستان کے ہر شہر و قصبہ میں بجلی بڑے سستے داموں میسر ہو جائے۔ کیا خوب بعض حضرات کو بہت دور کی سوجھتی ہے۔

اگر کوشش کی جائے تو مینا طوطے کی طرح باتیں کرنا سیکھ سکتی ہے۔ کئی کئی لوگ مینا کے بچے کو پالتے ہیں باتیں سکھاتے ہیں اور اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ اگر مینا کے چھوٹے سے بچے کو پکڑ کر پالا جائے تو اسے پنجرے میں رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مینا آشنا ہو جانے کے

بعد کتے بلی کی طرح انسان کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہے ۔

نر اور مادہ مینا میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ یہ جون سے اگست تک انڈے بچے دیتی ہیں۔ مینائیں مکانوں کی چھتوں اور درختوں کی کھوکھوں وغیرہ میں گھونسلے بناتی ہیں۔ بعض دفعہ گلہری اور کوے کے گھونسلوں کو ہی مرمت کرکے استعمال کر لیتی ہیں۔ گھونسلے کو اندر سے نرم بنانے کے لئے چیتھڑے پھوس پر وغیرہ جمع کرتی ہیں کبھی کبھی سانپ کی کینچلی بھی لے آتی ہیں۔ مادہ تین سے چھ تک انڈے دیتی ہے۔ اس کے انڈوں کا رنگ آسمانی سا ہوتا ہے۔ انڈے کے خول کے اوپر کوئی دھبے وغیرہ نہیں ملتے ۔

چار پانچ اقسام کی اور مینائیں بھی ہندوستان میں ملتی ہیں۔ ان کی شکل و صورت اور طور و اطوار بھی عام مینا جیسے ہی ہوتے ہیں ۔

نیل کنٹھ یا پنجابی گرڑ بھگوان

THE INDIAN ROULER

نیل کنٹھ یا گرڑ تعارف کا محتاج نہیں۔ اس کا نام پڑھتے ہی اس کی خوبصورت شکل آپ کی آنکھوں کے سامنے آ گئی ہوگی۔ اس کی شناخت کے لئے لمبے چوڑے بیان کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان میں ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ برہما کوچین چائنا اور سیام میں بھی ملتا ہے۔ نہایت خوبصورت ہونے کی وجہ سے ہر ایک فرد بشر کی آنکھوں میں سما جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بچے جونہی اپنے آس پاس کی چیزوں میں دلچسپی لینا شروع کرتے ہیں اپنے والدین سے اس کا نام پوچھتے ہیں۔ یورپین اور دوسرے اجنبی جونہی ہندوستان میں وارد ہوتے ہیں۔ اس پرندے کو دیکھ کر ششدر سے

رہ جاتے ہیں۔ کیا کبھی اُڑتا ہُوا نیل کنٹھ آپ کے سر کے اوپر سے گزرا ہے؟ اگر نہیں تو ایسے موقع کی تلاش میں رہئے اس کی خوبصورتی کا پورا راز ایسے ہی وقت افشا ہوتا ہے اس کے بازوؤں کے پر نیلے اور اودے رنگ کے ہوتے ہیں۔ جس شخص نے اس کو نگاہِ خود سے نہ دیکھا ہو رنگین سے رنگین بیان بھی اُس کے دماغ میں اس کا صحیح نقشہ نہیں بنا سکتا۔ غالباً ہندوستان میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہوگا جو نیل کنٹھ کی صورت و شکل سے ناواقف ہو۔ گو یہ پرند دیہاتوں اور کھیتوں میں عام ملتا ہے لیکن شہروں کے اندر بھی گاہے گاہے نظر آتا ہے۔ ہندو اِسے متبرک مانتے ہیں۔ دسہرے کے روز اس کا درشن خوش قسمتی کی علامت ہے۔ ہر ایک ہندو اس تیوہار کو اس کے درشن کا خواہاں رہتا ہے۔ روایت ہے کہ شوجی مہاراج نے اِس پرندے کا روپ دھارن کیا تھا۔

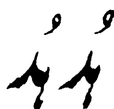
یہ پرندہ جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے باغات اور کھیتوں میں عام ملتا ہے۔ گھنے جنگلوں کو پسند نہیں کرتا کھلی جگہوں میں درختوں کی اُونچی ٹہنیوں کو ترجیح دیتا ہے۔ ریل کا سفر کرتے ہوئے آپ نے بارہا نیل کنٹھ کو تار برقی کے کھمبوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اپنی جگہ پر چُپ چاپ بیٹھے ہوئے پرندے کا رنگ اپنے آس پاس کی چیزوں سے خوب ملتا ہے۔ اِس

لئے نیل کنٹھ نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ اس بات کا بڑا فائدہ ہے۔ اوّل تو نیل کنٹھ دشمنوں سے بچا رہتا ہے۔ دوم جن جانوروں کو یہ شکار کرتا ہے اُن کی نظر سے بھی اوجھل رہتا ہے۔ درخت کی ٹہنی یا تار برقی کے اوپر بیٹھا ہوا نیل کنٹھ چاروں طرف تاک لگائے رکھتا ہے۔ کسی کیڑے یا چھوٹی سوئی چوہیا کی بل سے نکلنے کی دیر ہوتی ہے اور نیل کنٹھ اِس کے اوپر ٹوٹ پڑتا ہے اور ایک آن کی آن میں دبوچ لیتا ہے۔ نیل کنٹھ کا گذارہ کھیتوں اور باغات کے ضرر رسان کیڑوں پر ہے۔ برسات کے موسم میں جب کیڑے بہت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں تو نیل کنٹھ شام کو دیر تک ان کا شکار کرتا رہتا ہے۔ ایک صاحب نے کچھ نیل کنٹھوں کے پیٹ کا ملاحظہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کے پیٹ کے اندر بہت سے کیڑے ملے۔ ان کیڑوں میں سے بہت سے ایسے تھے جو پودوں کے لئے ضرر رساں ہوتے ہیں۔ اِس لئے یہ پرندہ کسان اور باغبان کا حقیقی دوست ہے۔

جب یوروپین لوگ پہلے پہل ہندوستان میں آئے تھے تو اس پرندے کو اس کے خوبصورت پروں کی خاطر نشانۂ اجل بناتے تھے۔ جب گورنمنٹ نے دیکھا کہ یہ پرندہ بہت کارآمد ہے تو قانون بنایا گیا کہ کوئی شخص اِس پرندے کا شکار نہ کر

سکے اور اس پرندے کی آبادی میں کمی واقع نہ ہو۔

نر اور مادہ نیل کنٹھ شکل وشباہت اور پوشش میں بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ فروری مارچ سے لے کر جولائی تک انڈے بچے دیتے ہیں۔ موسم بہار کے آتے ہی نیل کنٹھ ہوا میں قلابازیاں لگانا شروع کرتا ہے۔ اور ہر ایک شخص پر روشن کر دیتا ہے کہ بسنت کا موسم آگیا۔ اِن قلابازیوں کے سبب سے ہی انگریزی زبان میں نیل کنٹھ کو رولر (ROLLER) کہتے ہیں۔ عموماً درختوں کی کھوکھوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ اگر کسی جوڑے کو کھوکھ میسّر نہ ہوسکے تو کسی عمارت کے چھت میں گھونسلہ بنا لیتے ہیں۔ نیل کنٹھ تنکوں اور چیتھڑوں کو جمع کرکے بے ڈھنگہ سا گھونسلہ بناتے ہیں۔ مادہ اس کے اندر چار یا پنج بالکل سفید انڈے دیتی ہے۔ ہمارے گھر کی چھت میں ایک جوڑا کئی سال تک گھونسلہ بناتا رہا۔ نوزائیدہ بچے بہت شور مچاتے ہیں۔ یہ بالکل برہنہ ہوتے ہیں۔ ان کے پر رفتہ رفتہ نمودار ہوتے ہیں۔ ان کے والدین اِن کی خاطر اِدھر اُدھر سے کیڑے مکوڑے پکڑ کر لگاتار لاتے رہتے ہیں۔



THE HOOPOE

ہُدہُد قد میں مینا سے ذرا ہی چھوٹا ہوتا ہے۔ اِس کی سیاہ نوکیلی چونچ دو انچ سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ اِس کے سر کے اوپر ایک کلغی ہوتی ہے۔ اس کلغی کے پروں کی چوٹیوں کے اوپر سیاہ دھبّے لگے ہوتے ہیں۔ یہ کلغی عموماً بند رہتی ہے لیکن اڑنے کے بعد جونہی ہُدہُد بیٹھتا ہے تو کلغی کو تھوڑی دیر کے لئے کھڑا کر دیتا ہے۔ ہُدہُد کے جسم پر سیاہ اور سفیدی مائل دھاریاں ہوتی ہیں۔ اس کی کلغی اس کی لمبی چونچ اور اس کے جسم کی سیاہ سفید اور بادامی دھاریوں سے آپ فوراً اس کو پہچان سکتے ہیں۔

ہُدہُد ہندوستان میں عام ملتا ہے۔ ہُدہُد گھنے جنگلوں کو

پسند نہیں کرتا۔ اور کھلے میدانوں کو ترجیح دیتا ہے۔ کبھی کبھی کھنڈرات کے قریب بھی ملتا ہے۔ ہدہد اپنا بہت سا وقت سطح زمین پر ہی صرف کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہُدہُد چھوٹے کیڑوں مکوڑوں کو کھاتا ہے۔ ایسے کیڑے سطح زمین پر ہی ملتے ہیں۔ ہُدہُد زمین پر بڑی آن بان سے چلتا ہے۔ درختوں کے خشک پتے جو زمین پر گرے پڑے ہوں اُن کو با احتیاط اور با ترتیب اُلٹ پلٹ کر دیکھتا ہے۔ نیچے سے جو کوئی کیڑا یا سنڈی (لاروا-LARVA) ملے اُسے نوچ لیتا ہے۔ کیڑے مکوڑے کھانے کی وجہ سے ہُدہد کسان کے مربّی پرندوں میں سے ہے۔ جو سنڈیاں فصل کے لیے سخت ضرر رساں ثابت ہوتی ہیں اور جن کو مارنا کسان کے لئے از حد ضروری ہے اُن کو ہُدہُد کھا لیتا ہے۔ اور ایسا کرنے سے کسان کی مدد کرتا ہے۔ اگر آپ ہُدہُد کو گھاس میں چلتا دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہدہد کس جلدی سے اپنا کام کرتا ہے۔ اگر کوئی دشمن قریب آجائے یا ہُدہد کو کسی طرح سے خطرہ محسوس ہو تو سر کی کلغی جھٹ کھڑی کرتا ہے اور اُڑ جاتا ہے۔

تُرمتی اکثر ہُدہُد کا شکار کرتی ہے لیکن ہُدہُد آسانی سے تُرمتی کے قابو نہیں آتا۔ بعض دفعہ دو تُرمتیاں مل کر

ایک ہُدہُد کا شکار کرتی ہیں ۔

نر اور مادہ ہُدہد کی شکل اور شباہت بالکل یکساں ہوتی ہے ۔ اور پیدائش سے اخیر دن تک ہُدہُد کی پوشش میں کوئی فرق نہیں آتا ۔ مادہ ہُدہد فروری اور مارچ کے مہینوں میں انڈے دیتی ہے ۔ ان دنوں نر پھرتی کے ساتھ ناچتا ہے ۔ کئی اصحاب کا خیال ہے کہ یہ قلا بازیاں مادہ کے سامنے ہی لگائی جاتی ہیں ۔ اور مادہ کے دل کو موہت کرتی ہیں ۔ اس موسم میں نر حسبِ معمول سے زیادہ بولتا ہے ۔

ہُدہُد اپنا گھونسلہ عموماً درخت کی کسی کھوکھ میں بناتے ہیں ۔ کبھی کبھی عمارت کے کسی سوراخ یا کسی پتھر کے نیچے بھی گھونسلہ بنا لیتے ہیں ۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ہُدہد گزشتہ سال کے گھونسلے کو ہی موسم بہار میں پھر مرمت کر کے استعمال میں لاتے ہیں ۔ مادہ ہُدہُد تین سے دس تک انڈے دیتی ہے ۔ جب یہ انڈے دینے شروع کرتی ہے تو گھونسلے کو بالکل نہیں چھوڑتی ۔ یعنی انڈوں کو سینا بھی شروع کر دیتی ہے ۔ ان ایام میں مادہ سے ایک خاص قسم کی بو آنے لگتی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادہ گھونسلے کو بالکل نہیں چھوڑتی ۔ اس کی بیٹھیں گھونسلے کے اندر ہی سڑنے لگتی ہیں ۔ علم طبیعیات کے ماہروں کا

قیاس ہے کہ اس بدبو سے ہُدہُد کو بہت فائدہ ہے۔ اُس کے دشمن بدبو سے گریز کرتے ہیں اور ہدہد کا گھونسلہ محفوظ رہتا ہے۔ آپ سوال کریں گے کہ اگر مادہ ہدہد کئی دنوں تک گھونسلے سے باہر ہی نہیں نکلتی تو اسے کھانا کون کھلاتا ہے۔ اگر آپ ایسے گھونسلے کو جس کے اندر مادہ انڈوں کو سہہ رہی ہو بغور دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نر ہُدہُد تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گھونسلے کو آتا ہے۔ ہر دفعہ چونچ میں ایک کیڑا یا سنڈی لاتا ہے۔ اِس طریقے سے نر مادہ کو گھونسلے کے اندر ہی غذا بہم پہنچاتا رہتا ہے جب انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو مادہ گھونسلے سے باہر نکلنا شروع کرتی ہے۔ اور بچوں کو غذا بہم پہنچانے میں نر کی مدد کرتی ہے۔ ہُدہُد کے بچے انڈوں سے نکلنے کے وقت بالکل چُپ چاپ ہوتے ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد خوب شور کرنا شروع کرتے ہیں۔ جب ان کے ماں باپ باہر سے ان کے واسطے غذا لے کر آتے ہیں تو یہ اُن کا خوب جوش کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

ہُدہُد ان چند پرندوں میں سے ہے جن میں انسان کئی صدیوں سے دلچسپی لے رہا ہے۔ ہُدہُد کے نام دنیا کی

کئی مختلف زبانوں میں ملتے ہیں۔ مصر کی قدیم تصاویر میں ہُدہُد کی تصویر بھی ہے۔ اس کا گھونسلہ بدبودار ہونے کی وجہ سے یہودی اس پرندے کو نہایت پلید قرار دیتے ہیں۔ لیکن جنوبی یورپ کے عیسائی لوگ ہُدہُد کو کھاتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں ہدہد کو سلیمان کا چاہیتا اور رازدار پرندہ مانا جاتا ہے۔ جادو اور طبابت کے نسخوں میں ہُدہُد کے مختلف حصّوں کو ڈالا جاتا ہے۔ انجیل میں بھی ہُدہُد کا ذکر ملتا ہے۔

کئی حکیموں کا خیال ہے کہ ہُدہُد کا گوشت دستاور ہے۔ پیٹ درد اور پیچش میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ اِس کے دل کو اگر گھی میں بھون کر اور شہد میں ملا کر کھایا جائے تو حافظے کو تقویت دیتا ہے۔ اس کے جگر کے پتّے (گال بلیڈر GALL-BLADDER) کا لعاب آنکھوں کی بیماریوں کے لئے مفید ہے۔

بُلبل

THE BULBUL

آپ غالباً بلبل کی شکل وصورت سے واقف ہوں گے بلبل سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ بلبل اور گل کے فسانے اور نظمیں آپ نے اکثر سُنی ہوں گی۔ بلبل کو پھولوں اور باغوں سے خاص اُنس ہے۔ بلبل قد میں چڑیا سے تھوڑی ہی بڑی ہوتی ہے۔ اس کا سر اور گردن سیاہ ہوتے ہیں۔ سر پر سیاہ پروں کی ایک معمولی سی کلغی بھی ہوتی ہے۔ اس کے جسم کا رنگ سیاہی مائل بھوسلا ہوتا ہے۔ دُم کے پروں کی نوکیں سفید ہوتی ہیں۔ پیٹ کا نچلا حصّہ سفیدی مائل ہوتا ہے۔ دُم کے نیچے کچھ پروں کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ اِس سُرخی کی وجہ سے بلبل آسانی سے

پہچانی جا سکتی ہے اس کی چونچ اور ٹانگیں سیاہ ہوتی ہیں۔

بلبل گو باغات کو زیادہ پسند کرتی ہے لیکن بہت گھنے جنگلوں اور ریگستانوں کو چھوڑ باقی ہر جگہ ملتی ہے۔ ہمالیہ پہاڑ میں چار پانچ ہزار فٹ کی بلندی تک پائی جاتی ہے۔ بلبل اپنا سارا وقت درختوں اور جھاڑیوں کی ٹہنیوں اور پتوں میں ہی گذارتی ہے۔ اس کی ٹانگیں اور پاؤں زمین پر دوڑنے کے لئے موزون نہیں۔

بلبل درختوں کے پھل مثلاً گولیں اور بیر وغیرہ کھاتی ہے۔ کیڑوں کو پکڑنے کے لئے کبھی کبھی زمین پر اُتر آتی ہے۔ لیکن فوراً ہی درخت یا جھاڑی کی ٹہنی پر واپس چلی جاتی ہے۔ شام کے وقت بلبل کسی جھاڑی کی شاخ پر بیٹھ کر اُڑنے والے کیڑوں کو پکڑنا شروع کرتی ہے۔ ہر دفعہ شکار کو پکڑ لینے کے بعد اپنی جگہ پر واپس آجاتی ہے۔ گو بلبل پھولوں اور پھلوں کا کچھ نقصان کرتی ہے۔ لیکن کیڑے خور ہونے کی وجہ سے فائدہ مند بھی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ انسان کو بلبل سے نقصان کی نسبت فائدہ بہت زیادہ ہے۔

نر اور مادہ بلبل کا رنگ ڈھنگ بالکل ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ دونوں اکثر اکٹھے ہی اُڑتے پھرتے ہیں۔ یہ

آپس میں ایک دوسرے کو بہت محبت کرتے ہیں۔ بلبل بہت لڑاکی واقع ہوئی ہے۔ بعض شوقین بلبل کو پکڑ کر پالتے ہیں۔ آپ نے بعض دفعہ بلبلوں کے شوقینوں کو دیکھا ہوگا۔ یہ حضرات بلبل کی ٹانگ کو رسی سے باندھ کر ہاتھ پر اُٹھائے پھرتے ہیں۔ اِن بلبلوں کو آپس میں لڑاتے ہیں۔ لڑانے والے آپس میں بڑی بڑی شرطیں لگاتے ہیں۔ ایک صاحب کا خیال ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بلبل لڑنے والے مرغ کا صرف ایک پاکٹ ایڈیشن[1] (POCKET EDITION) ہے۔

بلبل کے متعلق ایک دو غلط فہمیاں رائج ہو چکی ہیں ایک شاعر لکھتے ہیں :۔ "بلبلو کس کو دکھاتی ہو عروج پرواز" دراصل یہ غلط ہے کیونکہ بلبل کے پرواز میں عروج نہیں ہوتا۔ بلبل ہوا میں بہت اُونچا نہیں اُڑتی۔ بلبلیں زیادہ تر چھوٹے چھوٹے درختوں میں ہی رہتی ہیں۔ ابابیل کی طرح صبح و شام آسمان پر چکر نہیں لگاتیں۔ دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ بلبل کو بہت اچھا گانیوالا پرندہ تصور کیا جاتا ہے بلبل کی بولیوں کو دلکش کہا جا سکتا ہے لیکن اِس کی بولیوں

---

[1] کسی کتاب کے ایسے ایڈیشن کو جو جیب کے اندر آسکتا ہو پاکٹ ایڈیشن کہتے ہیں۔

کو اتنی عظمت دینی نہایت غیر موزوں ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بلبل کی ایرانی بہن عندلیب نہایت اعلیٰ اعلیٰ راگ گاتی ہے اور اکثر لوگ عندلیب اور بلبل کو ہم جنس ہی سمجھتے ہیں۔ عندلیب ہندوستان میں نہیں ملتی ہاں شوقین اصحاب کبھی کبھی ایران سے منگوا لیتے ہیں۔

نر اور مادہ بلبل موسم بہار سے لے کر اگست تک انڈے بچے دینے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ اپنا گھونسلہ اکثر چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں بناتے ہیں۔ گھونسلے سے آنے جانے کے وقت احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ اِس لئے کوّوں کو ان کے گھونسلے کا جھٹ پتہ لگ جاتا ہے۔ اور جب میاں بیوی دونوں باہر گئے ہوں تو کوّے انڈوں اور بچوں کو چُرا کر لے جاتے ہیں۔ بلبلیں پھر کہیں اور گھونسلہ بناتی ہیں۔ لیکن کئی دفعہ اپنی بیوقوفی اور بے احتیاطی سے پھر مصیبت کا شکار ہوتی ہیں۔ مادہ دو سے چار تک انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ سُرخی مائل ہوتا ہے۔ اور اُن کے اوپر اُودے سے دھبے دکھائی دیتے ہیں۔

لاہور کے اِرد گرد اور پنجاب کے میدانوں میں اوپر والی بلبل کے علاوہ موسم سرما میں ایک اور بلبل بھی ملتی ہے اس کی شکل و صورت تو اوپر والی بلبل جیسی ہی ہوتی ہے

لیکن اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ اس کے رُخسار سفید ہوتے
ہیں اور اس کی دُم کے نچلے پر سُرخ کی بجائے زرد ہوتے
ہیں ۔ اِس بلبل کو سفید رُخسار بلبل کہتے ہیں ۔ لاہور کے
چڑیا خانے میں ایسی کئی بلبلیں بند کی گئی ہیں ۔ سفید رخسار
بلبل ہمالیہ پہاڑ میں بکثرت ملتی ہے ۔ کشمیر میں بھی عام پائی
جاتی ہے ۔ عادات کے لحاظ سے دونو بلبلیں ایک جیسی ہی
ہیں ۔ سفید رُخسار بلبل موسم گرما میں لاہور نہیں رہتی غالبًا
ہمالیہ پہاڑ کی ٹھنڈی وادیوں کو چلی جاتی ہے ۔ سفید رخسار
اپنا گھونسلہ محفوظ جگہوں میں بناتی ہے اور کوؤں کو اُس کے
گھونسلے کا پتہ نہیں ملتا ۔

بلبل کی دو چار اور قسمیں بھی ہندوستان میں پائی جاتی
ہیں ۔ لیکن ان کا ذکر اس جگہ غیر موزون ہوگا ۔

شکّرخورہ یا پُھل سنگھنی

THE SUNBIRD

"شکّر خورے کا مُنہ شکّر سے بھرتا ہے"۔ آپ نے یہ مصرع تو ضرور سُنا ہوگا۔ کیا آپ کو یہ بھی کبھی خیال ہوا کہ شکّرخورہ دراصل ایک پرندے کا نام ہے۔ یہ ننھا سا پرندہ پھولوں کے اندر سے مٹھاس (شہد) نکالتا اور کھاتا ہے۔ اِس لئے اِسے شکّرخورہ کہتے ہیں۔ پنجابی میں اسے پُھل سنگھنی کہتے ہیں۔

شکّرخورہ قد میں چڑیا سے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ نر اور مادہ کی رنگت مختلف ہوتی ہے۔ موسم بہار اور موسم گرما میں نر کی پوشش بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ ان دنوں اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ گردن کمر اور اوپر کے تمام پر سیاہ

اور نہایت چمکیلے ہوتے ہیں۔ سینے اور نچلے حصّے کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے۔ اگر دھوپ چمک رہی ہو اور آپ چپکے چپکے شکر خورے کے قریب چلے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ شکر خورہ واقعی نہایت بانکا پرندہ ہے۔ اس کے سر کے پروں کی خوبصورت جھلک صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ مادہ شکر خورہ سادگی کا نمونہ ہے۔ اس کا رنگ سبزی مائل بھوسلا ہوتا ہے۔ اس کے پروں میں نر کے پروں جیسی جھلک نہیں ہوتی۔ سینے اور نچلے حصّے کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ موسم سرما میں نر اپنی زرق برق پوشاک اُتار دیتا ہے اور مادہ جیسی پوشاک زیب تن کرتا ہے۔ اس کے سیاہ اور چمکیلے پروں کی جگہ بھوسلے پر نکل آتے ہیں۔ شکر خورے کی چونچ سیاہ اور تقریباً ¾ انچ لمبی ہوتی ہے۔ پاؤں اور ٹانگوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ شکر خورہ عموماً باغات میں عام ملتا ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ اور جگہوں میں ملتا ہی نہیں۔ خوشنما باغات کے علاوہ شکر خورہ ایسے جنگلوں میں بھی ملتا ہے جہاں کہ آک (مدار) یا کریہ کے سوا اور کوئی درخت یا جھاڑی نہیں ملتی۔ باغ میں پھولوں کے آس پاس چکر لگاتا ہو اگر آپ کو ایک ننھا سا سیاہ اور لمبی چونچ والا پرندہ ملے تو یہ یقیناً

شکر خورہ ہی ہوگا۔ ویسے تو سب پرندے ہی پھرتیلے واقع
ہوئے ہیں۔ لیکن شکر خورے میں پھرتی کوٹ کوٹ کر
بھری ہوئی ہے۔ شکر خورہ پھولوں میں پھدکتا پھرتا ہے۔
لمبی چونچ کے ساتھ پھولوں کے گہرے حصوں میں سے
مٹھاس نکال لیتا ہے۔ پھولوں کی مٹھاس کے علاوہ شکر
خورہ چھوٹے چھوٹے کیڑے بھی کھاتا ہے۔ پھولوں کے
اندر سے مٹھاس نکالنے کے لئے شکر خورے کو طرح طرح
کی قلا بازیاں لگانی پڑتی ہیں۔ مٹھاس کھاتے کھاتے شکر
خورہ خوشی میں پھولا نہیں سماتا اور ایک ننھا سا راگ گاتا
ہے۔ جب نر شکر خورہ ایک درخت یا جھاڑی سے اڑ کر
دوسرے درخت پر جاتا ہے تو اس کی وفادار بیوی فوراً
ہی اس کے پیچھے اسی درخت پر پہنچتی ہے۔ یہ میاں بیوی
ایک دوسرے سے از حد محبت کرتے ہیں۔ قیاس ہے کہ
ان کا جوڑا تا زندگی قائم رہتا ہے۔ بعض دفعہ کریر جیسے درخت
پر اتنے شکر خورے جمع ہوتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا سخت
مشکل ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی شکر خورہ دو لمحوں
کے لئے ایک ہی جگہ چپ چاپ نہیں بیٹھتا۔

ہندوستان میں شکر خورے کی کئی قسمیں پائی جاتی ہیں
لیکن جس شکر خورے کا حلیہ اوپر بیان کیا گیا ہے وہ پنجاب

میں عام ملتا ہے۔

شکرخورے اپنے گھونسلے موسم سرما میں بناتے ہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ شکرخوروں کا گھونسلہ ایک نہایت ہی حیرت انگیز گھونسلہ ہے۔ گھونسلہ بنانے میں نر بالکل حصّہ نہیں لیتا۔ یہ صرف مادہ کی محنت سے تیار ہوتا ہے۔ گھونسلہ درخت کی ٹہنی سے لٹکتا رہتا ہے۔ مادہ اس کے اندر ایک یا دو انڈے دیتی ہے ۔

دھیال

THE MAGPIE ROBIN

خوبصورت دھیال سبزہ زاروں اور باغوں میں عام ملتا ہے۔ قد میں یہ پرندہ بلبل سے بڑا ہوتا ہے۔ نر کا رنگ مادہ کے رنگ سے مختلف ہوتا ہے۔ نر کا سر گردن سینے کا کچھ حصّہ اور کمر چمکیلے سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ پیٹ وغیرہ کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ سیاہ بازؤں کے اوپر ایک سفید رنگ کی دھاری نظر آتی ہے۔ دُم کے درمیانی چند پر سیاہ لیکن باقی سب پر سفید ہوتے ہیں۔ مادہ پرندے کا رنگ چمکیلا سیاہ ہونے کی بجائے گہرا بھوسلا ہوتا ہے۔ اس کے بازؤں اور دُم پر نر کی طرح سفیدی موجود ہوتی ہے۔

دھیال باغات میں عام ملتا ہے۔ اس کی دُم عام پرندوں

کی دُم کی طرح نیچے کو نہیں رہتی بلکہ اپنی دُم کو یہ پرندہ کچھ اُونچا اُٹھائے رکھتا ہے۔ زمین پر یا کسی ٹہنی پہ بیٹھے ہوئے دھیال اپنی دُم کو ہمیشہ اُونچا کر کے پھیلائے رکھتا ہے۔ دُم کے سفید اور سیاہ پر بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ دھیال کے بانکپن کا کیا ذکر کریں اگر آپ اس کو ایکدفعہ دیکھ پائیں تو دیکھتے دیکھتے آپ کی طبیعت سیر نہ ہو۔

دھیال پنجاب کے سرسبز میدانوں کے علاوہ ہمالیہ پہاڑ کے اندر چار ہزار اور کبھی کبھی چھ ہزار فٹ کی بلندی تک ملتا ہے۔ سندھ راجپوتانہ اور پنجاب کے گرم خشک علاقوں میں نہیں ملتا۔ بہت گھنے جنگل اور ریگستان اسے ناپسند ہیں۔ دھیال باغات میں درختوں کے سائے کے نیچے زمین پر پھدکتا پھرتا ہے۔ گاہے گاہے چھوٹے چھوٹے درختوں کی ٹہنیوں میں بیٹھکر نہایت سُریلی آواز سے گانا شروع کرتا ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ دھیال دُنیا کے بہترین گانیوالے پرندوں میں سے ہے۔ باقی گانیوالے پرندوں کی طرح دھیال سارا سال گاتا نہیں رہتا۔ شروع سردیوں میں بالکل چپ چاپ رہتا ہے۔ لیکن مارچ کے مہینے موسم بہار میں کوئی بھی باغ اس کے سریلے ترانوں سے خالی نہیں رہتا۔ اگر آپ کو پیشتر ازیں دھیال سے واقفیت

نہ تھی تو غالباً اِس بیان کو پڑھنے کے بعد آپ کے دل میں اس پرندے کو دیکھنے کی خواہش ضرور پیدا ہوئی ہو گی ۔ اب کے باغ کی سیر کرتے ہوئے درختوں کے ٹھنڈے سائے میں کوئی نہ کوئی دھیال آپ کو ضرور دکھائی دے گا۔

دھیال اکثر کیڑے مکوڑے اور تھوڑی سی سبزی ترکاری کھاتا ہے ۔ کیڑوں کی تلاش میں اپنا بہت سا وقت سطح زمین پر ہی صرف کرتا ہے ۔ دھیال کبھی کبھی کینچوے بھی کھا لیتا ہے ۔

آپ شاید پوچھیں گے کہ دھیال صرف موسم بہار میں ہی کیوں گاتا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ ان دنوں اِس کے انڈے بچے دینے کا موسم ہوتا ہے ۔ نر دھیال جوش جوانی میں پھولا نہیں سماتا ۔ اس کے جوش جوانی کا کچھ حصّہ گانے کی شکل اختیار کرتا ہے اور دھیال کے ترانوں سے باغ کا کونہ کونہ گونج اُٹھتا ہے ۔

گھونسلہ بنانے کے لئے دھیال کوئی بنا بنایا سوراخ تلاش کرتے ہیں ۔ یہ سوراخ کبھی کبھی تو درختوں کے تنے میں واقع ہوتا ہے ۔ دھیال اکثر مکانوں کے سوراخوں میں بھی گھونسلے بنا لیتے ہیں ۔ اِس سوراخ میں گھاس پھوس اور ملائم پروں کو جمع کرنے کے بعد مادہ پانچ تک سبزی مائل انڈے دیتی ہے ۔

ہریل یا ہریال

THE GREENBEE-EATER

اس ننھے پرندے کا قد چڑیا جتنا ہی ہوتا ہے ۔ اس کے جسم کا رنگ سر بسر سبز ہوتا ہے لیکن گردن اور ٹھوڑی نیلی جھلک مارتی ہیں ۔ اس کی نازک چونچ سیاہ لمبی اور خمدار ہوتی ہے ۔ اس کے پاؤں بھی بہت نازک ہوتے ہیں ۔ اس کی دُم کے دو درمیانی پر باقی پروں سے دور تک بڑھے ہوئے ہوتے ہیں ۔ ان پروں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے ۔ ان بڑھے ہوئے سیاہ پروں کے سبب یہ پرندہ نہایت آسانی سے پہچانا جاتا ہے ۔ یہ پرندہ موسم کے تغیر و تبدل کے ساتھ نقل مکان کرتا ہے ۔ لیکن اس کی نقل و حرکت کے متعلق تا حال واقفیت مکمل نہیں ہوئی

پنجاب میں ہریالیں مارچ کے مہینے میں پہنچ جاتی ہیں۔

ہریال گھنے جنگلوں اور زیادہ بارش والے علاقوں کو پسند نہیں کرتی۔ کھلے میدانوں اور کھیتوں کو پسند کرتی ہے۔ اکثر ریگستانی علاقوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ ہریال ہندوستان کے نہایت خوبصورت اور مشہور پرندوں میں سے ہے۔ اس کا خوشنما سبز رنگ فوراً توجہ کو کھینچتا ہے۔

ہریال برقی تاروں اور چھوٹے چھوٹے درختوں کے اوپر بیٹھی رہتی ہے۔ بیٹھنے کے لئے اکثر ایسی جگہ تلاش کرتی ہے جہاں سے ہوا میں اُڑتی ہوئی مکھیاں اور دیگر کیڑے بآسانی دکھائی دے سکیں۔ جونہی کوئی مکھی یا کیڑا اُڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے ہریال جھٹ اُڑکر اُسے دبوچ لیتی ہے۔ کیڑے کو چونچ میں پکڑ کر اپنی ٹہنی پر واپس آتی ہے اور بیٹھنے کے بعد مکھی کو نگل جاتی ہے۔ ہریال ہمیشہ ہوا میں اُڑتے ہوئے کیڑوں کو پکڑتی ہے۔ زمین کی سطح پر چلنے والے کیڑوں کو نہیں کھاتی۔

ہریالیں عموماً اکٹھی گروہوں میں رہتی ہیں۔ رات کے وقت دو تین سو اکٹھی ایک ہی درخت پر بسیرا کرتی ہیں۔

ہریالیں پنجاب میں پہنچتے ہی گھونسلے بنانے شروع

کرتی ہیں۔ ان کے انڈے بچے دینے کا موسم مارچ سے
جون تک ہے۔ یہ ہمیشہ زمین میں گھونسلے بناتی ہیں۔ گھونسلے بنانے کی
خاطر بہت سی ہریالیں کسی بند کو تلاش کرتی ہیں۔ ہر ایک
جوڑا اپنا اپنا گھونسلہ بناتا ہے۔ ان کا گھونسلہ ایک گہرا
سُوراخ ہوتا ہے۔ گھونسلے کا دروازہ گول اور اُس کی گہرائی
پانچ فٹ تک ہوتی ہے۔ اس کو نر اور مادہ دونوں مل کر
کھودتے ہیں۔ اس کے اندر پھوس وغیرہ جمع نہیں کرتے
سوراخ کی تہ پر مادہ تین سے پانچ تک انڈے دیتی ہے۔
انڈے تقریبًا گول ہوتے ہیں۔ اور ان کا رنگ بالکل سفید
ہوتا ہے۔ لارنس گارڈن لاہور کے ٹیلوں میں ہریالیں
ہر سال کئی گھونسلے بناتی ہیں۔

مہوک

THE CROW PHEASANT

اِس پرندے کا قد لگ بھگ کوّے جتنا ہوتا ہے۔ لیکن اس کی دُم کوّے کی دُم سے بہت لمبی ہوتی ہے۔ اس کا سر گردن دُم اور سینہ سیاہ ہوتے ہیں۔ بازوؤں کا رنگ خوشنما نصواری ہوتا ہے۔ چونچ اور پاؤں سیاہ ہوتے ہیں۔ آنکھوں کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ نصواری بازوؤں اور لمبی سیاہ دُم کے باعث یہ پرندہ آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔

مہوک گھنے جنگلوں میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ کھیتوں باغوں اور چراگاہوں میں رہتا ہے۔ لاہور کے لارنس گارڈن میں کئی مہوک دیکھے جا سکتے ہیں۔ مہوک کھیتوں

میں یا باغوں میں ہری ہری گھاس پر آہستہ آہستہ چلتا ہے اور طرح طرح کے کیڑے مکوڑے مثلاً بھڑیں سنڈیاں ٹڈے مکڑی چھپکلیاں اور کبھی کبھی سانپ بھی پکڑ لیتا ہے۔ دوسرے پرندوں کے انڈوں بچوں کو بھی اکثر کھا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص قریب آجائے تو اُڑ کر پاس کے درختوں کی ٹہنیوں میں پناہ لیتا ہے۔ موہک سویرے ہی سورج نکلنے سے پہلے پہلے کیڑوں کی تلاش میں گھاس پر چلتا ہوا دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کی چال نہایت بانکی ہوتی ہے۔ لیکن جس وقت کوئی شکار نظر آجائے تو بانکپن بھول جاتا ہے۔ اور تیزی سے اُسے دبوچنے کی کوشش کرتا ہے۔ سانپ کھانے کا شوقین ہونے کے سبب یہ پرندہ بہت مفید ہے۔ جس باغ میں چند موہک رہتے ہوں وہاں سانپ بہت کم ہوتے ہیں +

موہک گو کوئل کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے لیکن کوئل کی طرح دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے نہیں دیتا۔ اپنا گھونسلہ بنا کر باعزت اشخاص کی طرح خود اپنے بچوں کو پالتا ہے۔ موہک موسم برسات میں انڈے بچے دیتے ہیں۔ موہک درختوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ مادہ تین چار انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ سفید

ہوتا ہے۔ ان کے خول کے اوپر موتیا سے رنگ کا روغن ہوتا ہے۔ یہ روغن آسانی سے اُتر جاتا ہے +
کئی لوگوں کا خیال ہے کہ موہک کا گوشت تپ دق کے مریض کے لئے مفید ہوتا ہے۔ غریب لوگ اسے کبھی کبھی مار کر کھاتے ہیں +

ست بھائی (پنجابی) اسیڑھ

THE SEVEN SISTERS

یہ پرندہ قد میں فاختہ سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔ اس کی دُم بھی فاختہ کی دُم سے لمبی ہوتی ہے۔ اس کا رنگ ٹمیالا ہوتا ہے آنکھوں اور چونچ کا رنگ شوخ زرد لیکن پاؤں کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے۔ یہ پرندے اکثر چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ست بھائی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ٹولی میں سات پرندے ہی ہوں۔ ٹولی کے پرندوں کی تعداد کم و بیش ہو سکتی ہے۔ ست بھائی سارے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ مختلف علاقوں میں ان کے جسم کے رنگ میں کچھ فرق نظر آتا ہے۔ پرندوں کے ماہران ان کو تین جماعتوں

میں منقسم کرتے ہیں۔ جو ست بھائی پنجاب میں ملتے ہیں اُن کا رنگ ہلکا مٹیالا ہوتا ہے۔ باقی شمالی ہندوستان میں جو ست بھائی ملتے ہیں ان کا رنگ ذرا گہرا ہوتا ہے۔ دکن میں رہنے والے رت بھائیوں کا رنگ اور بھی گہرا ہوتا ہے ؛

یہ پرندے ہمالیہ پہاڑ میں پانچ ہزار فٹ کی بلندی تک پائے جاتے ہیں۔ سندھ اور راجپوتانے کے ریگستانوں میں نہیں ملتے ؛ پنجاب میں کوئی باغ اور کوئی کھیت ان پرندوں سے خالی نہیں۔ یہ پرندے ایک دوسرے کی صحبت کے از حد شائق ہیں۔ خوشی اور غم کے وقت ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی ترمتی یا شکرا ان میں سے ایک کو پکڑ لیوے تو باقی سب جھنجھلا کر اُس کے گلے کا ہار ہو جاتے ہیں اور شکاری کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ آخر شکاری شکار کو چھوڑ کر رفو چکّر ہوتا ہے۔ ایک صاحب اپنا چشم دید واقع یوں بیان کرتے ہیں:۔

"جونہی شکرے نے ایک سیڑھ کو پکڑا باقی پر پھیلا کر شکرے پر ٹوٹ پڑیں۔ سب نے اُس کو چونچیں مارنا شروع کیا۔ آخر شکرے کو پیٹھ کے بل پچھاڑ دیا۔ ناچار شکرے نے سیڑھ کو چھوڑ دیا اور بمشکل پیچھا چھڑا کر بھاگا" ؛

یہ پرندے اپنا بہت سا وقت سطح زمین پر ہی صرف کرتے ہیں۔ درختوں کے نیچے مردہ پتّے اکثر گرے رہتے ہیں۔ ست بھائی نہایت استقلال سے ان پتّوں کو اُلٹتے پلٹتے ہیں۔ نیچے سے جو کیڑے مکوڑے اور سنڈیاں وغیرہ نکلیں اُن کو کھا جاتے ہیں۔ پتّوں کو اُلٹنے کے دوران میں ست بھائی زمین کے اوپر پھُدکتے رہتے ہیں ان کی چڑچڑاہٹ بھی نرالی ہے۔ شاید آپس میں سلسلۂ گفتگو ہر وقت جاری رکھتے ہیں۔ ایسے وقت ست بھائی نہایت خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی انسان قریب آجائے تو سب ایک دوسرے کے پیچھے درختوں کی ٹہنیوں اور پتّوں میں گھس جاتے ہیں اور خوب شور مچاتے ہیں۔ ان کے شور و غل سے یہ نہ سمجھ لینا کہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ تو صرف ان کی ایک ادا ہے۔ غصّہ اور لڑائی ان کے پاس تک نہیں پھٹکتے۔ انسان کو ان پرندوں سے اتفاق اور محبت کا سبق سیکھنا چاہیئے۔

ست بھائی دور تک اور دیر تک اُڑنے کے ناقابل ہوتے ہیں۔ ان کے پرواز میں بلندی نہیں ہوتی۔ ست بھائی ایک درخت کی ٹہنیوں سے اُڑ کر پاس والے ہی درخت کی ٹہنیوں میں جا بیٹھتے ہیں۔ یہ عموماً ایک دوسرے

کے پیچھے پیچھے ہی اُڑتے ہیں ۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ست بھائی ٹولیوں میں رہتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ انڈے بچے دینے کے موسم میں ہر ایک جوڑا اپنا اپنا الگ گھونسلہ تعمیر کرتا ہے۔ ان کا انڈے بچے دینے کا موسم مارچ سے ستمبر تک ہے۔ ہر ایک جوڑا اپنا گھونسلہ کسی گھنی جھاڑی میں بناتا ہے۔ یہ پرندے اکثر کانٹے دار جھاڑیوں کو پسند کرتے ہیں گھونسلہ بنانے میں گھاس کے تنکے اور جڑیں وغیرہ استعمال میں لائی جاتی ہیں۔ گھونسلے کے اندر کی طرف ملائم جڑوں اور بالوں کا استر ہوتا ہے۔ مادہ تین یا چار انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ سبزی مائل نیلا ہوتا ہے۔ ان کے اوپر داغ دھبے نہیں ہوتے۔ کوئل کی قسم کے پرندے ست بھائیوں کے گھونسلوں میں انڈے دے جاتے ہیں ان پرندوں کے انڈوں اور ست بھائیوں کے انڈوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا ۔

کوئل

THE KOEL

کون شخص ہے جو کوئل کی کُون کُون سے واقف نہیں۔ موسم بہار میں کوئل کی آواز دل کو خوب لبھاتی ہے۔ کوئل اُن پرندوں میں سے ہے جو اپنا سارا وقت درختوں اور ان کی ٹہنیوں میں ہی گذارتے ہیں۔ کبھی بھی زمین پر نہیں اترتے۔ اِسی لئے گو بہت سے اشخاص کوئل کی آواز سے تو بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ لیکن اِس کی شکل و صورت سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

کوئل سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ البتہ سندھ میں کم ملتی ہے۔ ہمالیہ پہاڑ میں بالکل نہیں ہوتی۔ نر اور مادہ کوئل کے رنگ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ نر

قد و قامت میں کوّے جتنا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ سیاہ اور چمکیلا ہوتا ہے۔ اس کی چونچ سبز اور دُم کوّے کی دُم سے لمبی ہوتی ہے۔ مادہ کوئل کا رنگ گہرا بھوسلا ہوتا ہے اس کے جسم پر جا بجا سفید دھبے ہوتے ہیں۔ چھاتی اور دُم کے اوپر سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ نر اور مادہ دونوں کے پاؤں کی پہلی اور چوتھی انگلی پیچھے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں دونوں کی آنکھیں سُرخ ہوتی ہیں۔ کوئل باغوں کو بہت پسند کرتی ہے۔ درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں میں چھپی رہتی ہے۔ ان ہی درختوں کے پھلوں کو کھاتی ہے۔ بڑ پیپل اور دیگر ایسے ہی درختوں کی گولیں کھا کر پیٹ کو بھرتی ہے۔ گاہے گاہے۔ گھونگے وغیرہ کو بھی کھا لیتی ہے۔

موسم بہار اور موسم گرما میں کوئل کی سریلی آواز علی الصباح نیند میں مدہوش انسان کو بیدار کرتی ہے۔ جوں جوں گرمی کا زور بڑھتا ہے کوئل بھی دن بدن زیادہ جوش سے گاتی ہے۔ اس پُرجوش گانے کی کیا وجہ ہے۔ اس موسم میں کوئل انڈے دیتی ہے۔ انڈے بچے دینے کے موسم میں عام پرندے بہت جوش و خروش کا اظہار کرتے ہیں۔ کوئل کا گانا بھی اسی بات کی علامت ہے کوّے کوئل سے سخت دشمنی رکھتے ہیں۔ جہاں کہیں

کوئل مل جائے کوّے اُس کا خوب تعاقب کرتے ہیں شاید
کوّوں کو اس بات کا علم ہے کہ کوئل ان سے وفا بازی کرتی
ہے۔ کوئل خانہ داری کی ذمہ داریوں سے گریز کرتی ہے۔
کوئل اپنا گھونسلہ نہیں بناتی. اس لئے مادہ کوئل کوّوں کے
گھونسلوں میں انڈے دیتی ہے۔ دونوں نر اور مادہ کوّوں
کے کسی گھونسلے کو تاڑ رکھتے ہیں۔ جب مادہ نے انڈہ دینا
ہوتا ہے تو نر کوّوں کے گھونسلے کے پاس سے اُڑتا ہوًا
گزرتا ہے۔ کوّے اُس کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو جاتے
ہیں اور نر کوئل کا تعاقب کرنا شروع کرتے ہیں۔ مادہ
کوئل جب گھونسلے کو خالی دیکھتی ہے تو چپکے چپکے وہاں
پہنچتی ہے۔ وہاں سے کوّوں کا ایک انڈہ چونچ میں اٹھالیتی ہے۔ اسکی
بجائے وہاں خود ایک انڈہ دیتی ہے۔ انڈہ دینے کے بعد
اُڑ جاتی ہے۔ کوّوں کا جو انڈہ اُن کے گھونسلے سے اُٹھاتی
ہے اُسے کچھ دور جاکر توڑ کر کھا لیتی ہے۔ نر کوّوں کو دور
تک لے جاتا ہے۔ جب یہ دیکھتا ہے کہ کوّے گھونسلے سے
بہت دور آ گئے ہیں اور ان کے واپس جانے تک مادہ
وہاں انڈہ دے کر رفوچکر ہو چکی ہوگی تو خود کسی درخت کی
گھنی ٹہنیوں میں گھس جاتا ہے۔ درخت کی ٹہنیوں میں
کوے بھی گھس جاتے ہیں لیکن کوئل زیادہ ہوشیار ہونے کی وجہ سے

کوّوں سے جلد ہی پیچھا چھڑا لیتا ہے۔ اس اثنا میں مادہ کوّوں کے گھونسلے میں انڈہ دے کر فارغ ہو چکی ہے۔ پھر نر اور مادہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر مادہ کوئل کوّوں کے گھونسلے میں انڈہ دیتی ہوئی کوّوں کے قابو آ جائے تو کوّے اُسے جان سے مار دیتے ہیں۔

کوئل ہی ایک ایسا پرندہ ہے جو کوّے جیسے چالاک اور موذی پرندے کو دھوکا دے سکتا ہے۔ کوئل کے انڈے کوّوں کے انڈوں سے کسی قدر ملتے جلتے ہیں۔ لیکن یہ کوّوں کے انڈوں سے کسی قدر چھوٹے ہوتے ہیں۔ کوّوں کے ایک ہی گھونسلے میں کوئل کے دو تین یا کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ انڈے دیکھے گئے ہیں۔ کوّے اپنے اور کوئل کے انڈوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔ جب بچّے انڈوں سے نکل آتے ہیں تو اپنے بچوں کے ہمراہ کوّے کوئل کے بچوں کو بھی پالتے پھرتے ہیں۔ کوّے اپنے اور کوئل کے بچوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔ جب کوئل کے بچے ذرا ہوشیار ہو جاتے ہیں تو سوتیلے ماں باپ کو خیرباد کہتے ہیں۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ کوئل جس گھونسلے میں انڈے دے چکی ہو اُس کو دیکھتی رہتی ہے اور جب اُس کے بچے سوتیلے ماں باپ سے الگ ہوتے ہیں تو کوئل اُن کو خود کھانا کھلاتی ہے۔ لیکن یہ بات

دراصل غلط ہے ۔

کوئل نقل مکان کرنے والے پرندوں میں سے ہے موسم سرما میں کوئل پنجاب کے میدانوں میں نہیں ملتی۔ ان دنوں یہ دکن کو چلی جاتی ہے ۔

یہ تو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ کوئل خانہ داری کی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے کوّوں کے گھونسلوں میں انڈے دے آتی ہے اور خود آزاد رہتی ہے ۔ انگلستان میں بھی کوئل پائی جاتی ہے ۔ اور وہاں بھی یہ اور پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے دیتی ہے ۔ انگلستان میں یہ معاملہ دیر تک زیر بحث رہا ہے ۔ بعض حضرات کا قیاس تھا کہ کوئل انڈہ تو باہر دیتی ہے ۔ لیکن اسے اٹھا کر دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں رکھ آتی ہے ۔ چند حضرات یہ کہتے تھے کہ کوئل ہمیشہ غیروں کے گھونسلے کے اندر ہی انڈے دیتی ہے ۔ بعض یہ کہتے تھے کہ کوئل ان دونوں طریقوں کو گاہے گاہے حسب ضرورت کام میں لاتی ہے حال ہی میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں اس معاملے پر خوب اچھی طرح روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے ۔ کہ کوئل ہمیشہ ہی براہ راست دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے دیتی ہے ۔ اپنے انڈے

کو چونچ میں اُٹھا کر کبھی بھی غیروں کے گھونسلے میں چھوڑنے کو نہیں جاتی۔ اِس کتاب نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ کئی اصحاب نے مصنف سے سوال کیا کہ کوئل کے انڈے بعض چھوٹے چھوٹے گھونسلوں میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے چھوٹے گھونسلوں میں کوئل انڈے دینے کے لئے داخل نہیں ہو سکتی۔ اگر انڈوں کو چونچ میں اُٹھا وہاں نہیں چھوڑتی تو انڈے وہاں کیسے پہنچ جاتے ہیں؟ یہ سُوال واقعی مہمل نہ تھا۔ اِس سوال کا تسلی بخش جواب دینے کے لئے مصنف نے سنیما فلم (CINEMA FILM) کی مدد لی۔ اِس سینما فلم میں کوئل کی تمام حرکات کے فوٹو لئے گئے۔ اِس میں دکھایا گیا کہ کوئل کیسے غیروں کے گھونسلے تک پہنچتی ہے۔ وہاں سے ایک انڈہ کیسے چُراتی ہے۔ خود وہاں انڈہ دیکر چُرائے ہوئے انڈے کو لے کر کس طرح رفو چکر ہوتی ہے۔ اِس فلم کے ذریعے معلوم ہُوا کہ کوئل ہمیشہ ہی غیروں کے گھونسلوں میں براہِ راست انڈے دیتی ہے۔ اپنے انڈے کو چونچ میں اُٹھا کر وہاں رکھنے کو نہیں جاتی۔

انگلستان میں جن چھوٹے چھوٹے اور نازک گھونسلوں میں کوئل کے انڈے پائے جاتے ہیں۔ کوئل ان کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہاں انڈہ دینے کے وقت گھونسلے

کے دروازے کو پنجوں کے ساتھ مضبوط پکڑ لیتی ہے۔ اور گھونسلے کے دروازے میں ہی انڈہ دے دیتی ہے۔ انڈہ لڑھک کر اپنی موزوں جگہ پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ نظارہ بہت سے محتاط حضرات نے دیکھا ہے۔ اور اوپر والی فلم کے بننے کے بعد اب شک کی ہرگز گنجائش نہیں۔

کوئل انڈے دینے کے ایام میں ہر روز انڈہ نہیں دیتی بلکہ ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن انڈہ دیتی ہے۔ جس گھونسلے میں انڈہ دینا مطلوب ہو اُس کو پہلے سے ہی تاڑ رکھتی ہے۔ جس دن انڈہ دینا ہو کوئل اُس دن کسی شاخ پر چپ چاپ بیٹھی رہتی ہے۔ جب انڈہ دینے کا وقت قریب آتا ہے تو شاخ سے اُڑ کر اُس گھونسلے پر پہنچتی ہے۔ وہاں پہنچتے ہی گھونسلے میں سے ایک انڈہ چونچ میں اُٹھا لیتی ہے۔ اور آناً فاناً خود وہاں ایک انڈہ دے دیتی ہے۔ اِس عمل کو صرف دس سیکنڈز (SECONDS) لگتے ہیں۔ انڈہ دینے کے بعد کوئل وہاں سے اُڑتی ہے اور کسی محفوظ نشست پر بیٹھ کر چُرا لئے ہوئے انڈے کو کھا لیتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کوئل غیروں کے گھونسلے میں انڈے دینے کے بعد لاپرواہی سے کام نہیں لیتی بلکہ اُس گھونسلے کو تاڑتی رہتی ہے۔ اگر اِس

گھونسلے میں انڈے پرورش پاتے رہیں اور بچے نکل آنے کی امید ہو تو ہر ایک کوئل صرف پانچ ہی انڈے دینے پر اکتفا کرتی ہے۔ لیکن اگر ان گھونسلوں میں سے انڈے اُٹھا لئے جائیں تو کوئل اَوْر انڈے دیتی ہے۔ جب تک انڈوں سے بچوں کے نکلنے کی خاطر خواہ امید نہ ہو جائے۔ تب تک انڈے دینے بند نہیں کرتی۔

کوئل کے انڈوں کو صرف ۱۴ دن تک سینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس عرصے کے بعد انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ بعض دفعہ کوئل کے بچے سوتیلے ماں باپ کے بچوں سے پہلے ہی انڈوں سے نکل آتے ہیں۔ سوتیلے ماں باپ کے اس وقت تک گھونسلے میں انڈے ہی پڑے ہوتے ہیں کوئل کے نوزائیدہ بچے کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ یہ بچہ پہلے دن تو بالکل بے بس ہوتا ہے۔ اس دن اس کو اپنے اڑوس پڑوس کی ہوش تک نہیں ہوتی۔ دو تین دن میں یہ بہت چست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ گھونسلے میں دوسرے انڈے یا بچے جو بھی ہوں ان کو کسی طرح باہر نکال دے۔ جب گھونسلے میں انڈے ہوں تو اسے بہت تکلیف نہیں ہوتی۔ اپنی پیٹھ پر انڈوں کو اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینک دیتا ہے اور سوتیلے ماں باپ

جتنی غذا جمع کر کے لاتے ہیں اُسے ہڑپ کر لیتا ہے۔ جب گھونسلے میں سوتیلے ماں باپ کے بچے ہوں تو اِسے ذرا تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں کوئل کا بچہ اپنے سر کو گھونسلے کے پیندے کے قریب کر کے سوتیلے بھائی بہنوں کو پیٹھ پر اُٹھا لیتا ہے پھر کھڑا ہو کر اپنے ننھے بازؤں کو زور سے پھڑکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بچے گھونسلے سے باہر نیچے گر جاتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر یہ بچے کوئل کے بچے سے بڑے بھی ہوں تو بھی کوئل کا بچہ ان کو گھونسلے سے باہر گرانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ بعض دفعہ سوتیلے ماں باپ کے بچے بھی بچ رہتے ہیں۔ سوتیلے ماں باپ باہر سے غذا وغیرہ جمع کر کے لاتے رہتے ہیں۔ کوئل کا بچہ بھی اپنا حصّہ بانٹ لیتا ہے۔ دس دن تک اِس کے پر نکل آتے ہیں۔ تب یہ اُڑنا شروع کرتا ہے۔ سوتیلے ماں باپ بھی اِس کے ساتھ ساتھ اُڑتے رہتے ہیں۔ اور غذا جمع کر کے اس کے مُنہ میں ڈالتے رہتے ہیں۔ آخر جب یہ بچہ ہوش سنبھال لیتا ہے تو اِن سوتیلے ماں باپ سے الگ ہوتا ہے۔

بیا

THE BAYA

اس پرندے کا قد عام چڑیا جتنا ہی ہوتا ہے۔ نر کا رنگ موسم کے ساتھ بدلتا ہے۔ موسمِ گرما میں جب انڈے بچے دینے کے دن ہوتے ہیں تو نر کا رنگ بہت خوشنما ہوتا ہے۔ موسم سرما میں نر اور مادہ کا رنگ ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ موسمِ گرما میں نر کے سر کے پہلو اور گردن کے اوپر کا حصّہ سیاہی مائل بھوسلے ہوتے ہیں۔ باقی سر اور سینے کا رنگ شوخ زرد ہوتا ہے۔ بازو کمر اور دُم بھوسلے ہوتے ہیں۔ سردیوں میں ان پرندوں کے رنگ کی شوخی غائب ہو جاتی ہے۔ ان دنوں نر اور مادہ دونوں بھوسلے دکھائی دیتے ہیں۔ اور عام لوگ ان پرندوں کے گروہ کو چڑیوں کا گروہ

سمجھ کر توجہ نہیں دیتے ۔

بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے اور بہت لوگ اُس کے گھونسلے سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن گھونسلے کے بنانے والوں سے آشنا نہیں ہوتے ۔ یہ پرندے اکثر گروہوں میں رہتے ہیں ۔ بیا ایسے میدانوں کو جہاں کاشتکاری عام ہو اور کیکر کے درخت زیادہ ہوں بہت پسند کرتا ہے ۔ بیا اناج اور بیج کھاتا ہے ۔ لیکن اِس نقصان کے عوضانے میں کسان کو فائدہ بھی پہنچاتا ہے ۔ یعنی سنڈیاں ٹڈے اور کئی اور قسم کے کیڑے کھیتوں میں سے کھاتا رہتا ہے ۔ اور کسان کے کھیت کو ان کے زیان سے بچاتا ہے ۔

ان پرندوں کے عجیب وغریب گھونسلے ہندوستان کے میدانوں کی شان کو دوبالا کرتے ہیں ۔ بیا موسم گرما میں گھونسلہ بناتا ہے ۔ بہت سے بیئے نہ صرف اکٹھے چگتے اور کھیلتے ہی ہیں بلکہ اپنے گھونسلے بھی نزدیک نزدیک ہی بناتے ہیں ۔ عام پرندوں کی طرح بیا دشمنوں سے ڈر کے مارے اپنے گھونسلے کو چھپانے کی ہرگز کوشش نہیں کرتا ۔ نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ کھلے میدان میں گھونسلہ بناتا ہے لیکن پھر بھی کیا مجال کہ کوئی دشمن قریب پھٹک سکے ۔

بہت سے بیئے ایک ہی درخت کی مختلف ٹہنیوں سے اپنے گھونسلوں کو لٹکاتے ہیں۔ دس بارہ گھونسلے ایک ہی درخت سے لٹکتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ رنگون (ملک برہما) میں بہت سے بیوں نے ایک دفعہ ایک رہائشی مکان کی چھت سے کئی گھونسلے لٹکا رکھے تھے۔

درخت کی موزوں سی ٹہنی انتخاب کرنے کے بعد نر اور مادہ نہایت اتفاق سے کام کرتے ہیں۔ گھونسلے کو بنانے کے لئے درختوں کے پتوں کو استعمال کرتے ہیں اکثر گھاس جوار کیلا یا ناریل کے پتوں کو کام میں لاتے ہیں۔ بیا اپنی چونچ کے ساتھ ناریل یا کیلے کے پتے کے کنارے کے قریب ایک شگاف لگاتا ہے۔ پھر اس حصے کو چونچ میں دبا کر خوب زور سے کھینچتا ہے تو پتے کا ایک لمبا لیکن تنگ سا حصہ توڑ کر الگ کرتا ہے۔ یہ حصہ بالکل سوت کے دھاگے کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ ایسے کئی ریشوں کو انتخاب شدہ ٹہنی سے لٹکا کر آپس میں بل دیکر ایک رسی تیار کی جاتی ہے۔ اس رسی کی لمبائی ایک فٹ تک ہو سکتی ہے۔ جب یہ رسی تیار ہو جاتی ہے تو اس کے نچلے سرے پر اور ریشوں کو بن کر نر اور مادہ ایک ٹوپی

سی تیار کرتے ہیں ۔ پھر ایک لمبا سا ریشہ لاکر اِس ٹوپی
سے اس طرح لگاتے ہیں جیسے بچوں کی ٹوپی کو ہوا سے
اُڑ جانے سے بچانے کی خاطر فیتہ لگایا جاتا ہے ۔ اِس
ریشے پر بیٹھ کر پرندے دیکھ لیتے ہیں کہ گھونسلہ ٹھیک
طرح جھول سکتا ہے یا کہ نہیں ۔ اگر جھولنے میں کوئی نقص
ہو تو پرندے باہر سے مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیلے لاکر
جس طرف ضرورت ہو لگاتے ہیں ۔ اِن ڈھیلوں کے بوجھ
سے گھونسلہ خوب اچھی طرح جھول سکتا ہے ۔ اِس کے بعد
مادہ اس نامکمل گھونسلے کے اندر بیٹھی رہتی ہے اور نر باہر
سے پتوں کے ریشے لاتا رہتا ہے دونوں مل کر گھونسلے کو بُنتے
ہیں ۔ نر باہر کی طرف سے ریشے کے سرے کو اندر بیٹھی
ہوئی مادہ کو پکڑا دیتا ہے ۔ مادہ اِسی ریشے کو نر کو پکڑا دیتی
ہے ۔ اِسی طرح بُنتے بُنتے بئے ایک گول لیکن فراخ گھونسلہ
بناتے ہیں ۔ گھونسلے کے نچلی طرف ایک سوراخ رکھتے
ہیں یہ سوراخ دروازے کا کام دیتا ہے ۔ بعض حضرات اِس
گھونسلے کو اُلٹی لٹکتی ہوئی بوتل سے مشابہت دیتے ہیں ؟
اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ مٹی کے جو ڈھیلے بئے
کے گھونسلے کے اندر ملتے ہیں وہ پاسنگ کا کام دیتے ہیں
اس دلیل کے برعکس عام لوگوں میں روایت ہے کہ بیا

جگنو پکڑ لاتا ہے۔ جگنو کو لاکر مٹی کے ڈھیلے کے اوپر رکھ
دیتا ہے۔ اور اس جگنو سے اپنے گھر کو روشن کرتا ہے ۔
اِس گھونسلے کے اندر مادہ اکثر دو لیکن بعض دفعہ تین
یا چار انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ سفید ہوتا ہے۔
بیئے کو قدرتی طور پر ہی بُننے کا شوق ہے۔ جب مادہ بیٹھی
ہوئی انڈوں کو سہ رہی ہو تو نر پتوں کے نئے ریشے لاکر
گھونسلے کے ساتھ بُنتا رہتا ہے ۔ ایک صاحب لکھتے ہیں
کہ انسان کی قید میں بھی اگر اس پرندے کو کافی کشادہ جگہ
نصیب ہو جائے تو وہاں بھی پنجرے کے اندر ہی گھونسلہ بنانا
شروع کرتا ہے ۔

چونکہ بیا ایسا عجیب و غریب گھونسلہ بنانا جانتا ہے۔
اس لئے اِس پرندے کو بہت سمجھدار خیال کیا جاتا ہے۔
کئی لوگ بیئے کو پکڑ کر اسے طرح طرح کی کھیلیں اور تماشے
کرنا سکھاتے ہیں۔ اگر بیئے کو چھوٹی عمر میں پکڑ لیا جائے تو
جو بھی کام چاہیں سیکھ جاتا ہے۔ ایک شخص نے اپنے بیئے
کو خوب سکھا رکھا تھا۔ یہ بیا اپنی چونچ میں ایک الائچی
کو اٹھا لیتا تھا۔ پھر اس کا مالک حاضرین میں سے جس
شخص کی طرف اشارہ کرتا بیا اُڑ کر الائچی کو اُس شخص کے
مُنہ میں دے آتا تھا۔ کئی لوگ بیئے کو ایک ننھی سی توپ

چلانا سکھاتے ہیں۔ اس توپ کے چلنے سے جو آواز اور دھمکا ہوتا ہے اس سے ڈر کر گرد و نواح کے سب کوّے وغیرہ تو اُڑ جاتے ہیں لیکن ننھا سا بیا اپنی بہادری پر نازاں توپ کے پاس ہی ایک طرف کو کھڑا رہتا ہے۔

طوطا

THE PARROT

طوطا اُن پرندوں میں سے ہے جن کو ہندوستان میں لوگ پالتے ہیں اور اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ طوطے کی یہاں اکثر دو ہی قسمیں ملتی ہیں۔ ایک کو کاٹھا کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو راطوطا کہتے ہیں۔ را طوطا کاٹھے سے بڑا ہوتا ہے۔ را طوطے کے بازو کے خم کے قریب ایک سُرخ رتبہ سا دکھائی دیتا ہے۔ اس قسم کے نر طوطے کے گلے میں جوان ہونے پر ایک خوبصورت کنٹھی نمودار ہوتی ہے۔ یہ کنٹھی اُوپر کی طرف سے سُرخ اور نچلی طرف سے سیاہ ہوتی ہے۔ مادہ را طوطے کے کنٹھی نہیں ہوتی۔ کاٹھا طوطا را طوطے سے قد میں ذرا چھوٹا ہوتا ہے اس کے بازو کے خم کے قریب

سُرخ نشان نہیں ہوتا۔ نر کی را طوطے جیسی کنٹھی ہوتی ہے۔
لیکن مادہ کے گلے میں ہلکے سبز رنگ کی کنٹھی ہوتی ہے۔
طوطے کی چونچ اور پاؤں خاص توجہ کے قابل ہیں۔ چونچ
کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ چونچ موٹی اور خاصی گہری ہوتی
ہے۔ چونچ کے اوپر کا حصّہ خم دار اور اُس کی نوک تیز
ہوتی ہے چونچ کا نچلا حصّہ چھوٹا ہوتا ہے۔ طوطے کی
چونچ میں ایک اور خوبی بھی ہے۔ چونچ کے اُوپر کا حصّہ
اُستخوان کے ساتھ اس طرح وابستہ ہوتا ہے جیسے کیواڑ
قبضوں کے ذریعے چوکھٹ میں لگا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ چونچ کا اوپر والا حصّہ نیچے اوپر مڑ سکتا ہے۔ عام
پرندوں کی چونچ میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس چونچ کے
ساتھ طوطا سخت سے سخت چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا
ہے۔ طوطے کی زبان چھوٹی سی لیکن موٹی ہوتی ہے۔ اس
کی زبان چکھنے میں خاص قابلیت رکھتی ہے۔ طوطے کے
ہر دو پاؤں کی چار چار اُنگلیاں ہوتی ہیں۔ ہر ایک پاؤں کی دو اُنگلیاں آگے کو
اور دو پیچھے کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ درختوں پر چڑھنے کے وقت طوطا
پاؤں اور چونچ دونوں سے کام لیتا ہے۔ طوطا پاؤں سے ہاتھوں
کا کام بھی لیتا ہے۔ کھانے کے وقت ایک پاؤں کے بل
کھڑا ہو کر دوسرے پاؤں میں کھانے کی چیزوں کو پکڑ کر

چونچ کے قریب لے جاتا ہے اور کھانا شروع کرتا ہے ۔

دونوں قسم کے طوطے گروہ بنا بنا کر رہتے ہیں۔ عام طور پر کاٹھے طوطوں کی زیادہ تعداد دیکھنے میں آتی ہے۔ ہوا میں اُڑتے ہوئے طوطوں کو اور پرندوں سے تمیز کرنا کچھ مشکل نہیں۔ یہ نہایت تیزی سے اُڑتے ہیں اور اُڑتے ہوئے ٹیں ٹیں کرتے ہیں ۔

طوطے ہر قسم کا پھل اور بیج اور اناج چٹ کر جاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ بڑے بڑے جھنڈوں میں رہتے ہیں اس لئے جس کھیت یا باغ پر ٹوٹ پڑیں وہاں بہت نقصان کرتے ہیں۔ باغوں میں پھل کے موسم میں اور کھیتوں میں جب باجرہ پکنے کے دن ہوں تو رکھوالے بٹھائے جاتے ہیں۔ یہ رکھوالے سارا دن خوب شور مچاتے رہتے ہیں۔ اتنی حفاظت کے باوجود بھی طوطے بڑا نقصان کرتے ہیں ۔

طوطوں کے گروہ شام ہونے کے قریب شہر سے دور درختوں کے کسی خاص جھنڈ میں آرام کرنے کے لئے پہنچتے ہیں لاہور میں ہم دیکھا کرتے تھے کہ ہر روز طوطوں کی ہزارہا ٹولیاں شام کے وقت بڑے ڈاک خانہ کے اوپر سے اڑتی ہوئی جنوب مغربی سمت کو جاتی تھیں۔ صبح ہوتے ہی یہی ٹولیاں شمال مشرقی سمت میں اڑتی ہوئی شہر کی طرف آتی تھیں اور

شہر کے قریب باغات میں پہنچتی تھیں۔

طوطے عام طور پر درختوں میں رہتے ہیں لیکن غذا حاصل کرنے کے لیئے زمین پر بھی اُتر آتے ہیں۔ زمین کے اُوپر ان کی چال نہایت بے ڈھنگی ہوتی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ان کی دُم بہت لمبی ہوتی ہے اور دوسرے ان کے پاؤں کی دو انگلیاں آگے کو اور دو پیچھے کو مُڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان وجوہات کے باعث طوطوں سے زمین پر اُس آسانی سے نہیں چلا جاتا جس آسانی سے اور پرندے چل سکتے ہیں۔

طوطے عام پرندوں جیسا گھونسلہ نہیں بناتے بلکہ درختوں کی کھوکھوں کو تلاش کر کے ان کے اندر انڈے دیتے ہیں۔ ایسی کھوکھوں کو کُھرچ کر کچھ ترتیب ضرور دیدیتے ہیں۔ طوطے کبھی کبھی مکانوں کی دیواروں کے سوراخوں میں بھی انڈے دیتے ہیں۔ طوطے موسم بہار میں انڈے دیتے ہیں۔ جب طوطوں کے انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں اور ابھی معصوم ہی ہوتے ہیں تو پرندے پکڑنے والے انکو گھونسلوں سے نکال لاتے ہیں۔ آپ نے شروع گرمیوں میں پرندے فروشوں کو دیکھا ہوگا۔ یہ بہت سے طوطے شہروں میں بیچنے کی خاطر لیئے پھرتے ہیں۔ اِن چھوٹے طوطوں کو لوگ خرید لیتے ہیں۔ اور

لوہے کے پنجروں میں رکھتے ہیں۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ طوطے کو آہنی پنجرے میں کیوں رکھا جاتا ہے۔ تیتر کی طرح طوطے کو بھی بانس کے پنجرے میں کیوں نہیں رکھتے وجہ یہ ہے کہ طوطے کو اگر لکڑی کے پنجرے میں رکھا جائے تو یہ اُسے کاٹ کر اُڑ جائے۔ ان طوطوں کو لوگ کئی باتیں سکھاتے ہیں۔ لیکن طوطے کو پڑھانے کے لئے بہت مغز ماری کرنی پڑتی ہے۔ آخر بہت محنت کے بعد طوطا چند فقرے سیکھ جاتا ہے۔ عام لوگ را طوطے کو کاٹھے طوطے پر ترجیح دیتے ہیں۔ روایت ہے کہ سکندر اعظم ہندوستان سے واپس ہوتا ہوا ایک ایسا طوطا اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

طوطے کے متعلق ایک نہایت دلچسپ لطیفہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کسی شخص نے طوطے کا ایک چھوٹا سا بچہ خریدا اُسے پڑھانے کی بہت کوشش کی۔ بہت سر پٹکا۔ لیکن طوطا صرف "دریں چہ شک" ہی سیکھا۔ آخر مالک ایک دن طوطے کے پنجرے کو اُٹھا کر بازار میں لے آیا اور آواز دینے لگا کہ یہ طوطا فارسی جانتا ہے۔ ایک گراہک بھی مل گیا۔ گراہک نے طوطے کا دام پوچھا۔ مالک بولا سو درہم[1] لونگا۔ گراہک نے طوطے کو مخاطب کرکے فارسی میں پوچھا کیا طوطے

---

[1] درہم۔ ایران کا ایک سکہ

تمہاری قیمت سو درم ہے۔ طوطے نے جھٹ جواب دیا "دریں چہ شک"۔ گراہک کو تسلّی ہو گئی اُس نے سو درم دے دیئے اور طوطے کو خرید کر گھر لے آیا۔ گھر آ کر طوطے کے ساتھ فارسی میں گفتگو جاری کی۔ طوطا ہر ایک بات کے جواب میں دریں چہ شک ہی کہتا۔ طوطے کو کچھ دن تک گھر میں رکھنے سے اُس شخص کو معلوم ہو گیا کہ طوطا صرف دریں چہ شک ہی جانتا ہے۔ مالک تنگ آ کر بولا میں نے سخت بیوقوفی کی جو تمہارے جیسے نالائق طوطے کو سو درم میں خرید کیا۔ طوطا بولا "دریں چہ شک" یہ جواب سن کر مالک کو بے تحاشا ہنسی آ گئی اور اُس نے پنجرے کا دروازہ کھول کر طوطے کو آزاد کر دیا ✦

فاختہ (پنجابی گھگی)

THE DOVE

ہندوستان میں چار قسم کی فاختہ ملتی ہیں۔ ان سب میں سے جو فاختہ زیادہ ملتی ہے۔ اُسے چھوٹی خاکی فاختہ کہتے ہیں باقی اقسام بھی اکثر دیکھی جاتی ہیں۔ لیکن یہ چھوٹی فاختہ انسان کے نزدیک رہتی ہے اور زیادہ دیکھنے میں آتی ہے۔ ان چاروں اقسام کی فاختاؤں کی شکل و شباہت کبوتر سے بہت ملتی ہے۔ لیکن ان کا رنگ عموماً خاکستری ہوتا ہے۔ یہ قد میں بھی کبوتر سے ذرا چھوٹی ہوتی ہیں۔ چھوٹی خاکی فاختہ مکانوں کے قریب آجاتی ہے اور گاہے گاہے برآمدوں میں بھی داخل ہوتی ہے۔ انسان سے بہت ڈرتی نہیں۔ اس کی گردن کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے سیاہ اور سفید دھبّے ہوتے

ہیں۔ اِس کی چونچ سیاہ لیکن ٹانگیں سُرخ ہوتی ہیں۔

فاختائیں بہت گھنے جنگلوں کو پسند نہیں کرتیں۔ کھیتوں اور چراگاہوں میں رہنا پسند کرتی ہیں۔ فاختہ کو بہت بھولا بھالا پرندہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ اوّل تو اِس پرندے کی شکل اور لباس نہایت بھولے بھالے ہیں دوم یہ نہایت صلح کُل پرندہ ہے۔ دیگر پرندوں کو کبھی دُکھ نہیں دیتا گو فاختاؤں کا آپس میں کبھی کبھی تھوڑا بہت تکرار ہو جاتا ہے لیکن غیروں سے لڑنا ان کی عادت کے خلاف ہے۔

فاختائیں دانہ دُنکا اور بیج وغیرہ کھاتی ہیں۔ اِس لئے کھیتوں اور انسانی آبادی کے قریب قریب ہی رہتی ہیں۔ اکثر نر اور مادہ دونوں اکٹھے ہی چگتے پھرتے ہیں۔ چھوٹی فاختہ گرمی کے موسم میں درخت کی ٹہنیوں میں بیٹھی ہوئی گھُوگھُو گھُو۔ گھُوگھُوگھُو کرتی رہتی۔ قیاس یہ ہے کہ فاختہ اپنی آواز سننے کی بہت شائق ہے کئی لوگ جنہیں اور کوئی شکار نہ ملے وہ اِس بھولی بھالی فاختہ کا ہی شکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ فاختہ کا گوشت اچھا لذیذ ہوتا ہے۔

چھوٹی فاختائیں جنوری سے اکتوبر تک انڈے بچے دیتی ہے۔ یہ درختوں یا مکانوں کے برآمدوں میں گھونسلے بناتی ہیں۔ ان کا گھونسلہ عموماً چند خشک ٹہنیوں اور پھوس سے بنا ہوتا ہے۔ مادہ اکثر صرف دو ہی انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

جنگلی کبوتر

THE ROCK PIGEON

کوّے اور چڑیا کی طرح یہ پرندہ بھی انسان کے قریب قریب ہی رہتا ہے۔ شام کے وقت مکانوں کی کھڑکیوں کے آس پاس کئی جنگلی کبوتر دیکھے جاتے ہیں۔ کبوتر قد میں مینا سے ذرا ہی بڑا ہوتا ہے اسکا رنگ سلیٹی ہوتا ہے گردن اُودے اور سبز رنگ کی جھلک مارتی ہے۔ دونوں بازوؤں پر دو سیاہ دھاریاں دکھائی دیتی ہیں اس کی چونچ سیاہ اور ٹانگیں سُرخ ہوتی ہیں۔ یہی ہندوستان کا جنگلی کبوتر یورپ افریقہ برہما اور لنکا میں پایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں کبوتروں کا شکار کرنا تو درکنار انہیں کوئی دِق تک نہیں کرتا۔ لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں کے اوپر اناج کے دانے بکھیر دیتے ہیں۔ پانی کے پیالے بھر کر رکھ چھوڑتے

ہیں ۔ کبوتر خوب کھاتے پیتے ہیں ۔ کبوتر انہی مکانوں کی دیواروں میں بوقت ضرورت گھونسلے بناتے ہیں ۔ بعض جگہ تو ان کبوتروں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ جاتی ہے ۔ کبوتروں کو دانہ پانی بہم پہنچانا کار ثواب خیال کیا جاتا ہے۔ جن شہروں میں اناج کی منڈیاں ہیں وہاں تو ان کی تعداد خصوصاً بہت زیادہ ہوتی ہے ۔ دس دس بیس بیس کبوتروں کی ٹولیاں اکثر صبح وشام باہر کھیتوں میں دانہ کھانے جاتی ہیں۔ کبوتر اس لئے اناج کا بہت سا نقصان کرتے ہیں ۔

کبوتر ہمیشہ مکانوں کی دیواروں یا چھتوں یا چٹانوں اور کھنڈرات میں گھونسلے بناتے ہیں ۔ بعض دفعہ ان کے گھونسلے کئی کوؤں کی دیواروں میں پلے جاتے ہیں۔ ان کا ایسی جگہوں میں ہونا نہایت مضر ہے کیونکہ ان کی بیٹھیں تو ہمیشہ ہی اور ان کے انڈے بچے اکثر کوئیں میں گرتے رہتے ہیں اور پانی کو خراب کر دیتے ہیں ۔

نر اور مادہ کبوتر کا رنگ ایک جیسا ہی ہوتا ہے ۔ ان کا گھونسلہ خشک ٹہنیوں وغیرہ کا بنا ہوتا ہے ۔ ان کے انڈے بچے دینے کا موسم جنوری سے مئی تک ہے ۔ مادہ ہمیشہ دو سفید انڈے دیتی ہے ۔ قیاس ہے کہ کبوتر ہر سال بچوں کے دو جھول پالتے ہیں ۔ انڈوں سے برآمد ہونے پر ان کے

بچے بڑے معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے جسم پر بال و پر نہیں ہوتے۔ یہ بچے کئی دن تک گھونسلے کے اندر ہی پڑے رہتے ہیں۔ ماں باپ ان کو ایک قسم کا دودھ پلاتے ہیں۔ اِس دودھ کو کبوتر کا دودھ کہتے ہیں۔ کبوتروں کے دودھ کا ذکر انڈوں کو سینے کے باب میں کیا گیا ہے۔ یہ دودھ نہایت زود ہضم ہوتا ہے۔ کچھ دن کے بعد بچے دانہ بھی کھانے لگتے ہیں۔ اِس اثنا میں ان کے بال و پر بھی نکل آتے ہیں اور یہ اُڑنا شروع کرتے ہیں۔

کبوتر ان چند پرندوں میں سے ہے جن کو انسان نے قبل از تاریخ زمانے میں پالنا اور سدھانا شروع کیا تھا کبوتر کو پالنے اور سدھانے کے دو مطلب تھے۔ اوّل کبوتر سے قاصد کا کام لیا جاتا تھا۔ دوم کبوتر کی خوبصورتی اور پرواز کو دیکھنے کے لئے بھی لوگ اِسے پالتے تھے۔

آپ کے محلے میں کوئی نہ کوئی کبوتروں کا شوقین ضرور رہتا ہوگا۔ اگر نہیں تو کسی چڑیا خانے میں جا کر دیکھئے کہ پالتو کبوتروں کی کتنی قسمیں ہیں۔ لاہور کے چڑیا خانے میں آپ کئی قسمیں دیکھ سکتے ہیں۔ دیکھئے ایک قسم باقی سب سے کیسی نرالی ہے۔ ہر ایک بانکپن کے لحاظ سے بھی باقیوں سے جُدا ہے۔ اور آپ شائد یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ یہ سب مختلف

نسلیں جنگلی کبوتر سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔ اور ان کو انسان نے ہی پیدا کیا ہے۔ دنیا کے تمام علم الحیات کے ماہرین اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دنیا کی اوائل میں صرف جنگلی کبوتر ہی انسان کے پاس تھے۔ انسان نے ان کو پالنا شروع کیا۔ جونہی کوئی بچہ کسی بات میں نرالا دکھائی دیا تو اُس کو الگ کر لیا گیا۔ ایسے دو نر اور مادہ کے ملاپ سے ایسے ہی بچے حاصل کئے گئے۔ ان کے بار بار ملاپ سے آخر ایک نئی نسل پیدا ہو گئی۔ کبوتر باز ہوا میں کبوتروں کے ایک جوڑے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ آسمان میں پہنچ کر قلابازیاں لگانی شروع کرتے ہیں۔ کبوتر باز کئی گھنٹوں تک نیچے کھڑے ہوئے اُن کی حرکات کو بغور دیکھتے رہتے ہیں۔

محققین کو یہ پتہ نہیں لگ سکا کہ کبوتر کو قاصد کے لئے کس نے کس وقت اور کس ملک میں سدھایا۔ لیکن یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ قدیم زمانے میں پُرانی دنیا کے مختلف ملکوں میں قاصد کبوتر کو کام میں لایا جاتا تھا۔ تاریخ میں ذکر ملتا ہے کہ حضرت سلیمان کے وقت قاصد کبوتر نامہ و پیام پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ قیاس ہے کہ پراچین یونانیوں نے اِن کبوتروں کو سدھانے کا طریقہ ایرانیوں سے سیکھا تھا۔ قدیم یونانی لوگ اولمپک گیمز

(OLYMPIC GAMES) میں جیتنے والے نوجوانوں کے شہروں کو ان کے جیتنے کی خبر کبوتروں کے ذریعے بھیجا کرتے تھے۔ تار برقی کی ایجاد سے پہلے یورپ کے بڑے بڑے بیوپاری بھی ان کبوتروں کے ذریعے ہی ایک دوسرے کو خبریں بھیجا کرتے تھے۔ ان پرندوں کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے کئی ملکوں میں ان کو جنگ کے دوران میں خبریں پہنچانے کے لئے سدھایا جاتا تھا۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب واٹر لو (WATERLOO) کے مقام پر ۱۸۱۵ء میں انگریزوں اور نپولین کے درمیان لڑائی ہوئی اور انگریزی فوج کو فتح ہوئی تو انگریزی سپہ سالار نے اس فتح کا پیغام کبوتروں کے ذریعے انگلستان بھیجا۔ قاصد کبوتر فتح کا پیغام لے کر ہرکاروں سے بہت پہلے انگلستان پہنچ گئے۔

زمانۂ حال میں بھی قاصد کبوتروں سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ ایسے دشوار گزار علاقوں میں جہاں انسان کی رسائی اور پہنچ نہیں ہو سکتی وہاں کبوتروں کو بھیجا جاتا ہے۔ کبوتر کے گلے میں ایک خود بخود کام کرنے والا کیمرا (CAMERA) باندھ دیا جاتا ہے۔ کبوتر اس ملک کے اوپر سے اڑتا ہوا گذرتا ہے۔ اس عرصے میں کیمرا اپنا کام کرتا ہے یعنی اس علاقے کی فوٹو لیتا جاتا ہے۔ جب کبوتر واپس پہنچتا ہے تو سب فلمیں نکال کر

تصویریں تیار کر لی جاتی ہیں ۰

یورپ کے مختلف ممالک میں کبوتروں کو ریسز (RACES) کے لئے بھی پالا اور سدھایا جاتا ہے۔ ملک بلجیم (BELGIUM) ان ریسز کا گھر ہے۔ ان کا آغاز ۱۸۱۶ء میں ہوا اور جلد ہی اور ملکوں میں پھیل گیا۔ تیز اُڑنے والے کبوتروں کا مقابلہ کرایا جاتا ہے۔ یہ کبوتر ایک منٹ میں ۱۸۳۶ گز تک اُڑ سکتے ہیں یعنی فی منٹ ایک میل اور ۷۶ گز سفر طے کر لیتے ہیں ۰

چڑیا

THE HOUSE SPARROW

چڑیا محتاجِ تعارف نہیں۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک ہر ایک شخص اس کی شکل وصورت سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔ چڑیا ساری دنیا میں پائی جاتی ہے۔ برِاعظم ایشیا کے بہت سے ملکوں میں شمالی افریقہ اور یورپ میں عام ملتی ہے۔ امریکہ اور آسٹریلیا میں بھی اِسے داخل کیا گیا ہے اس کی کئی قسمیں ہیں لیکن مختلف اقسام کی چڑیوں کی شکل وشباہت اور عادات تقریباً یکساں ہی ہوتی ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ نر چڑیا کا رنگ ڈھنگ مادہ سے مختلف ہوتا ہے۔ نر کا رنگ کسی حد تک شوخ اور مادہ کا رنگ سادہ سا ہی ہوتا ہے۔ چڑیا کا حلیہ بیان کرنے کی ضرورت

نہیں ۔ کون شخص ہے جو چڑیا کو نہیں پہچان سکتا۔ چڑیا انسان کے ساتھ سائے کی طرح رہتی ہے ۔ شہروں اور قصبوں کا کیا ٹھکانا جنگل میں بھی عام ملتی ہے ۔ صرف بہت گھنے جنگلوں کو پسند نہیں کرتی ۔ جن شہروں میں غلے کی منڈیاں ہوں وہاں تو اس کے جھنڈ کے جھنڈ پائے جاتے ہیں ۔ غلے کے دکان داروں کے لئے چوہے سے اُتر کر چڑیا ہی سخت وبال جان ہے ۔ اس کی چونچ اناج کے دانوں کو کھانے کے لئے ہی بنائی گئی ہے ۔ غلے کی بند بوریوں میں سوراخ کر کے دانے نکال لے جاتی ہے ۔ ایک دفعہ اُڑا دیں تو تھوڑے لمحوں کے بعد نئے جوش و خروش کے ساتھ پھر واپس آتی ہے انسان کے ساتھ رہتے رہتے چڑیا بھی بہت بے خوف ہو چکی ہے ۔ چڑیا کی چڑچڑاہٹ مشہور ہے خاصکر گرمیوں کے موسم میں ۔ اکثر کیواڑ پر بیٹھکر اتنا شور کرتی ہے کہ انسان تنگ آجاتا ہے ۔ ایک تو گرمی ستاتی ہے اور دوسرے چڑیا کی چڑچڑاہٹ چین نہیں لینے دیتی ۔

شہری باشندوں کی طرح چڑیا بھی کبھی کبھی تفریح طبع کی خاطر شہر سے باہر جاتی ہے ۔ ایسی سیر و سیاحت کے لئے چڑیا ان دنوں نکلتی ہے جب اناج کے کھیت پک کر تیار ہو چکے ہوں ۔ ان دنوں چڑیوں کے بڑے بڑے جھنڈ کھیتوں کی را

لیتے ہیں۔ چڑیاں اس طرح اناج کا بہت سا نقصان کرتی ہیں۔ اناج کے علاوہ چڑیا کیڑے بھی کھاتی ہے۔ اپنے بچوں کو خصوصاً کیڑے کھِلا کھِلا کر ہی پالتی ہے۔ اِس قلیل سے فائدے کے بدلے میں چڑیا جو نقصان انسان کو پہنچاتی ہے اِس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

چڑیا آپس میں بہت لڑتی جھگڑتی ہیں۔ ہمارے گھر ایک دفعہ ایک چڑیا آئینے پر آکر بیٹھی۔ اُس نے اپنا عکس آئینے کے اندر دیکھا اور سمجھی کہ دوسری چڑیا بیٹھی ہے۔ بس پھر کیا تھا اِس چڑیا نے آئینے پر چونچ مارنی شروع کی۔ یہ چڑیا کئی ہفتوں تک ہر روز اس آئینے کے پاس آتی رہی اور اُسے چونچیں مارتی رہی۔

گو چڑیا کے انڈے بچے دینے کا موسم اپریل سے جون تک ہے۔ لیکن بعض دفعہ چڑیا سارا سال ہی گھونسلے بنانے میں مصروف رہتی ہے۔ چڑیا عموماً درختوں میں گھونسلہ نہیں بناتی۔ گھونسلہ بنانے کے لئے بھی انسان کے قریب ہی جگہ تلاش کرتی ہے۔ مکانوں کی چھتیں اسے خاص طور پر پسند ہیں چھت کے علاوہ مکان میں کہیں بھی کوئی سوراخ مل جائے اِس میں ہی گھونسلہ بنانا شروع کرتی ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ ایک دفعہ ہمارے لیٹر بکس کا سوراخ ذرا کشادہ تھا ایک چڑیا

کو یہ لیٹر بکس پسند آگیا۔ لیٹر بکس کو دن میں تین چار دفعہ کھول کر دیکھا جاتا تھا۔ جتنی دفعہ یہ لیٹر بکس کھولا جاتا اُس کے اندر سے ہر دفعہ بہت سا پھوس بر آمد ہوتا۔ لیٹر بکس کو صاف کر دیا جاتا لیکن چڑیا اِسے پھر بھر پور کرنے کی کوشش کرتی ۔ گھونسلہ بنانے کے لئے چڑیا پھوس اور تنکوں کے علاوہ چیتھڑے دھاگے رسیاں وغیرہ بہت کچھ جمع کرتی ہے۔ یہ چیزیں اکثر فرش پر گرتی رہتی ہیں۔ اور نہایت بُری معلوم ہوتی ہیں۔ اِس کوڑا کرکٹ کے علاوہ چڑیوں کی بیٹھیں بھی بہت غلاظت کا باعث ہوتی ہیں ۔ اگر ایک چڑیا آپ کے گھر میں چھت کے اندر گھونسلہ بنانے کی ٹھان لے تو آپ چڑیا کو مار کر ہی اُس کے گھونسلے سے نجات پا سکتے ہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ دو چڑیوں نے ان کے دیوان خانے میں ایک تصویر کے پیچھے گھونسلہ بنانا شروع کیا۔ وہ ہر روز اتنا گھاس جمع کر کے لاتی تھیں کہ ایک معمولی گھوڑے کا پیٹ بھر سکتا تھا۔ یہ بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اِس میں ذرا بھی شک نہیں کہ چڑیا گھونسلے کے لئے بہت سا گھاس پھوس جمع کرتی ہے ۔ چڑیا تنکوں وغیرہ کو جمع کر کے ایک بے ڈھنگہ سا گھونسلہ بناتی ہے۔

مادہ چار یا پانچ انڈے دیتی ہے۔ ان انڈوں کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ ایک ہی جھول کے انڈوں کے رنگ میں اکثر بہت سا فرق ہوتا ہے۔ انڈوں کا رنگ عموماً سبزی مائل ہوتا ہے۔ اور ان کے اوپر طرح طرح کے دھبّے بھی ہوتے ہیں۔

لال

THE RED AVADAVAT

یہ پرندہ قد میں چڑیا سے ذرا چھوٹا ہوتا ہے۔ بہت لوگ اِسے بچّوں کو بہلانے کے لئے گھروں میں پالتے ہیں۔ ہر ایک بڑے شہر میں دو چار پرندے فروش دکان کرتے ہیں۔ ان کے ہاں لال پنجروں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ موسمِ گرما میں نر کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ اِس کے جسم پر جا بجا سفیدی مائل دھبّے ہوتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں نر مادہ جیسی پوشاک پہن لیتا ہے۔ مادہ کی پوشاک سارا سال بھوسلی سی رہتی ہے۔ مادہ کے جسم پر بھی سفید دھبّے ہوتے ہیں۔ لال کی چھوٹی سی چونچ کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔

لال ایسے جنگلوں کو بہت پسند کرتے ہیں جہاں اونچا اونچا

گھاس، یا سرکنڈا کثرت سے ہو۔ گھنے جنگلوں میں جہاں بہت سے درخت ہوں لال وہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ جنگل میں لالوں کے بڑے بڑے جھنڈ کے جھنڈ دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ ننھے پرندے خوب چہچہاتے رہتے ہیں۔ پرندے بیچنے والے ان کو بآسانی جال سے پکڑ لیتے ہیں۔ اور شہروں میں بیچنے کی خاطر لے آتے ہیں۔ پنجرے میں قید ہو کر یہ پرندے اپنی عادات کو بھول نہیں جاتے اور خوب خوش باش نظر آتے ہیں۔ پرندوں کے سوداگر ہر سال بہت سے لال یورپ کو بھیجتے ہیں۔ یہ لال یورپ کے مختلف ملکوں میں جاکر بکتے ہیں۔

جنگل میں لال چھوٹے چھوٹے اناج اور بیج کے دانے کھاتے ہیں۔

لال مختلف علاقوں میں مختلف اوقات پر گھونسلے بناتے ہیں لیکن اکثر گھونسلے موسم برسات میں ہی دیکھنے کو آتے ہیں۔ لال کا گھونسلہ گھاس پھوس کے تنکوں سے بنا ہوتا ہے۔ اس کے اندر نرم اور ملائم پروں کا استر لگایا ہوا ہوتا ہے۔ ان پرندوں کے گھونسلے عموماً سطح زمین پر ہی ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی جھاڑیوں وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن ایسے گھونسلے زمین سے تین فٹ سے زیادہ بلندی

پر نہیں ہوتے۔ مادہ چھ سات انڈے دیتی ہے۔ جب مادہ انڈوں پر بیٹھی ہو تو نر گھاس پھوس کے تنکے لاتا رہتا ہے۔ اور گھونسلے کو فراخ کرتا رہتا ہے۔ لال کے انڈوں کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ ان پرندوں کو رکھنے سے اور پالنے سے انسان وبائی امراض سے بچا رہتا ہے۔

ابابیل

THE SWIFT

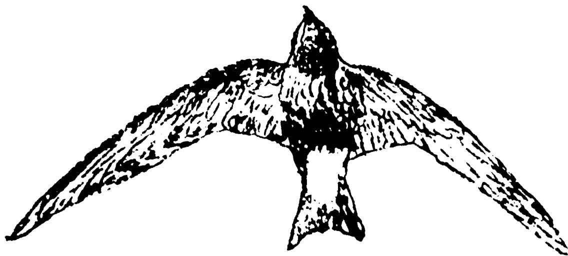
ابابیل سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ ان پرندوں کی کثیر تعداد شہروں اور گاؤں کے قریب دیکھی جاتی ہے۔ آپ نے شام کے وقت بہت سے سیاہ پرندے جن کا قد چڑیا جتنا ہوتا ہے۔ آسمان میں اکٹھے اُڑتے دیکھے ہونگے یہ پرندے خوب چہچہاتے ہیں۔ یہی ابابیلیں ہیں۔ ابابیل کی گردن ٹھوڑی اور کمر سفید ہوتی ہیں۔ باقی سارا جسم سیاہ ہوتا ہے۔ ابابیل کی چونچ تو چھوٹی سی ہی ہوتی ہے لیکن جب اسے کھولتی ہے تو اس کا مُنہ بہت کشادہ دکھائی دیتا ہے۔ اِس کے بازو درانتی نما ہوتے ہیں۔ صانع قدرت نے اِس کے بازوؤں کو ایسا بنایا ہے کہ ابابیل نہایت تیزی سے اُڑ

سکتی ہے۔ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑنا ابابیل کے
لئے ایک معمولی سی بات ہے۔ ابابیل کے پاؤں نازک اور
کمزور ہوتے ہیں۔ پاؤں کی چاروں انگلیاں آگے کو مُڑی
ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ ابابیل عمودی سطحات کو
خوب اچھی طرح پکڑ سکتی ہے لیکن ابابیل درختوں کی ٹہنیوں
پر بیٹھنے اور زمین پر چلنے کے بالکل ناقابل ہوتی ہے بعض
علاقوں میں ابابیل بالکل نہیں ملتی۔ اس بات کی وجہ تاحال
معلوم نہیں ہوئی۔ ابابیل ہمالیہ پہاڑ میں چھ ہزار فٹ کی بلندی
تک پائی جاتی ہے۔

بہت سی ابابیلیں اکٹھی ملکر رہتی ہیں۔ ایک گروہ کے
پرندوں کی تعداد پچاس یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔
چونکہ ابابیلیں درختوں پر بیٹھنے کے ناقابل ہیں اس لئے رات
کو درختوں پر بسیرا نہیں کر سکتیں۔ یہ عموماً مکانات کی
چھتوں یا کھنڈرات میں گھونسلے بنا کر رہتی ہیں۔ بعض دفعہ
چٹانوں اور پُلوں کے نیچے بھی گھونسلے بنا لیتی ہیں۔ عام پرندے
تو گھونسلوں میں انڈے بچے دینے کے موسم میں ہی رہتے
ہیں۔ لیکن ابابیلیں چونکہ درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے
ناقابل ہیں۔ اسلئے یہ سارا سال ہی گھونسلوں میں رہتی ہیں۔ ٹانگوں
اور پاؤں کی بناوٹ کی وجہ سے ابابیں اپنا وقت یا تو گھونسلے

کے اندر یا ہوا میں اُڑتے ہوئے گزار سکتی ہے۔ اُڑتے اُڑتے جب ابابیل تھک جاتی ہے تو آرام کرنے کے لئے اِسے واپس گھونسلے کو ہی آنا پڑتا ہے۔ ابابیل اکثر رات کا وقت تو گھونسلے کے اندر سو سو کر گزارتی ہے۔ اور دن کا بہت سا حصّہ ہوا میں اُڑتے اُڑتے صرف کرتی ہے۔ اگر ابابیل کسی وجہ سے اچانک زمین پر گر جائے تو پھر اُٹھنے میں اِسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ جب ابابیل اُڑ رہی ہو تو اُس کے بازوؤں کی شکل کمان کی سی ہوتی ہے اور درمیان میں اِس کا وجود تیر کی طرح دکھائی دیتا ہے۔

اُڑتی ہوئی ابابیل



ابابیل ہوا میں اُڑتے والے چھوٹے موٹے کیڑوں کو کھاتی ہے۔ اسی لیئے ان کی تلاش میں بہت سا وقت اِسے ہوا میں اُڑتے ہوئے صرف کرنا پڑتا ہے۔ اس کا مُنہ بھی اِسی لیئے بہت کشادہ ہے کہ اُڑتے اُڑتے کیڑوں کو اُڑتے ہوئے پکڑنے اور نگلنے میں دیر نہ لگے ٭ دوپہر کے بعد ابابیلیں تھک کر آرام کرنے کی خاطر گھونسلوں میں جمع ہوتی ہیں۔ پھر سب اکٹھی شام کو باہر نکلتی ہیں۔ اس وقت ننھے ننھے کیڑے بھی ہوا میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ ابابیلیں شام کو بہت اونچا اُڑتی ہیں۔ ان کے چہچہانے اور قلابازیاں لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت خوش و خرم ہیں ٭

بہت سی ابابیلیں ایک ہی جگہ بہت سے گھونسلے بناتی ہیں۔ گھونسلہ بنانے کے لیئے گھاس پھوس اور پر جمع کرتی ہیں۔ ان کے مُنہ کا لُعاب نہایت لیسدار ہوتا ہے۔ اس لیسدار لُعاب سے پَروں اور پھُوس کو جوڑ کر گھونسلہ تیار کرتی ہیں ٭ ان پرندوں کو سردی اور برسات بہت ستاتی ہے۔ ذرا ٹھنڈک یا بارش ہو جائے تو یہ سب گھونسلوں میں جا گھستی ہیں۔ چونکہ ابابیلیں سارا سال ہی گھونسلوں میں رہتی ہیں اِس لیئے ان کے انڈے

بچے دینے کا کوئی خاص موسم مقرر نہیں۔ انکے گھونسلوں میں سے انڈے سارا سال ہی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ان کے انڈوں کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے۔

دھوبن

THE WAGTAIL

نہ معلوم اس خوبصورت پرندے کو دھوبن کا نام کیوں دیا گیا ہے۔ شائد وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ پرندہ اکثر پانی کے قریب ملتا ہے۔ دھوبن قد میں چڑیا سے ذرا بڑی ہوتی ہے۔ دھوبن کی پانچ چھ قسمیں موسم سرما میں ہندوستان میں دیکھی جاتی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک قسم سارا سال پنجاب میں رہتی ہے۔ باقی قسمیں اگست اور ستمبر میں پنجاب اور ہندوستان کے میدانوں میں اتر آتی ہیں۔ یہ سارا موسم سرما ختم کرنے کے بعد موسم گرما سے پہلے مارچ اپریل میں ہی کشمیر۔ ہمالیہ کی اونچی وادیوں اور جنوبی تبت کی راہ لیتی ہیں۔ دھوبن کی صرف دو ہی اقسام ہندوستان کی حدود

کے اندر گھونسلے بناتی ہیں۔ باقی قسمیں انڈے بچے دینے کے لئے ترکستان افغانستان مشرقی ایران اور سائبیریا وغیرہ کو جاتی ہیں۔ پنجاب میں دھوبنوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں پانی کے قریب اور سبزہ زاروں میں دیکھی جاتی ہیں۔ ہم دھوبن کا رنگ اور مفصل حلیہ بیان نہیں کریں گے کیونکہ ہر ایک گروہ میں کم ازکم دو تین قسم کی دھوبنیں دیکھی جاتی ہیں۔ ان کی پوشش میں سیاہی اور سفیدی عجیب طرح ملی جلی ہوتی ہیں۔ ان کو پہچاننے کے لئے صرف ایک بات ہی کافی ہے۔ اگر آپ کو گھاس پر پانی کے نزدیک پھرتی اور آن بان سے چلتا ہوا سیاہ اور سفید پروں والا ایک پرندہ ملے جو اپنی لمبی دُم کو خوب جوش کے ساتھ نیچے اوپر کر کے ہلاتا ہو تو یقین جانیں کہ یہ دھوبن ہے۔ دُم کو تیزی سے ہلاتے رہنا اس کا خاصہ ہے۔ اسی لئے اُس کو انگریزی زبان میں وبگ ٹیل (WAGTAIL) یعنی دُم ہلانے والی کہتے ہیں۔ پانی کے نزدیک رہنا یہ خصوصاً پسند کرتی ہے۔ ہم لارنس گارڈن لاہور میں دیکھا کرتے تھے کہ جس حصے کو پانی لگایا ہوا ہوتا تھا اس میں یہ خوب پھدکتی اور ناچتی تھیں۔ اگر پانی بہت گہرا نہ ہو تو دھوبنیں پانی میں چلنا شروع کرتی ہیں۔ ان کی چال ڈھال سے بانکپن اور

بشاشت ٹپکتے رہتے ہیں ۔

دھوبن گھاس کے اوپر یا پانی کے اندر دوڑتی ہوئی ننھے ننھے کیڑوں کا شکار کرتی ہے۔ کیڑے جب گھاس سے اُٹھ کر اُڑنا شروع کرتے ہیں تو دھوبن انہیں چونچ میں دبوچ لیتی ہے۔ دھوبن کا گذارہ صرف کیڑوں پر ہی ہے ۔

جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ دھوبنیں گروہوں میں رہتی ہیں۔ اپنا تقریبًا سارا ہی وقت سطح زمین پر گزارتی ہیں۔ یہ درختوں پر بہت ہی کم بیٹھتی ہیں۔ رات کو اکثر بہت سی اکٹھی ایک ہی جگہ بسیرا کرتی ہیں۔ رات کے بسیرے کے لیئے ان کو سرکنڈا بہت پسند ہے۔ ان کا پرواز بھی ان ہی کی شان کے شایاں ہے۔ اُڑتی ہوئی دھوبن ہوا میں عجیب و غریب قوس بناتی ہے اور "چِزٹ چِزٹ" پکارتی ہے ۔

دھوبن کی جو نسی قسم سارا سال ہندوستان میں رہتی ہے وہ مارچ سے مئی تک انڈے بچے دیتی ہے۔ یہ پانی کے قریب کسی سوراخ کو تلاش کرتی ہیں۔ کبھی کبھی مکانوں کے پرنالوں میں بھی گھونسلہ بنا لیتی ہیں۔ مادہ عموماً چار انڈے دیتی ہے ۔

دھوبن کی ایک قسم وادئ کشمیر میں گھونسلے بناتی ہے گھونسلے بنانے کے لئے یہ قسم زمین یا زمین کے قریب سوراخوں کو تلاش کرتی ہے۔

انگلستان میں دھوبنوں کے ایک جوڑے کے گھونسلہ بنانے کا قصہ مسٹر ٹیلر (MR. TAYLOR) یوں بیان کرتے ہیں "ہم نے نر اور مادہ دھوبن کو گھاس پھوس اور گھونسلہ بنانے کا دیگر مصالح اٹھا اٹھا کرلے جاتے ہوئے دیکھا تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ دونو اس مصالحے کو الگ الگ جگہوں پر جمع کر رہے ہیں یعنی نر ایک جگہ گھونسلہ بنا رہا ہے اور مادہ ایک اور جگہ گھونسلہ بنا رہی ہے۔ کچھ دیر تک نر نے مادہ کی کچھ پرواہ نہ کی لیکن آخر نر اس جگہ پہنچا جہاں کہ مادہ گھونسلہ بنا رہی تھی۔ نر وہاں سے تمام مصالحے کو اٹھا کر اپنی جگہ پر لے آیا۔ مادہ پھر بھی اپنی ہی جگہ پر تنکے وغیرہ جمع کرتی رہی اور میاں بیوی اپنے اپنے کام میں مشغول رہے۔ آخرکار نر سے رہا نہ گیا اور غصے میں آکر اُس نے مادہ کے گھونسلے کو ملیامیٹ کر دیا۔ مادہ ناراض ہوکر اُڑ گئی اور ایک درخت پر رُوٹھ کر بیٹھی رہی۔ نر نے کئی بار اُسے راضی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانی۔ چونکہ کوئی سمجھوتہ ہوتا دکھائی نہ دیتا تھا اس لئے ہم گھر کو چلے آئے

دو دن کے بعد ہم پھر وہیں گئے تو دیکھا کہ نر اور مادہ شیر اور شکر ہو رہے ہیں۔ اور گھونسلہ اُس جگہ ہے جہاں کہ مادہ چاہتی تھی۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوُا کہ گھونسلے کے لئے جونسی جگہ نر نے انتخاب کی تھی وہاں چوہے تھے اور اُن سے نقصان کا اندیشہ تھا۔ جو جگہ مادہ نے انتخاب کی تھی۔ وہ جگہ محفوظ تھی۔ کیونکہ وہاں چوہے نہیں پہنچ سکتے تھے"۔

بگلا

THE PADDY BIRD

بگلا قد میں کوّے سے بڑا ہوتا ہے۔ سر گردن اور بیٹھ کے اُوپر کے سب پر سبزی مائل بھوسلے ہوتے ہیں ح سینہ گردن اور پیٹ سفید ہوتے ہیں۔ بگلا جب زمین پر بیٹھا ہُوا ہو۔ تو سبزی مائل بھوسلے پر سفید بازوؤں کو ڈھانپے رکھتے ہیں۔ اس کی آنکھیں زرد ہوتی ہیں۔ چونچ پیندے کے قریب نیلی سی لیکن درمیان میں زرد اور نوک کے قریب سیاہ ہوتی ہے۔ ٹانگوں کا رنگ سبز سا ہوتا ہے۔ بگلا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ ہمالیہ پہاڑ میں بھی چار ہزار فٹ کی بلندی تک ملتا ہے۔

بگلا بہت بشست پرندہ ہے۔ جب تک اس کے

بالکل ہی پاس نہ چلے جاؤ تب تک چپ چاپ بیٹھا رہتا ہے۔ اسی لئے عام لوگ بگلے کو اندھا خیال کرتے ہیں۔
چونکہ بگلے کے اوپر والے پر مٹیالے سبزی مائل ہوتے ہیں اس لئے جوہڑ کے کنارے کیچڑ میں یا گھاس میں بیٹھا ہوا بگلا آسانی سے نظر نہیں آتا۔ جب سر پر ہی پہنچ جاؤ تو یکایک اُڑ جاتا ہے۔ تب اِس کے لمبے لمبے سفید بازو نظر آتے ہیں
بگلا جوہڑ کے کنارے کے قریب بیٹھا رہتا ہے۔ اور وہاں سے مینڈک کیکڑے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اور کیڑے کھاتا ہے۔ غرضیکہ جو جو جانور پانی کے اندر یا پانی کے قریب رہتے ہوں اُنہیں کھانا اپنا حق سمجھتا ہے۔ جوہڑوں جھیلوں اور ندی نالوں کے کنارے سینکڑوں بگلے دیکھے جا سکتے ہیں۔
بگلا شکاری تو ہے لیکن شکار کو پکڑنے میں جوش اور پھرتی سے کام نہیں لیتا بلکہ اُستادی چالاکی اور صبر سے کام نکالتا ہے۔ پانی کے کنارے کے قریب یا کم گہرے پانی میں کھڑا رہتا ہے۔ اِس وقت اپنی لمبی گردن کو کندھوں کے درمیان سکیڑ لیتا ہے۔ اکثر ایک ٹانگ کو اُٹھائے رکھتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضرت کھڑے ہوئے خدا کی بندگی کر رہے ہیں۔ اسی لئے اس کو کبھی کبھی بگلا بھگت بھی کہتے ہیں۔ لیکن بگلا اُن بھگتوں میں سے ہے جو مُنہ میں

رام رام اور بغل میں اینٹیں دبائے پھرتے ہیں۔ بگلا بہت خرانٹ ہے۔ جونہی کوئی مینڈک یا مچھلی نزدیک دکھائی دے یکایک گردن کو لمبا کرکے اُسے دبوچ لیتا ہے اور سالم چبانے کے بغیر ہی نگل جاتا ہے۔ قیاس ہے کہ اگر اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے تو شائد گھنٹوں ایک ہی جگہ بیٹھا رہے۔ گاہے گاہے چند قدم چلکر نئی جگہ سے تاڑنا شروع کرتا ہے۔ بگلا گو اتنا سست الوجود ہے لیکن پھر بھی بھوکا نہیں رہتا۔ اتنی سُستی کے باوجود بھی اِسے خوب پیٹ بھر کر شکار میسر ہو جاتا ہے۔

رات کے وقت بہت سے بگلے ایک ہی درخت پر بسیرا کرتے ہیں۔ یہ عموماً کوئی ایسا درخت تلاش کرتے ہیں جو پانی میں اُگ رہا ہو۔ ایک ایک ٹہنی پر دو دو تین تین بگلے بیٹھ جاتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی الگ ہوتے ہیں اور اپنے اپنے جوہڑ یا کھیت کی راہ لیتے ہیں۔

بگلوں کے انڈے بچے دینے کا موسم مئی سے ستمبر تک ہے۔ اکثر گھونسلے جون کے مہینے میں دیکھے جاتے ہیں۔ ان دنوں بگلے بڑے چست نظر آتے ہیں۔ خشک ٹہنیوں وغیرہ کو جمع کرکے کسی درخت پر گھونسلہ بناتے ہیں۔ بگلوں کا گھونسلہ عموماً بھدا سا ہوتا ہے۔ بہت سے بگلے ایک ہی درخت پر

کئی گھونسلے بناتے ہیں۔ مادہ چار سے سات تک نیلے سبزی مائل انڈے دیتی ہے۔ نر اور مادہ دونوں گھونسلے کی خوب اچھی طرح خبرگیری کرتے ہیں۔ بگلے کے بچے انڈوں سے برآمد ہونے پر کافی ہشیار ہوتے ہیں۔ ان بچوں کی ٹانگیں اور گردن بہت لمبی لمبی ہوتی ہیں۔ بچوں کو کھانا کھلانے کے لئے بگلا اُستادی سے کام لیتا ہے۔ اور پرندوں کی طرح چھوٹے چھوٹے کیڑے پکڑ کر بار بار گھونسلے کی طرف نہیں آتا۔ ایک بڑا سا مینڈک پکڑ لاتا ہے اور چھوٹے سے بچے کے مُنہ میں دھکیل دیتا ہے۔ ایک دو ایسے مینڈک کھانے کے بعد بچے کی طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور بگلا باقی وقت اپنے لئے شکار کرتا رہتا ہے۔

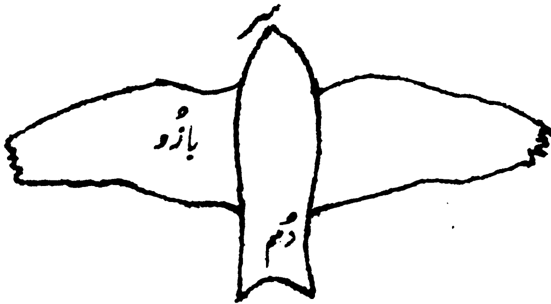
بگلے کے سفید پر بیڈمنٹن (BADMINTON) کھیلنے کے شٹل کاک (SHUTTLE-COCK) بنانے میں کام آتے ہیں۔

چیل (پنجابی) اِل

THE KITE

چیل سے انسان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبے میں ہر ایک بازار اور ہر ایک گلی کوچہ میں چند چیلیں دیکھی جاتی ہیں۔ چیل کو انسان اور انسان کے مکانات سے بڑا لگاؤ ہے۔ چیل شکاری پرندوں میں سے ہے۔ اس کی چونچ اور پنجوں کی بناوٹ شکاری پرندوں جیسی ہے۔ چونچ سیاہ اور خمدار ہوتی ہے۔ ٹانگیں زرد اور نہایت مضبوط ہوتی ہیں۔ ناخن سیاہ اور نوکیلے ہوتے ہیں۔ اس کی دُم قینچی نما ہوتی ہے۔ اور آسمان میں اُڑتی ہوئی چیل کٹی ہوئی دُم کی وجہ سے فوراً پہچانی جاسکتی ہے۔ ساتھ والی شکل میں ایک چیل دکھائی گئی ہے۔ اگر

اُڑتی ہوئی چیل
جیسے کہ وہ نیچے سے دکھائی دیتی ہے



آپ زمین پر کھڑے ہوں اور آپ کے سر کے اوپر آسمان میں چیل اُڑ رہی ہو تو اُس کی شکل ایسی ہی دکھائی دے گی۔

چیل سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ میدانوں کے علاوہ ہمالیہ پہاڑ میں بارہ ہزار فٹ کی بلندی تک ملتی ہے لیکن آٹھ ہزار فٹ سے اوپر اس کی تعداد بہت کم ہے

جاتی ہے ۔

انسان چیل کی طرف سے لاپرواہ ہو جائے لیکن چیل انسان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی ۔ ہم نے اوپر بیان کیا کہ ہر ایک شہر کے ہر ایک بازار اور ہر ایک گاؤں کے ہر ایک گلی کوچے کے اوپر کچھ چیلیں صبح سے شام تک منڈلاتی رہتی ہیں۔ آسمان میں چکر لگاتی ہوئی سب طرف نہایت غور سے دیکھتی رہتی ہیں۔ بعض کسی اونچے مکان کی منڈیر پر بیٹھی ہوئی ایک سنتری کی طرح سب طرف تاڑتی رہتی ہیں۔ جہاں کسی نے گلی سڑی کھانیکی کوئی چیز پھینکی اور انہوں نے جھپٹا مارا۔ کوئی کھانے کی چیز ڈھانپنے کے بغیر بازار میں سے لے کر گزرنا گویا چیلوں کو دعوت دینا ہے۔ ہاتھوں ہاتھ جھپٹا مار کر لے اڑتی ہیں۔ غالباً آپ کو کئی دفعہ خود ایسا تجربہ ہوا ہوگا۔ قصابوں کی دکانوں کے قریب تو ان کا ہر وقت مجمع رہتا ہے۔ ناکارہ گوشت پھینکنے کی دیر ہوتی ہے جھٹ لے اڑتی ہیں۔ چیل ہمیشہ اپنی غذا کو جھپٹا مار کر ہی پکڑتی ہے۔ گوشت وغیرہ کو دیکھتے ہی تیر کی طرح نیچے آتی ہے۔ گوشت کو پنجوں میں دبا کر قوس بناتی ہوئی پھر اوپر چڑھ جاتی ہے۔ اوپر چڑھتے چڑھتے ہی گوشت کو پاؤں سے منہ میں لے لیتی ہے۔ اگر گوشت کا ٹکڑا بڑا

ہو تو اُسے کھانے کے لئے پاس ہی کسی درخت یا منڈیر پر جا بیٹھتی ہے۔ بعض دفعہ جب ایک چیل کوئی شے لے اُڑے تو اور چیلیں اُس کے پیچھے پڑ جاتی ہیں اور اِس چیل سے اُس شے کو چھیننے کی کوشش کرتی ہیں۔ اِس لڑائی کے دوران میں وہ شے کبھی کسی کے قابو میں آتی ہے اور کبھی کوئی اور لے اُڑتی ہے۔ اس لڑائی کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ چیلیں اُڑنے میں کیسی ماہر ہیں۔

سمندر کے کنارے بندرگاہوں میں بھی یہی چیل ملتی ہے جہازوں کے آس پاس ہی رہتی ہے۔ پانی کی سطح سے غلاظت وغیرہ اُٹھا لیتی ہے۔ اس بیان سے آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ چیل ایک کارآمد پرندہ ہے۔ غلاظت اور گلی سڑی چیزوں کو کھا جاتی ہے اور صفائی کرنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔ چیل انسان کے قدرتی خاکروبوں میں سے ہے۔

چیل اکثر چھوٹے چھوٹے جانوروں کو بھی کھا جاتی ہے۔ چوہوں اور مرغی کے چوزوں کو اُٹھا لے جاتی ہے۔ مُرغی پالنے والے خوب جانتے ہیں کہ اگر کسی چیل کو چوزے کھانے کی عادت پڑ جائے تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔ ایسی چیل کو گولی سے مار دینے کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک دفعہ کلکتے میں ایک بڑا طوفان آیا۔ بہت

سی چڑیاں اور کوّے طوفان میں زخمی ہو گئے۔ ان سب زخمی پرندوں کو چیلیں پکڑ پکڑ کر کھا گئیں"۔

چیل اکثر فروری مارچ کے مہینوں میں انڈے بچے دیتی ہے۔ انڈے دینے کے لئے درختوں کی خشک کانٹوں والی شاخوں کا بے ترتیب سا گھونسلہ بناتی ہے۔ اس گھونسلے کے اندر چیتھڑوں اور پتّوں وغیرہ کا استر لگاتی ہے۔ گھونسلہ بنانے کے لئے اکثر اونچے اونچے درختوں کو پسند کرتی ہے۔ عام لوگوں کا قیاس ہے کہ چیل سونے چاندی کے چمکتے ہوئے زیور لے اڑتی ہے۔ اور اُن کو اپنے گھونسلے میں جمع رکھتی ہے۔ انڈے بچے دینے کے موسم میں چیلیں بڑا شور و غل کرتی ہیں۔ ان کی چیخیں دور دور تک سنائی دیتی ہیں۔ ان چیخوں کے سبب سے ہی اِس پرندے کو چیل یا اِل کا نام دیا گیا ہے۔ مادہ اکثر دو یا تین انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ عموماً سبزی مائل ہوتا ہے۔ خول کے اوپر طرح طرح کے دھبّے اور دھاریاں دکھائی دیتی ہیں۔



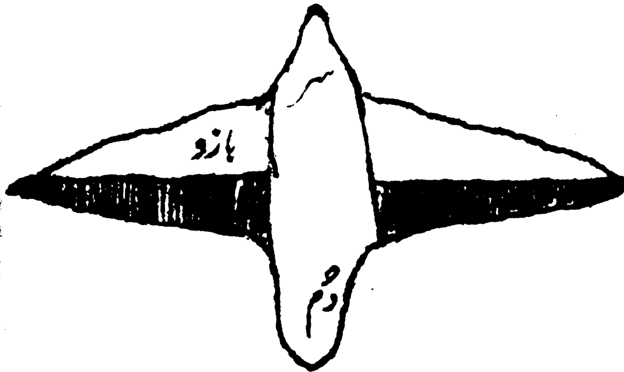
THE VULTURE

گِدھ کی شکل سے تو آپ ضرور آشنا ہوں گے۔ کیا کبھی آپ کو یہ بھی خیال آیا کہ گدھ کے جسم کا کونسا حصّہ باقی پرندوں سے نرالا ہوتا ہے۔ سیاہ گِدھ قد و قامت میں چیل سے بڑی ہوتی ہے۔ گِدھ کی چونچ گو باقی شکاری پرندوں جیسی ہوتی ہے لیکن اِس کی چونچ میں خم ذرا کم ہوتا ہے۔ گِدھ کے سِر اور گردن کے اُوپر پروں کی بجائے صرف باریک باریک بال ہوتے ہیں۔ اس کی گردن پتلی اور لمبی ہوتی ہے۔ جب یہ پرندہ درخت کی شاخ پر بیٹھا ہو تو اپنی گردن کو کندھوں کے درمیان سکیڑ رکھتا ہے۔ گردن پتلی اور برہنہ ہونے کی وجہ سے بدنما اور بے ڈھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ گِدھ کی

شکل و شباہت سے پھرتی اور چستی عیاں نہیں ہوتیں۔ گدھ درخت پر بیٹھتے وقت اپنے بازوؤں کو اچھی طرح نہیں سکیڑتی۔ بلکہ اُن کو ڈھیلا ڈھالا ہی رہنے دیتی ہے ؛

کیا آپ آسمان میں اُڑتی ہوئی گدھ کو شناخت کر سکتے ہیں؟ چیلوں کی طرح گدھیں بھی آسمان پر چکر لگاتی رہتی ہیں

اُڑتی ہوئی گدھ
جیسے کہ وہ نیچے سے دکھائی دیتی ہے



جب گدھ آپ کے سر کے اُوپر اُڑ رہی ہو تو اُس کے دونوں بازوؤں کا اگلا نصف حصّہ سر بسر سفید اور پچھلا نصف حصّہ سیاہ

ہوتا ہے۔ اِس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ گِدھ کو فوراً پہچان سکتے ہیں۔

گِدھ انسان کے سچے خیرخواہوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ قدرت کے اندر گِدھ ایک نہایت ضروری کام کو سرانجام دیتی ہے۔ گِدھ قدرت کے آنریری (HONORARY) خاکروبوں میں سے ہے۔ باز گوشت خور پرندہ ہوتے ہوئے دوسرے پرندوں اور دیگر جانوروں کو جان سے مار دیتا ہے لیکن گِدھ گوشت خور ہوتے ہوئے نہایت استقلال کے ساتھ دوسرے جانوروں کی موت کا انتظار کرتی ہے۔ اور گو عوام الناس باز کو بہادر اور دلیر خیال کرتے ہیں لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ گِدھ کی مزاج میں صبر و استقلال بہت زیادہ ہے۔ گِدھ باز سے بہت زیادہ کارآمد پرندہ ہے۔ گدھوں کی فیض رسانی کا اندازہ لگانا نہایت مشکل ہے۔

گِدھیں صبح سے شام تک آسمان پر چکر لگاتی رہتی ہیں۔ کئی دفعہ سطح زمین سے تین چار ہزار فٹ کی بلندی تک پہنچ جاتی ہیں۔ یہ معاملہ دیر تک زیرِ بحث رہا ہے کہ آیا گدھیں مردار کو آنکھوں سے دیکھ کر اس کے قریب پہنچتی ہیں یا مردار کی بدبو اُن کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے۔ یہ معاملہ دراصل ایسا پیچیدہ نہیں تھا جتنا کہ اسے بنا دیا گیا تھا۔ ماہرانِ طبیعت

کا قیاس ہے کہ جب کہیں کوئی جانور جاں بحق ہوتا ہے تو چند کوّے تو اُسے ضرور ہی دیکھ پاتے ہیں۔ کوئی کتا بھی موقع پر پہنچ جاتا ہے۔ مردار تازہ ہونے کے سبب سے چمڑا صحیح سلامت ہوتا ہے۔ کوّے اور کتّے اِسے کھینچنا شروع کرتے ہیں۔ اِن میں خوب جد و جہد شروع ہوتی ہے۔ چند چیلیں بھی مردار کو دیکھ پاتی ہیں۔ وہ بھی مردار کے اوپر چکر لگانا شروع کرتی ہیں۔ اِس عرصے تک کسی گِدھ کی نگاہ اس ہجوم پر پڑتی ہے۔ گِدھیں بھی یکے بعد دیگرے موقع پر پہنچنا شروع کرتی ہیں اور اس ضیافت میں شریک ہوتی ہیں۔ ان کے پہنچتے ہی کوّے اور کتّے پرے ہٹ جاتے ہیں۔ گدھیں مردار کے گوشت کو چھوٹی موٹی ہڈیوں سمیت ہی ہڑپ کر جاتی ہیں ہمارے نزدیک گِدھیں پلید ان کا کھانا پلید ان کا کام پلید غرضیکہ ان کی ہر ایک ادا نفرت انگیز ہے۔ لیکن اگر گدھیں نہ ہوتیں تو مردہ جانوروں کی لاشوں سے اتنا تعفن اُٹھتا کہ انسان کی زندگی وبالِ جان ہو جاتی۔ اور ان لاشوں کی بدبو سے بچنے کے لئے لاکھوں روپے کی لکڑی کے ساتھ ان کو جلانا پڑتا۔ قدرت کیسی دور اندیشی سے کام لیتی ہے۔ گِدھوں کی طفیل انسان اور دوسرے جانوروں کو مردار سے نجات ملتی ہے۔

یہ لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ گِدھیں بہت پیٹو واقع ہوئی ہیں۔ اتنا پیٹ بھر کر کھا جاتی ہیں کہ زمین سے اُڑنا محال ہوجاتا ہے۔ جائے ضیافت سے جوں توں کرکے اُڑتی ہیں اور قریب ہی کسی درخت پر جا بیٹھتی ہیں۔ جب پیٹ ذرا ہلکا ہوجائے تو اپنے مسکن کا راستہ لیتی ہیں۔ وہاں آرام سے بیٹھی رہتی ہیں۔ جس وقت بھوک پھر ستاتی ہے تو آسمان میں چکر لگانے شروع کرتی ہیں۔

آپ شائد جانتے ہوں گے کہ تبّت کے بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اُس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے گاؤں سے باہر ایک خاص مقام پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہاں گدھیں تھوڑی ہی دیر میں ہڈیوں سے گوشت کو نوچ لیتی ہیں۔ لاش کو اس طرح گدھوں کے حوالے کرنا کارِ ثواب خیال کیا جاتا ہے۔ پارسی بھی اکثر لاشوں کو گدھوں کے حوالے کرتے ہیں۔ اِس مطلب کے لیئے اُونچے مینار بناتے ہیں۔ ایسے مینار کو ٹاور آف سائیلنس (TOWER OF SILENCE) کہتے ہیں۔ بمبئی کا ٹاور آف سائلنس ایک قابلِ دید جگہ ہے۔

ہندوستان میں تین اقسام کی گِدھیں پائی جاتی ہیں۔ اِن سب اقسام کو تمیز کرنا ذرا مشکل ہے۔ لیکن ہر ایک

فرد و بشر سیاہ اور سفید گدھ میں تو آسانی سے تمیز کر سکتا ہے۔
اوّل الذکر کا رنگ اُوپر سے گہرا بھوسلا ہوتا ہے۔ مؤخر
الذکر کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ اس کی چونچ زرد ہوتی ہے
قد میں سفید گدھ سیاہ گدھ سے چھوٹی ہوتی ہے سیاہ گدھیں
اکثر ایک دوسری کی صحبت میں ہی رہنا پسند کرتی ہیں۔
اسی لئے بہت سی سیاہ گدھیں ایک ہی جگہ دیکھی جاتی ہیں
سفید گدھیں عموماً اکیلی اکیلی ہی رہتی ہیں۔ سفید گدھ اور
غلاظت کے علاوہ انسانی فضلے کو کھاتی ہے۔ اسی لئے سفید
گدھیں شہروں میں اور شہروں کے آس پاس بہت دیکھی
جاتی ہیں۔ چونکہ یہ انسانی فضلہ کھانے کی عادی ہیں اس لئے
ان کو بہت پلید خیال کیا جاتا ہے۔

سیاہ اور سفید دونوں قسم کی گدھیں اپنے گھونسلے ہمیشہ
درختوں کے اوپر بناتی ہیں۔ ان کے گھونسلے بڑے بڑے
ہوتے ہیں۔ گھونسلے بنانے کے لئے گدھیں تنکوں اور
خشک شاخوں کو ہمیشہ چونچ میں اُٹھا کر لاتی ہیں۔ وجہ یہ ہے
کہ گدھیں باقی شکاری پرندوں کی طرح جھپٹا مارنے کے قابل
نہیں ہوتیں۔ گدھیں اپنے گھونسلے کے اندر چیتھڑوں
اور اون وغیرہ کا استر لگاتی ہیں۔ مادہ صرف ایک دو یا
تین انڈے دیتی ہے گدھوں کے بچے بھوک کے مارے

چلّاتے رہتے ہیں۔ ان کی ماں علی الصباح ہی گھونسلے سے رخصت ہوتی ہے۔ یہ بعد دوپہر تک واپس نہیں آتی اس کے بچّے صبر کے ساتھ انتظار کرتے رہتے ہیں۔ جسوقت دور سے آتی ہوئی ماں دکھائی دیتی ہے تو یہ بچّے شور مچانا شروع کرتے ہیں۔ ماں کے پنجے اور چونچ بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ماں گھونسلے پر واپس پہنچتے ہی پیٹ کے اندر سے غذا کو اُگلنا شروع کرتی ہے۔ گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے نکال کر بچوں کے مُنہ میں دیتی ہے۔ گدھ کے لئے غذا کو پنجوں میں اُٹھا کر لانا ناممکن ہے۔ اوّل تو یہ جھپٹا مارنے کے ناقابل ہے۔ اور دوسرے مردار کئی دفعہ گھونسلے سے دس پندرہ میل کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ اتنی دور سے غذا کو پنجوں میں اُٹھا کر لانا بہت مشکل ہوتا ہے۔

شکرا

THE SHIKRA

یہ بھی شکاری پرندوں میں سے ہے۔ اس کا قد کبوتر جتنا لیکن اس کی دُم نصف فٹ کے قریب ہوتی ہے۔ اس کا رنگ بھوسلا ہوتا ہے۔ بازوؤں اور دُم کے اُوپر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ سینہ سفید ہوتا ہے۔ نوجوان شکرے کے سینے پر بھورے رنگ کے دھبّے ہوتے ہیں۔ لیکن عمر رسیدہ شکروں کے سینے پر ان دھبّوں کی بجائے بھوسلی دھاریاں ہوتی ہیں۔ مادہ ہمیشہ نر سے بڑی ہوتی ہے۔ شکرے کی آنکھیں اور ٹانگیں زرد ہوتی ہیں۔ ناخنوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے چونچ چھوٹی سی لیکن مضبوط اور خم دار ہوتی ہے۔

شکرا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ بیابانوں اور

گھنے جنگلوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان کے علاوہ باقی سب قسم کے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ خصوصاً ایسے علاقوں میں بہت ملتا ہے جہاں زراعت عام ہو اور بڑے بڑے درخت بھی ہوں۔ شکرا اُن شکاری پرندوں میں سے ہے جو درختوں پر گھات لگائے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جب کوئی شکار نظر آئے تو فوراً اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اگر پہلے ہی حملے میں شکار قابو آجائے تو بہتر نہیں تو شکرا شکار کا تعاقب نہیں کرتا۔ بڑے بڑے شکاری پرندے کھلے میدانوں میں رہتے ہیں اور شکار کا دور دور تک تعاقب کرتے ہیں۔ شکرا چونکہ تعاقب کرنے کا عادی نہیں اس لئے درختوں میں گھات لگائے ہوئے بیٹھا رہتا ہے۔

شکاری پرندوں کے ہتھیار اُن کے پنجے ہیں۔ یہ شکار پر پنجوں سے حملہ کرتے ہیں۔ چونچ نہیں مارتے۔ چونکہ شکرے کے پنجے اور ناخن ایسے بڑے نہیں ہوتے اس لئے شکرا صرف چھوٹے چھوٹے جانوروں کو ہی مار سکتا ہے۔ شکرا عموماً چھپکلیوں مینڈکوں ٹڈوں اور چھوٹے چھوٹے پرندوں شلاً چڑیا اور چوہے چوہیوں پر ہی قناعت کرتا ہے۔

شکار کرنے کے شوقین حضرات شکرے کو پالتے ہیں اور شکار کے کام میں لاتے ہیں۔ شکرا آٹھ دس دن میں ہی

سیکھ جاتا ہے۔ اور شکار کرنے کے قابل ہو جاتا ہے شکاری اسے ہاتھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں۔ چونکہ شکرا ایسا جوشیلا نہیں ہوتا اس لئے اسے ادھر اُدھر لے جاتے ہوئے اس کی آنکھوں کو ڈھانپنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سدھایا ہوا شکرا چھوٹے چھوٹے جانوروں کے علاوہ تیتر بٹیر اور کوّے کو بھی آسانی سے مار لیتا ہے۔

شکرے اپریل سے جون تک انڈے بچے دیتے ہیں انڈے دینے کے لئے شکرے اونچے اونچے درختوں پر گھونسلے بناتے ہیں۔ شکرے گھونسلہ بناتے بنانے بہت دیر لگاتے ہیں۔ اتنی دیر لگانے کے باوجود بھی ان کا گھونسلہ بے ڈھنگا سا ہی ہوتا ہے۔ مادہ تین سے پانچ تک انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ بہت ہلکا آسمانی ہوتا ہے۔

تُرمتی

THE INDIAN MERLIN

ترمتی ایک چھوٹا شکاری پرندہ ہے۔ ترمتی قد میں مینا سے ذرا ہی بڑی ہوتی ہے۔ عام شکاری پرندوں کی طرح نر مادہ سے ذرا چھوٹا ہوتا ہے۔ لیکن کریلے اور نیم چڑھے والی بات ہے۔ تُرمتی بڑی غضبناک ہوتی ہے۔ ڈر اس کے نزدیک تک نہیں پھٹکتا۔ چھوٹے چھوٹے پرندوں کے علاوہ اپنے سے بڑے بڑے پرندوں پر بھی حملہ کر دیتی ہے اور انہیں سخت پریشان کرتی ہے۔ ترمتی ہمالیہ پہاڑ کے دامن سے لے کر دکن تک سارے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ اس کا سر اور گردن نصواری رنگ کے ہوتے ہیں۔ جسم کا رنگ بھوسلا اور بازوؤں پر دھبے ہوتے ہیں۔

سفید پیٹ کے اوپر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ چونچ کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے۔ ٹانگیں زرد لیکن ناخن سیاہ ہوتے ہیں ٭

ترمتی میدانوں میں عام ملتی ہے۔ یہ خصوصًا ایسی جگہوں میں رہتی ہے جہاں چند درخت ہوں اور سایہ کافی ہو۔ ترمتی بہت گھنے جنگلوں میں نہیں رہتی۔ نر اور مادہ تا زندگی اکٹھے رہتے سہتے ہیں۔ دونوں مل کر اکٹھے شکار کرتے ہیں۔ ترمتی چھوٹے چھوٹے پرندوں مثلاً چڑیا کا شکار کرتی ہے۔ اکثر مینا۔ تلیر۔ فاختہ اور بٹیر پر بھی حملہ کرتی ہے۔ ایسے پرندوں کو ایک ہی جھٹکے سے مار ڈالتی ہے۔ پرندوں کے علاوہ گلہریوں کا بھی شکار کرتی ہے۔ اگر کوئی چمگادڑ دن کے وقت مل جائے تو اُسے بھی نہیں چھوڑتی۔ اُوپر لکھا گیا ہے کہ نر اور مادہ ترمتی اکٹھے شکار کرتے ہیں۔ یہ نہایت تیزی سے اُڑتے ہیں۔ اور جس پرندے کے پیچھے پڑ جائیں وہ چاہے کیسا ہی ہشیار کیوں نہ ہو ترمتیاں اُسے ضرور پکڑ لیتی ہیں۔ شام کے وقت جب چڑیاں درختوں میں اکٹھی ہو کر چوں چوں کر رہی ہوں تو یکایک ترمتی ان پر حملہ کرتی ہے اور ایک چڑیا کو پکڑ کر لے جاتی ہے چڑیوں میں کچھ دیر کے لئے سناٹا چھا جاتا ہے۔ لیکن یہ پھر شور مچاتی

ہیں اور ترمتی پھر حملہ کرتی ہے۔ جب تک بالکل اندھیرا نہ ہو جائے ترمتی خوب شکار کرتی رہتی ہے۔

شوقین لوگ شکار کے لئے ترمتی کو پالتے ہیں چھوٹے شکاری پرندوں مثلاً شکرے سے ترمتی اچھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ پہلے ہی جھپٹے پر شکار کو قابو نہ کر سکے تو اس کا تعاقب چھوڑ نہیں دیتی۔ شکاری اسے اکثر نیل کنٹھ پر چھوڑتے ہیں۔ نیل کنٹھ بھی اُڑنے میں بہت ماہر ہے۔ ترمتی اور نیل کنٹھ کے خوب داؤ پیچ ہوتے ہیں۔ نیل کنٹھ کبھی اِدھر اُڑتا ہے کبھی اُدھر۔ کبھی یکایک نیچے گرتا ہے۔ لیکن ترمتی اس کا تعاقب نہیں چھوڑتی۔ آخر نیل کنٹھ تھک جاتا ہے اور ترمتی اُسے دبوچ لیتی ہے۔ شکاری لوگ ترمتی کے ساتھ ہُدہُد کا بھی شکار کرتے ہیں۔

آجکل انگریز خواتین کتوں کو نہایت شوق سے پالتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ ہوا انگلستان میں اعلےٰ خاندانوں کی بیگمات اِسی شوق سے ترمتیوں کو پالا کرتی تھیں۔ جب بیگم صاحبہ گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کو نکلتیں تو آپ کی ترمتی سر کے اُوپر اُڑتی ہوئی ساتھ جاتی اور اشارہ کرنے پر ترمتی جھٹ بیگم صاحبہ کے ہاتھ پر آکر بیٹھ جاتی۔

ترمتی فروری سے جون تک انڈے دیتی ہے۔ نر اور

مادہ دونوں گھونسلہ بنانے میں حصّہ لیتے ہیں۔ ترمتیاں عموماً اپنا گھونسلہ اونچے درختوں کی ٹہنیوں میں بناتی ہیں گھونسلے کی خشک ٹہنیوں کے اندر گھاس پھوس اور چیتھڑوں کا استر لگاتی ہیں۔ مادہ عموماً چار انڈے دیتی ہے۔ سُرخی مائل انڈوں کے اوپر بھوسلے دھبّے ہوتے ہیں۔ اِن ایّام میں ترمتیاں معمول سے بھی زیادہ لڑاکی ہوتی ہیں۔ کیا مجال کہ کوئی بھی پرندہ گھونسلے کے نزدیک پھٹک سکے۔

چھوٹا اُلو

THE OWL

ہندوستان کی حدود میں اُلو تو کئی قسم کے ملتے ہیں لیکن ان سب سے زیادہ چھوٹا اُلو ہی ملتا ہے۔ اس کا جسم بھوسلا ہوتا ہے اور اس کے جسم کے اوپر جابجا سفید دھبے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی آنکھوں کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ چونچ اور پاؤں کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے۔ اُلوؤں کی آنکھیں باقی سب پرندوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ عام پرندوں کی آنکھیں سر کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ لیکن اُلو کی دونوں آنکھیں انسان کی آنکھوں کی طرح سامنے کو ہی ہوتی ہیں۔ اِن آنکھوں سے اُلو کو شکار رات کے وقت اچھی طرح دکھائی دیتا ہے۔ اُلو کے

کان بھی باقی پرندوں سے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔اس لئے اس کی قوت سامعہ بھی نہایت تیز ہوتی ہے۔ اُلّو کے جسم کے پر حد درجے کے ملائم ہوتے ہیں۔اسی لئے جب اُلّو اُڑتا ہے تو عام پرندوں کی طرح آواز نہیں نکلتی اُلّو اگر آپ کے سر کے اوپر سے اُڑتا ہوا گزر جائے تو آپ کو معلوم ہی نہ ہوگا۔ ایسے پرواز کا اُلّو کو یہ فائدہ ہے کہ رات کے وقت چاہے کیسی ہی خاموشی اور سناٹا کیوں نہ ہو اُلّو کے اُڑنے کی آواز سنائی نہیں دیتی اور اس کے شکار کو اس کے آنے کا علم ہی نہیں ہوتا۔

عام اُلّو تو اکثر دن کے وقت چھپ کر سوئے رہتے ہیں۔لیکن یہ چھوٹا اُلّو دن کو بھی جاگتا رہتا ہے۔البتہ دن کے وقت شکار نہیں کرتا۔ چھوٹا اُلّو ہندوستان میں سب جگہ ملتا ہے۔جنگلوں اور باغات کے علاوہ چٹانوں کھنڈرات اور مکانوں میں بھی رہتا ہے۔ یہ اُلّو بھی عادتاً رات کے وقت ہی باہر نکلتا ہے۔ یہ اُلّو عموماً درخت کی کسی کھوکھ یا گھنے پتوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر آپ کسی اُلّو کی طرف دیکھنا شروع کریں تو یہ بھی آپ کو گھورنا شروع کرے گا۔اور تھوڑی دیر کے بعد اُڑ جائے گا۔ اگر اُلّو درخت کی کھوکھ کے اندر ہوں اور درخت کو ٹھکوریں تو ایک اُلّو کھوکھ کے

سوراخ سے سر کو باہر نکال کر دیکھنا شروع کرے گا اور دو
چار دفعہ سر کو جھکائے گا۔ ایسا معلوم ہو گا کہ جیسے تعظیم
بجالا رہا ہے۔ اگر آپ زیادہ دیر تک دیکھتے رہیں گے
تو اُڑ جائے گا، کئی اُلّو اکثر اکٹھے ایک ہی درخت میں رہتے
ہیں۔ شام ہوتے ہی خوشی میں پھولے نہیں سماتے۔ طرح
طرح کی بولیاں بولتے اور شور مچاتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر
کے بعد اِدھر اُدھر شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں۔

یہ اُلّو بڑے بڑے کیڑوں مکوڑوں کو پکڑتا ہے۔ اُڑتے
ہوئے پروانوں کو بھی کھاتا ہے۔ ان کے علاوہ چھوٹے
چھوٹے جانوروں مثلاً چوہے چوہیوں چھپکلیوں اور چھوٹے
پرندوں کو بھی شکار کرتا ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ
یہ اُلّو چمگادڑوں کو بھی کھاتا ہے۔ اِس کا خاصہ یہ ہے کہ
چھپی ہوئی چمگادڑوں کو پکڑ کر باہر نکالتا ہے اور کھا جاتا ہے۔

اُلّو کے انڈے بچّے دینے کا موسم فروری سے مئی تک
ہے۔ اُلّو کوئی خاص گھونسلہ نہیں بناتے۔ کسی کھوکھا یا سوراخ
کے اندر چند تنکے اور پر جمع کرتے ہیں۔ کبھی کبھی مکانوں
اور کھنڈرات کے سوراخوں میں بھی انڈے دیتے ہیں۔ مادہ
عموماً تین سے چھ تک ہی انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ
بالکل سفید ہوتا ہے۔

اُلّو کو ہندوستان میں بیوقوف کیوں خیال کیا جاتا ہے

ہم نے علم طبیعات کی کئی کتابیں اس سوال کے جواب کو دریافت کرنے کی خاطر دیکھی ہیں کسی کتاب میں بھی اُلّو کی بیوقوفی پر رائے زنی نہیں گئی۔ اُلّو کو غالباً اِس واسطے بیوقوف تصور کیا جاتا ہے کہ جب کسی شخص نے کسی بھی جگہ دن کے وقت اُلّو کو دیکھا تو اسے چپ چاپ بیٹھا ہوا یا سویا ہُوا پایا۔ اُلّو بڑی بڑی آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا ہے اور اِس کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ موقع اور محل کی حقیقت سے بے بہرہ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بیوقوف ہے چونکہ اُلّو کو بے وقوف قرار دیا جاتا ہے اِس لئے اکثر بے وقوف آدمیوں کو بھی اُلّو سے ہی تشبیہہ دی جاتی ہے۔

سنہری کٹھ پھوڑا

THE GOLDEN WOODPECKER

کٹھ پھوڑا اسم با مسمی ہے۔ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ لکڑی (کاٹھ) کو توڑتا رہتا ہے۔ کٹھ پھوڑا قد میں کبوتر جتنا ہوتا ہے۔ میدانوں میں درختوں کے تنوں کے اوپر چڑھتا ہوا دیکھا جاتا ہے۔ اس کا پرواز باقی پرندوں سے کچھ نرالا ہی ہے۔ نر کٹھ پھوڑے کے سر پر سُرخ رنگ کی کلغی ہوتی ہے۔ گردن کے اوپر اور نیچے کے حصے سیاہ لیکن گردن کے پہلو سفید ہوتے ہیں۔ کندھوں اور کمر کا رنگ سنہری ہوتا ہے۔ سینے کے سفید پروں پر سیاہ دھبے ہوتے ہیں۔ چونچ خاصی لمبی اور مضبوط ہوتی ہے۔ پاؤں کی دو انگلیاں آگے کی طرف اور دو پیچھے کی طرف مڑتی

ہوئی ہوتی ہیں ۔

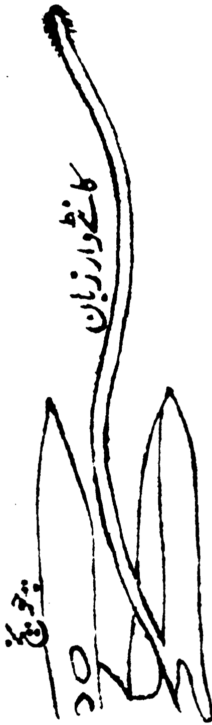
کٹھ پھوڑا شوخ رنگ اور خوبصورت پرندہ ہونے کے سبب فوراً پہچانا جا سکتا ہے۔ سنہری کٹھ پھوڑے کے علاوہ پچاس سے زیادہ قسم کے اور کٹھ پھوڑے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن خوبصورت ہونے کے باعث سنہری کٹھ پھوڑا سب سے زیادہ مشہور ہے ۔

سنہری کٹھ پھوڑا بہت گھنے جنگل کو پسند نہیں کرتا۔ باغات اور سڑکوں کے دورویہ اور خصوصاً پرانے درختوں پر اکثر دیکھا جاتا ہے۔ ایسے درختوں میں اس کو غذا بافراط مل جاتی ہے ۔ نر اور مادہ دونوں ایک ہی درخت پر کام میں لگے رہتے ہیں۔ جب ایک اُڑ کر دوسرے درخت پر جاتا ہے تو دوسرا بھی عموماً اس کے پیچھے پیچھے اُڑتا ہوا دیکھا جاتا ہے ۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ دھیال مینا اور ہُدہُد وغیرہ تو اکثر سطح زمین سے کیڑوں کو تلاش کر کے کھاتے ہیں اور سریال عموماً اُڑتے ہوئے کیڑوں کو پکڑ پکڑ کر کھاتی ہے۔ لیکن ان سب کے برعکس کٹھ پھوڑا اُن کیڑوں کو کھاتا ہے جو درختوں کے تنوں اور ٹہنیوں کی چھال کے نیچے رہتے ہیں چھال اکثر پھٹی ہوئی ہوتی ہے۔ کیڑے سوراخوں کے راستے چھال کے نیچے گھس جاتے

ہیں۔ کٹھ پھوڑا اپنی مضبوط چونچ کے ساتھ چھال کو پھوڑتا ہے۔ اور کیڑوں کو نکال کر کھا جاتا ہے۔ اِس کی چونچ اس کام کے لئے نہایت موزون ہے۔ جب کیڑے کو تلاش کر لیتا ہے تو لمبی کانٹے دار زبان کو باہر نکالتا ہے۔ اِس لیسدار زبان کے ساتھ کیڑوں کو پکڑ پکڑ کر نگل جاتا ہے۔ اکثر کٹھ پھوڑے کو زیادہ کھودنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ جب یہ چھال پہ چونچ مارتا ہے

کٹھ پھوڑا اور اُس کی چونچ



تو اگر کوئی کیڑا نیچے چھپا ہوا ہو تو وہ گھبرا کر باہر نکل آتا ہے اور کٹھ پھوڑا اُسے پکڑ لیتا ہے۔ کٹھ پھوڑا درختوں کی چھال اور لکڑی کے اندر رہنے والے کیڑوں کے علاوہ دوسرے کیڑوں کو بھی کھا جاتا ہے۔

ساتھ والی تصویر میں آپ دیکھتے ہیں کہ کٹھ پھوڑے کو درخت کے عمودی تنے پر دکھایا گیا ہے۔ یہ تنے کی چھال کے نیچے سے کیڑے نکال رہا ہے۔ عمودی تنے کے اوپر بیٹھنے کے لئے کٹھ پھوڑے کے پاؤں کے ناخن خاص طور پر لمبے اور مضبوط ہیں۔ ان ہی کے سہارے کٹھ پھوڑا عمودی تنوں اور ٹہنوں پر بیٹھا کیڑوں کو نکالتا رہتا ہے۔

کٹھ پھوڑے کے بیان میں نیچے لکھی ہوئی تین باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں یعنی:-

۱۔ کٹھ پھوڑے کی چونچ۔

۲۔ کٹھ پھوڑے کی زبان۔

۳۔ کٹھ پھوڑے کے پاؤں۔

کٹھ پھوڑے کی طرزِ زندگی کے لئے اس کی کینچی نما چونچ کانٹوں والی لیسدار زبان اور لمبے طاقتور ناخنوں کا ہونا سخت ضروری ہے۔ ان کے بغیر کٹھ پھوڑا اپنی غذا کو حاصل کرنے کے ناقابل ہو جاتا ہے۔ کٹھ پھوڑے کی دُم

بھی اَوْر پرندوں سے مختلف ہوتی ہے۔ درختوں کے عمودی تنوں کے اوپر چڑھنے کے وقت اور کیڑوں کو نکالنے کے وقت کٹھ پھوڑا اپنی دُم سے بھی سہارا لیتا ہے +

کٹھ پھوڑے درختوں کے تنوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ گھونسلہ بنانے کے لئے اکثر کوئی قدرتی کھوکھ تلاش کرتے ہیں۔ اگر قدرتی کھوکھ نہ ملے تو پھر کٹھ پھوڑے اپنی چونچ کے ساتھ کسی درخت کے تنے میں کھوکھ بنا لیتے ہیں۔ کھوکھ بنانے کے وقت دونوں نر اور مادہ باری باری لکڑی کو کھودتے ہیں۔ یہ کھوکھ نماسی گہری ہوتی ہے۔ ایسے گھونسلے کے دروازے کا قطر تین انچ ہوتا ہے۔ گہرائی مختلف ہوتی ہے۔ مادہ فروری سے جولائی تک انڈے دیتی ہے۔ اس کے انڈوں کی تعداد عموماً تین ہوتی ہے۔ ان کا رنگ سفید ہوتا ہے +

کریدنے والے پرندے

کریدنے والے پرندوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ آپ مُرغی کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ مرغی کریدنے والے پرندوں میں سے ہے۔ مُرغی کو انسان کئی صدیوں سے پال رہا ہے۔ مُرغی کے علاوہ مور تیتر چکور بٹیر وغیرہ اِسی خاندان سے ہیں اِن کریدنے والے پرندوں میں آپس میں بہت سے اختلافات ہیں۔ مور کی دُم کے پر دیکھئے کیسے لمبے لمبے ہوتے ہیں۔ لیکن بٹیر کی دُم کے پر ایسے چھوٹے ہوتے ہیں کہ دُم دکھائی ہی نہیں دیتی۔ مور کے سر کے اُوپر پروں کی کلغی ہوتی ہے تو مُرغے کے سر کے اوپر سُرخ گوشت کی کلغی پائی جاتی ہے۔ اور بٹیر اور تیتر کے سر پر کلغی ہوتی

ہی نہیں ۔ بٹیر اور تیتر کی پوشش بھی کیسی نرالی ہے ۔ جا بجا دھبے اور دھاریاں کیسی خوشنما معلوم ہوتی ہیں ۔ نر اور مادہ تیتر اور بٹیر کی پوشش میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا ۔ مرغے اور مور کی پوشش دیکھئے زنگار رنگ کے پروں سے بنی ہوتی ہے ۔ چند ہی اور پرندے ایسے لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں ۔ مرغی اور مورنی کا لباس ایسا شوخ رنگ نہیں ہوتا ۔ آپ نے مور کو ناچتے ہوئے دیکھا ہوگا ۔ اس کی آن بان کے ساتھ اور کونسا پرندہ مقابلہ کرسکتا ہے ۔ ناچتا ہوا مور خود بھی مست ہو جاتا ہے ۔ اور دیکھنے والے بھی مست ہو جاتے ہیں ۔

کریدنے والے پرندوں کی ٹانگیں اور پاؤں اور ناخن بہت مضبوط ہوتے ہیں ۔ ان کی ٹانگوں پر خاریں ہوتی ہیں ۔ بچپن سے ہی نر آپس میں لڑنا شروع کرتے ہیں ۔ جوان ہونے پر تو اس لڑائی کی حد ہی نہیں رہتی ۔ یہ لڑائی دراصل نر پرندوں میں مادہ پرندوں کو حاصل کرنے کی خاطر ہوتی ہے ۔

کریدنے والے پرندوں میں عموماً مادہ ہی اکیلی انڈوں کو سیتی ہے اور اکیلی ہی بچوں کو پالتی ہے ۔ نر بچوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ۔ ہاں بٹیر کا رویہ باقیوں سے مختلف ہے

مادہ بٹیر انڈے دینے کے بعد بھاگ جاتی ہے۔ نر اکیلا انڈوں کو سہتا ہے۔ اور بچوں کو پالتا ہے + کرید نے والے پرندوں کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی دوڑنا کودنا شروع کرتے ہیں۔ ان کے جسم ننھے ننھے پروں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ مادہ ان کو ساتھ ساتھ لئے پھرتی ہے۔ مادہ اُن کو کھانے کی چیزیں تلاش کر کے دکھا دیتی ہے۔ لیکن اور پرندوں کی طرح کھانے کی چیزوں کو اُٹھا کر بچوں کے مُنہ میں نہیں ڈالتی۔ بچے خود بخود ان کھانے کی چیزوں کو زمین سے چونچ سے اُٹھا لیتے ہیں۔ اگر مُرغی کو بھی دوسرے پرندوں کی طرح ہر ایک بچے کے مُنہ میں غذا ڈالنی پڑتی تو مرغی اتنے بچوں کو پال نہ سکتی۔ اِس بات کو انسان نے صدیاں ہوئیں بھانپ لیا تھا۔ انسان نے دیکھا کہ مُرغی اَور پرندوں سے زیادہ انڈے دیتی ہے اور کئی بچوں کو پال سکتی ہے۔ دوسری قسم کے پرندے ایک یا دو بچے ہی پال سکتے ہیں۔ اِسی بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انسان نے مُرغی کو پالنا شروع کیا تھا۔

کرید نے والے پرندوں کی آواز سریلی نہیں ہوتی۔ اِن کے بولنے کے اعضا اَور پرندوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں اِس لئے یہ صرف کڑ کڑ ہی کر سکتے ہیں۔ ہاں مُرغ لمبی سی آواز نکال سکتا ہے + اس کی لمبی آواز کو بانگ کہتے ہیں۔

کر دینے والے پرندے انسان کے حق میں بہت مفید ہیں۔ کیونکہ ان کے سوا اور کوئی پرندے انسان کے کھانے کے لئے اتنے انڈے اور گوشت بہم نہیں پہنچاتے آپ نے سونے کے انڈے دینے والی مُرغی کی روایت سُنی ہوگی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ روایت کہاں تک لفظ بہ لفظ سچ ہے۔ لیکن صداقت تو یہ ہے کہ ہر ایک مُرغی دراصل سونے کے انڈے دیتی ہے۔

آپ نے میاں شیخ چلی کی کہانی بھی سُنی ہوگی۔ میاں شیخ چلی کسی کا بوجھ اُٹھائے جا رہے تھے۔ دو پیسے مزدوری کی اُمید تھی۔ میاں شیخ چلی نے سوچا کہ دو پیسے کی مُرغی[1] لینگے۔ مُرغی انڈے دے گی۔ انڈوں سے بچے برامد کرائیں گے چوزوں کو پالیں گے تو اور مُرغیاں مُرغ بن جائیں گے۔ ان کو بیچ کر پیسے اکٹھے کرینگے جب کافی اثاثہ ہو جائے گا تو بکری خرید کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ.....

مُرغیاں پالنا بڑا فائدہ مند کام ہے۔ ہمارے ملک میں یہ کام ابھی تک لوگوں نے اچھی طرح شروع نہیں کیا۔ گورنمنٹ نے یہ کام سکھانے کے لئے ایک دو جگہ سکول جاری کر رکھے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ اس کام کی طرف توجہ دیں۔

---

[1] کہانی بہت پرانی ہے۔ اُن دنوں مُرغی دو پیسے کو ہی ملتی ہوگی۔



THE QUAIL

ہندوستان میں کئی قسم کے بٹیر پائے جاتے ہیں۔ کچھ بٹیر تو سارا سال ہی ہندوستان میں رہتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے ہیں جو نقل مکان کرتے رہتے ہیں۔ ایسے بہت سے بٹیر اگست ستمبر کے دنوں پنجاب میں پہنچتے ہیں۔ بٹیروں کو لوگ لڑانے کے لئے پالتے ہیں۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ لوگ بٹیر کو ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں۔

بٹیر کی شکل گیند نما ہوتی ہے۔ اور اس کا جسم کرکٹ کے گیند کے قریب ہی ہوتا ہے۔ اس کی دُم بہت ہی چھوٹی سی ہوتی ہے۔ اس کے پاؤں کی صرف اگلی تین انگلیاں ہی ہوتی ہیں۔ پچھلی انگلی نہیں ہوتی۔ بٹیر کی

ٹانگوں پر مُرغ جیسے خار نہیں ہوتے ۔

بٹیر گیہوں کے کھیتوں میں رہتے ہیں۔ یہ زیادہ جنگل اور پہاڑی علاقوں کو پسند نہیں کرتے۔ لمبے لمبے گھاس اور اناج کے کھیت ان کو خوب بھاتے ہیں۔ جن دنوں بٹیر بہت ہوتے ہیں ان دنوں شکاری لوگ انہیں جال سے پکڑتے ہیں۔ کھیت کے آس پاس رات کو جال لگا دیتے ہیں۔ اس کے اندر ایک طرف چند پالتو بٹیروں کے پنجرے لٹکا دیتے ہیں۔ یہ پالتو بٹیر بولنا شروع کرتے ہیں۔ آس پاس کے کھیت کے بٹیر اس آواز کو سُن کر پالتو بٹیروں کی طرف اُڑتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں۔ بٹیر پکڑنے والے ان کو شہروں میں لاکر بیچ دیتے ہیں۔ بٹیر کا گوشت اچھا لذیذ خیال کیا جاتا ہے ۔

بٹیر چھوٹے چھوٹے اناج کھاتے ہیں۔ ان کے علاوہ ننھے ننھے کیڑے اور سنڈیاں بھی کھا لیتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بٹیر ہمیشہ زمین سے دانہ یا کیڑے چگتے ہیں۔ بٹیر اپنی ساری زندگی زمین پر ہی بسر کرتے ہیں۔ درختوں کی ٹہنیوں پر بالکل نہیں بیٹھتے۔ اور نہ ہی کبھی درختوں میں رہتے ہیں ۔

مادہ بٹیر نر سے زیادہ چست و چالاک ہوتی ہے ۔ اس کا

قد بھی نر سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے خانگی امورات میں مادہ نر پر حاوی ہوتی ہے۔ انڈے دینے کے بعد مادہ اپنے شوہر اور انڈوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے شوہر ان انڈوں کو سہہ کر بچے نکالتا ہے اور بچوں کو پالتا پوستا ہے۔ مادہ کسی اور نر کے ساتھ رہنا شروع کرتی ہے۔ اور پھر انڈے دے کر بھاگ جاتی ہے۔ ٹیر ہمیشہ سطح زمین پر ہی گھونسلے بناتے ہیں۔ مادہ تین سے دس بارہ تک انڈے دیتی ہے۔ ان کا رنگ زردی یا سرخی مائل ہوتا ہے۔



THE PARTRIDGE

تیتر دو قسم کے ہوتے ہیں - ایک سیاہ دوسرا سفید یا بھوسلا - اول الذکر کا رنگ سیاہ ہوتا ہے - اس کے جسم پر سفید دھبے اور دھاریاں ہوتی - ان دھاریوں اور دھبوں کے سبب یہ تیتر بڑا خوبصورت دکھائی دیتا ہے - نر کی چونچ سیاہ لیکن مادہ کی بھوسلی سی ہوتی ہے - اس کی ٹانگوں کا رنگ سُرخی مائل بھوسلا ہوتا ہے - انڈے بچے دینے کے موسم میں ٹانگوں کا رنگ نارنجی سا ہو جاتا ہے - بھوسلے تیتر کے جسم پر بھی سفید دھبے اور چھوٹی چھوٹی دھاریاں ہوتی ہیں - اس کی ٹانگیں سُرخ سی ہوتی ہیں - شکاری دونوں قسم کے تیتروں کا شکار کرتے ہیں -

سیاہ تیتر شمالی ہندوستان کے میدانوں میں عام پایا جاتا ہے۔ اکثر دریاؤں کے کنارے جنگلوں میں ملتا ہے۔ لمبے لمبے گھاس اور جھاڑیوں میں رہنا پسند کرتا ہے۔ شکاری کچھ آدمیوں کی مدد سے تیتروں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب یہ زمین سے اُڑتے ہیں تو پھر ان کو بندوق سے مارتے ہیں۔ جنگل میں جب ان کو ڈرایا جائے تو سب اکٹھے نہیں اُڑتے۔ ایک ایک دو دو کرکے اُڑتے ہیں۔ شکاریوں کے حق میں تیتروں کی یہ عادت نہایت مفید ہے۔ شکاری ہر ایک کو نشانہ لگا سکتے ہیں۔ تیتر کا گوشت خشک سا ہوتا ہے۔

کئی شوقین تیتر کو پالتے ہیں۔ تیتر صبح سویرے نہایت جوش سے بولنا شروع کرتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تیتر "سبحان تیری قدرت" کہتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تیتر کہتا ہے "چھوڑ دے میری تیتری" اور بعض کہتے ہیں کہ تیتر "لہسن پیاز ادرک" کہتا ہے۔

تیتر اکثر اناج بیج سبز ترکاریاں لیکن کبھی کبھی کیڑے مکوڑے بھی کھاتا ہے۔

بھوسلا تیتر گھنے جنگل اور دلدلی زمین کو پسند نہیں کرتا جس جنگل میں چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں ہوں وہاں عام ملتا ہے۔ تیتر اکثر چھوٹے چھوٹے گروہوں میں رہتے ہیں۔ شکاری ان

کا بھی شکار کرتے ہیں۔ تعاقب کرنے پر یہ بہت تیز دوڑنا شروع کرتے ہیں۔ اور جہاں کوئی آڑ مل جائے وہاں ہی چھپ جاتے ہیں۔ اگر اڑیں تو خوب تیزی سے اڑتے ہیں۔ لیکن بہت دور تک نہیں اڑتے۔ شوقین لوگ اس تیتر کو بھی پالتے ہیں۔

دونوں قسم کے تیتر زمین کے اوپر پتھروں کے نیچے یا کسی جھاڑی کی آڑ میں گھونسلہ بناتے ہیں۔ دراصل ان کا گھونسلہ عام پرندوں کے گھونسلے جیسا نہیں ہوتا۔ انڈے دینے کے ایام میں مادہ کوئی محفوظ جگہ تلاش کر لیتی ہے اور وہاں اکثر تنکے یا پتے وغیرہ جمع کر کے بیٹھنے لگتی ہے۔ مادہ صرف چھ سات انڈے دیتی ہے۔ سیاہ تیتر کے انڈوں کا رنگ سبزی مائل بھوسلا سا ہوتا ہے۔ لیکن بھوسلے تیتر کے انڈوں کا رنگ سفید زردی مائل ہوتا ہے۔

چکور

THE CHUKOR

چکور شمال مغربی ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھبوڑے کی پہاڑیوں سے لے کر ہمالیہ پہاڑ تک ملتا ہے۔ ہمالیہ پہاڑ میں دس پندرہ ہزار فٹ کی بلندی تک پایا جاتا ہے۔ چکور ایسے پہاڑی علاقوں کو پسند کرتا ہے جہاں درخت نہ ہوں شمال مغربی سرحدی صوبے کی گرم اور ویران پہاڑیوں میں بہت سے چکور رہتے ہیں۔ سرحد کی خشک پہاڑیوں کے علاوہ ہمالیہ کی ایسی گرم وادیوں میں جہاں رسوشت جیسی چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں ہوں چکور بکثرت ملتے ہیں۔ زیادہ بارش اور گھنے جنگل انہیں غیر موافق ہیں۔ چونکہ چکور نہایت خشک اور گرم وادیوں میں رہتے ہیں جہاں نباتات بہت

کم ہوتی ہے اس لئے عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ چکور پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کھا کر جیتے ہیں۔

چکور عموماً گروہ بنا کر رہتے ہیں اور اکٹھے ہی گھومتے ہیں جب انڈے بچے دینے کا موسم قریب آتا ہے تو جوڑے جوڑے الگ ہو جاتے ہیں۔ جاڑے کا موسم آ جائے تو پھر پچاس پچاس کی ٹولیوں میں رہنا شروع کرتے ہیں۔ چکور اپنا سارا وقت زمین پر ہی صرف کرتے ہیں۔ اگر چکوروں کے گروہ کا تعاقب کیا جائے تو اُڑنے سے پیشتر دوڑنا شروع کرتے ہیں۔ لیکن جب اُڑیں تو ان کا پرواز کافی تیز ہوتا ہے۔ کئی لوگ کبھی کبھی چکور کا شکار کرتے ہیں۔

چکور اناج بیج اور جڑوں کے علاوہ پودوں کی ننھی ننھی سبز کونپلیں بھی کھاتے ہیں۔ کیڑوں اور سنڈیوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔

چکور ہر سال اپریل سے اگست تک انڈے بچے دیتے ہیں۔ انڈے دینے کے لئے زمین پر ہی یا کسی جھاڑی یا پتھر کے نیچے جگہ بناتے ہیں۔ اس میں تنکے یا پتے وغیرہ جمع کر کے معمولی سا گھونسلہ بناتے ہیں۔ مادہ آٹھ دس انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے۔ ان کے اوپر سُرخی مائل دھبے ہوتے ہیں۔ بہت سے پہاڑی

لوگ چکوروں کے گھونسلے تلاش کر کے ان کے انڈے
نکال لاتے ہیں اور انڈوں کو کھاتے ہیں ۔
بعض لوگ اپنے گھروں میں چکور کو پالتے ہیں ایسے
لوگوں کا خیال ہے کہ چکور کا گھر میں ہونا ایک نیک شگون
ہے ۔

پرندوں کا نقل مکان کرنا

شمالی کرۂ ارض کے کئی پرندے موسم کے تغیر و تبدل کے ساتھ ایک ملک یا ایک علاقے کو چھوڑ کر دوسرے ملک یا دوسرے علاقے میں چلے جاتے ہیں۔ اِس نقل و حرکت کو مطالعہ کرنے کے لئے پرندوں کے دلدادہ بڑی کوشش کر رہے ہیں۔

پنجاب کے سب پرندوں کو چار جماعتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

اوّل وہ پرندے جو پنجاب میں موسم گرما کے شروع میں آتے ہیں اور موسم سرما کے آغاز سے پیشتر ہی چلے جاتے ہیں۔ مثلاً ہریال۔ کوئل۔ پپیہا وغیرہ۔

دوم وہ پرندے جو پنجاب میں موسم سرما میں آتے ہیں اور موسم گرما کے آنے سے پیشتر ہی چلے جاتے ہیں۔ مثلاً تلیر۔ دھوبن مُرغابی بٹیر وغیرہ +

سوم وہ پرندے جو سارا سال ہی پنجاب میں رہتے ہیں مثلاً کوّا چڑیا۔ طوطا مینا وغیرہ +

چہارم نقل مکان کرنے والے پرندوں میں سے کچھ پرندے پنجاب میں ہی رہ جاتے ہیں۔ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نہیں جاتے۔ مثلاً کچھ بٹیر یہاں ہی رہ جاتے ہیں اور پنجاب میں بود و باش اختیار کرتے ہیں +

گو ان نقل مکان کرنے والے پرندوں کی حرکات ابھی تک ٹھیک ٹھیک دریافت نہیں ہوئیں لیکن یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو جو پرندے موسم سرما پنجاب میں آکر گذارتے ہیں وہ گرمیوں کے آنے پر پنجاب کے شمالی ٹھنڈے ملکوں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ پرندے ان ٹھنڈے ملکوں میں ہی انڈے بچے دیتے ہیں۔ مثلاً تلیر مُرغابی وغیرہ۔ جو پرندے موسم گرما پنجاب میں گذارتے ہیں وہ موسم سرما کے آنے پر پنجاب کے جنوب کی طرف گرم علاقوں کو چلے جاتے ہیں۔ مثلاً کوئل۔ یہ پرندے پنجاب میں انڈے بچے دیتے ہیں۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ نقل مکان کرنے والے پرندے
پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر سال ایک علاقے کو چھوڑ
کر دوسرے علاقے میں جا پہنچتے ہیں۔ ہاں اُن کو موسم کا
لحاظ ضرور کرنا ہوتا ہے۔ آپ یہ پڑھ کر شائد حیران ہونگے
کہ جس ملک میں ایسے پرندے انڈے بچے دیتے ہوں
وہاں آنے پر ہر سال پچھلے سال والا گھونسلہ پھر مرمت کر کے
آباد کرتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اکثر کئی سالوں تک تاحیات
جاری رکھتے ہیں۔

نقل مکان کرنے والے پرندوں کا راستہ سال بسال
وہی رہتا ہے۔ اِن کے راستوں کا پتہ لگانے کا یہ طریقہ
ہے کہ ایلومینیم (ALUMINIUM) دھات کی ہلکی
ہلکی کڑیاں سی بنائی جاتی ہیں۔ ان کے اُوپر تاریخ مقام
اور پہنانے والے کا پورا پتہ کندہ کیا جاتا ہے۔ چند
پرندوں کو پکڑ کر ان کے پاؤں میں یہ کڑیاں پہنا دی
جاتی ہیں اور پرندوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ کڑیاں ہلکی
ہونے کے سبب پرندوں کو اُڑنے اور چلنے میں تکلیف
نہیں دیتیں۔ جس ملک میں اِن پرندوں کے پہنچنے کی
توقع ہوتی ہے کڑیاں پہنانے والا شخص اس ملک کے
چند دوستوں کو چٹھیوں کے ذریعے آگاہ کر دیتا ہے۔ وہ

کڑیوں والے پرندوں کی کھوج میں رہتے ہیں۔ جہاں کوئی ایسا پرندہ نظر آئے اُسے پکڑ لیتے ہیں۔ اور اُس کے پاؤں سے کڑی اُتار کر اس پر یہ لکھ کر۔ یہ کڑی کہاں اور کس دن دستیاب ہوئی کڑیاں پہنانے والے کو واپس کر دیتے ہیں۔ اِس طریقے سے پرندوں کی نقل و حرکت اور اُن کے راستے کا پتہ لگ جاتا ہے +

یہ سوال کہ نقل مکان کرنے والے پرندے سمندروں کے اُوپر سے سفر کرتے ہوئے کتنی بلندی پر اُڑتے ہیں ابھی تک ٹھیک طور پر حل نہیں ہو سکا۔ اُونچائی معلوم کرنے کے لئے ہوائی جہازوں سے مدد لی جاتی ہے۔ قیاس ہے کہ بہت سے پرندے سطح سمندر سے تین چار ہزار فٹ کی بلندی پر ہی اُڑتے ہیں۔ صرف دو اقسام کے پرندے سات ہزار فٹ کی بلندی تک اُڑتے ہوئے دیکھے گئے ہیں +

نقل مکان کرنے والے پرندوں کی اُڑنے کی رفتار کے متعلق بڑے بڑے مبالغہ آمیز قصے مشہور ہیں۔ رفتار معلوم کرنے کے لئے ہوا کے رُخ کو مدِ نظر رکھنا سخت ضروری ہے۔ اگر ہوا موافق ہو تو پرندے تیز رفتار سے اُڑ سکتے ہیں اگر ہوا مخالف ہو تو رفتار بہت کم ہو جاتی ہے۔ ایک صاحب نے مفصلۂ ذیل اوسطیں نکالی ہیں:-

۱۔ کونج ۳۰ میل فی گھنٹہ

۲۔ تلیر ۴۹ میل فی گھنٹہ

ان لمبے لمبے سفروں کے دوران میں جو پرندے قطار سے دائیں بائیں ہو جاتے ہیں یا پیچھے رہ جاتے ہیں وہ بچارے اکثر بھوک پیاس یا سردی کے باعث مرجاتے ہیں۔ لیکن ان مشکلات کے باوجود بہت سے پرندے ہر سال صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پرندے راستہ کیسے معلوم کرتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں بہت سی دلیلیں پیش کی گئی ہیں لیکن تاحال اس سوال کا خاطر خواہ حل معلوم نہیں ہوا۔

۱۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ پرندے سطح زمین کے دریاؤں پہاڑوں اور سمندر کے ساحل اور جزیروں وغیرہ کو یاد رکھتے ہیں۔ چونکہ پرندوں کی نظر بہت تیز ہوتی ہے اس لئے غیر اغلب نہیں کہ پرندے ان نشانات کی مدد سے راستہ یاد رکھتے ہوں۔ اس دلیل کے برخلاف یہ بات ہے کہ بہت سے نقل مکان کرنے والے پرندے رات کو سفر کرتے ہیں اس لئے نیچے اوپر بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ نقل مکان کرتے وقت پرندے عموماً چاندنی رات کو سفر کرتے ہیں اور اس لئے

انہیں نیچے اُوپر دکھائی دیتا رہتا ہے ۔ ایک اور رکاوٹ یہ ہے کہ پرندوں کو اکثر سینکڑوں میل سطح سمندر کے اوپر سے گزرنا پڑتا ہے جہاں سے ساحل دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی کوئی جزیرے نظر آتے ہیں ۔ اس حالت میں پرندے راستہ کیسے دریافت کرتے ہیں تاحال معلوم نہیں ہو سکا ۔

۲ ۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ پشت در پشت کا تجربہ پرندوں کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ کسی کے بتانے کے بغیر ہی راستہ معلوم کر لیتے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مُرغابی کا بچہ ماں کے سکھانے کے بغیر ہی تیرنا جانتا ہے اِسی طرح سے اِس کو کسی کے بتانے یا دکھانے کے بغیر ہی اپنے بزرگوں کا راستہ بھی آجاتا ہے ۔

۳ ۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ جو پرندے چند سال تک ایک خاص راستے کو طے کر چکے ہوں وہ پھر رہنما بن جاتے ہیں ۔ اِس دلیل کے برخلاف یہ رکاوٹ ہے کہ بعض نوعمر بچے اکیلے ہی مسافت طے کر لیتے ہیں ۔ یہ امر واقع ہے کہ انگلستان میں کوئل دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے دیتی ہے ۔ نوعمر کوئلوں کو پیچھے چھوڑ کر سب کوئلیں انگلستان سے جنوب کی راہ لیتی ہیں ۔ یہ بچے اکیلے ہی ہجرت کرتے ہیں اور ماں باپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں ۔

۴- بعض ماہرین کا قیاس ہے کہ ان پرندوں کو سمت کے متعلق خاص احساس ہے - اِس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے پروفیسر واٹسن (PROF: WATSON) اور ڈاکٹر لیشلے (DR. LASHLEY) نے کئی تجربات کئے ہیں - انہوں چند پرندوں کو پکڑ کر بند ٹوکریوں میں ڈالکر آٹھ سو میل کے فاصلے پر لے جاکر چھوڑ دیا - اس فاصلے سے کچھ پرندے چھ دن کے بعد اور کچھ بارہ دن کے بعد اپنے گھر واپس پہنچ گئے اور کچھ لاپتہ رہے - ایک اور تجربے میں آٹھ پرندوں کو بند کرکے جہازمیں لے جاکر چار سو اکاسٹھ (۴۶۱) میل کے فاصلے پر سمندر میں چھوڑ دیا گیا - اِس جگہ سے سمندر کا ساحل بالکل دکھائی نہیں دیتا تھا - جب اِن پرندوں کو آزاد کیا گیا تو سب کے سب گھر کی سمت میں اڑنے لگے - ہوا اِن کے مخالف تھی لیکن پھر بھی دو پرندے صحیح سلامت واپس پہنچ گئے - ایسے تجربات سے پروفیسر اور ڈاکٹر موصوف نے ثابت کر دیا ہے کہ پرندے کسی طرح کے سدھانے کے بغیر آٹھ سو سے ہزار میل کی مسافت بے نشان سطح سمندر کے اوپر طے کرنے کے بعد واپس گھر آجاتے ہیں -

اِن نقل مکان کرنے والے پرندوں کے متعلق یہ بھی

سوال ہے کہ اس نقل مکان کے رواج کا آغاز کیسے ہوا؟ ایسے پرندے سال کا کچھ حصّہ تو شمالی سرد علاقوں میں رہتے ہیں۔ ایسے پرندے انڈے بچے ہمیشہ ہی شمالی زیادہ سرد علاقوں میں دیتے ہیں۔ اِس سے ظاہر ہے کہ یہ پرندے کسی قدیم زمانے میں سارا سال ہی شمالی علاقوں میں گذارا کرتے تھے۔ لیکن جماداتی تغیّر و تبدّل کی وجہ سے ان علاقوں کی آب وہوا زیادہ سرد ہوگئی اور موسم سرما میں ان پرندوں کے لئے وہاں رہنا مشکل ہوگیا۔ سردی اور برف سے کیڑے مکوڑے مرگئے اور نباتی غذا بھی حاصل نہ ہونے کے باعث پرندوں کو موت کا سامنا ہوا۔ موت سے بچنے کے لئے پرندوں نے جنوبی گرم علاقوں کی راہ لی۔ یہاں کچھ دن گذارے۔ جب یہاں گرمی کی شدّت نے ستایا تو پرانے شمالی علاقوں کی طرف مُنہ کیا۔ قیاس ہے کہ اس طرح نقل مکان کرنے کے رواج کا آغاز ہوا۔

وہ پرندے جو موسمِ گرما میں پنجاب کے میدانوں میں آتے ہیں

سردیوں کے خاتمے پر پنجاب میں موسمِ بہار آتا ہے کئی اضلاع میں تو موسمِ بہار لمبا ہوتا ہے۔ لیکن بعض اضلاع میں سردیوں کے تھوڑے ہی دن بعد کڑاکے کی گرمی شروع ہو جاتی ہے اور موسمِ بہار صرف چند ہی خوشگوار دنوں تک محدود رہتا ہے۔ چند ایسے پرندے ہیں جو پنجاب میں صرف موسمِ بہار اور موسم گرما میں ہی ملتے ہیں۔ اس کے بعد موسم سرما کے آنے سے پیشتر ہی رفو چکر ہو جاتے ہیں جب گرمی شروع ہوتی ہے تو انسان گھبراتا ہے اور جو

حضرات گرمی برداشت نہیں کر سکتے وہ پہاڑی مقامات پر جاکر ڈیرے جماتے ہیں۔ انہی دنوں بعض نہایت ہی خوبصورت پرندے پنجاب میں آتے ہیں۔ آکر گھونسلے بناتے ہیں۔ انڈے دیتے ہیں اور اپنے بچوں کو پالتے ہیں +

ان پرندوں میں سے ہریال سب سے پہلے وارد ہوتی ہے۔ ہریالیں برقی تاروں پر بیٹھی ہوئی دیکھی جاتی ہیں۔ انہیں شائد خیال ہے کہ برقی تاریں ان کی خاطر ہی لگائی جاتی ہیں۔ ہریال کی شناخت کے لئے اس کا حلیہ ہم ایک پچھلے باب میں بیان کر چکے ہیں۔ اس کا رنگ سبز اس کی دُم کے دو درمیانی پر سیاہ اور بہت لمبے ہوتے ہیں۔ ہریال کی دو قسمیں پنجاب میں مارچ کے پہلے یا دوسرے ہفتے تک پہنچ جاتی ہیں۔ پہنچنے کے تھوڑے ہی دن بعد ہریالیں اپنے گھونسلے بنانے شروع کرتی ہیں۔ لاہور میں لارنس گارڈن کے خشک ٹیلوں میں ان کے کئی گھونسلے دیکھے جا سکتے ہیں +

ہریالوں کے تھوڑے ہی دن بعد شکّر خورے بھی آموجود ہوتے ہیں آپ شکّر خورے کا بیان پڑھ چکے ہیں یہ پرندے بھی پنجاب میں ہی گھونسلے بناتے ہیں۔ اگر احتیاط سے

جستجو کی جائے تو ان کے گھونسلے پنجاب میں ہر ایک باغ کے اندر دستیاب ہو سکتے ہیں۔

کوئل بھی موسمِ گرما میں ہی پنجاب کو آتی ہے۔ اس کی دلکش آواز سے سب لوگ واقف ہیں۔ درختوں کی ٹہنیوں میں بیٹھی ہوئی کوئلیں باری باری کوُں کوُں کرتی ہیں۔ کوئی باغ ان سے خالی نہیں رہتا۔ کوئلیں علی الصباح ہی اپنا راگ شروع کر دیتی ہیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ کوئل اپنے لئے کوئی گھونسلہ نہیں بناتی۔ یہ کوّے کے گھونسلے میں انڈے دیتی ہے۔ جب انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو کوّے ہی ان کو پالتے ہیں۔

ایک اور نہایت ہی خوشنما پرندہ اسی موسم میں پنجاب کو آتا ہے۔ اسے پیلک کہتے ہیں۔ پیلک اپنا سارا وقت درختوں میں ہی گذارتے ہیں۔ اسی لئے یہ بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ پیلک آم کے درختوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ پیلک کا گھونسلہ بھی نہایت حیرت انگیز ہوتا ہے۔ دشمنوں سے بچنے کے لئے پیلک اپنا گھونسلہ اکثر جھاپل کے گھونسلے کے نیچے بناتی ہے۔

ایک قسم کی فاختہ بھی موسمِ گرما کو گذارنے کے لئے پنجاب میں آتی ہے۔ نر اور مادہ دونوں کے گلے میں سیاہ کنٹھی دکھائی

دیتی ہے ✦

ان پرندوں کے علاوہ دو یا تین قسم کے اور پرندے بھی پنجاب میں موسم گرما میں ہی دیکھے جاتے ہیں ✦

موسم سرما کے آنے سے پیشتر ہی یہ سب پرندے پنجاب کو الوداع کہتے ہیں۔ ان میں سے شکّر خورے سب سے پہلے اور کوئلیں سب سے پیچھے جاتی ہیں ✦

وہ پرندے جو موسم سرما میں پنجاب کو آتے ہیں

کچھ پرندے ایسے بھی ہیں جو موسم سرما صرف کرنے کے لئے پنجاب میں آتے ہیں۔ جب موسم گرما صرف کرنیوالے پرندے چلے جاتے ہیں تو موسم سرما والے آ موجود ہوتے ہیں۔ ان میں سے تلیر یا گلابی مینا سب سے پہلے آتی ہیں۔ نر تلیر کے سر پر ایک چھوٹی سی کلغی ہوتی ہے۔ اس کا سر گردن بازو اور دُم سیاہ ہوتے ہیں۔ باقی جسم کا رنگ گلابی ہوتا ہے۔ مادہ پرندوں اور بچوں کا رنگ ایسا شوخ نہیں ہوتا۔ تلیر ماہ جولائی میں لاہور پہنچ جاتے ہیں۔ اور

اپریل تک رہتے ہیں۔ قیاس ہے کہ تلیر موسم گرما میں ایشیائی کوچک (ASIA MINOR) کو چلے جاتے ہیں۔ یہ وہاں ہی انڈے بچے دیتے۔ تلیروں کے جھنڈ موسم بہار میں ہی دیکھے جاتے ہیں۔ درختوں میں بیٹھے ہوئے سب یکایک بول اُٹھتے ہیں اور خوب شور مچاتے ہیں۔ ان کے جھنڈ موسم بہار میں اس لئے دیکھنے میں آتے ہیں کہ سب تلیر پنجاب سے رخصت ہونے سے پہلے اکٹھے ہوتے ہیں۔ شکاریوں کے لئے یہ نہایت نادر موقع ہوتا ہے۔ اگر درخت کے اُوپر بہت سے تلیر بیٹھے ہوئے ہوں تو ایک ہی دفعہ بندوق چلانے سے کئی تلیر گر پڑتے ہیں۔ ان کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے۔

گلابی تلیر کے علاوہ کئی اور قسم کے تلیر بھی پنجاب میں آتے ہیں۔ ان کا رنگ اُوپر والے تلیر سے مختلف ہوتا ہے۔ لیکن سب کے جسم پر سفید دھبے ہوتے ہیں۔ یہ بھی سب مل جل کر اکٹھے ہی رہتے ہیں اور ان کے جھنڈ کے جھنڈ درختوں پر دیکھے جاتے ہیں۔ شکاری اِن کو بھی شکار کرتے ہیں۔

بٹیر اگست اور ستمبر کے مہینوں میں لاہور پہنچ جاتے ہیں۔ بٹیر اکثر رات کے وقت چاندنی میں اُڑتے ہیں

کچھ بٹیر سارا سال ہی پنجاب میں رہتے ہیں۔ غالباً یہ شکاریوں کے ہاتھوں زخمی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور دور دراز تک اُڑنے کے قابل نہیں ہوتے۔ جو بٹیر یہاں رہ جاتے ہیں وہ یہاں ہی انڈے بچے دیتے ہیں۔ اس لئے بعض ماہروں کا خیال ہے کہ بٹیر کے لئے دوسرے ملکوں کو چلے جانا ضروری نہیں لیکن بٹیر عادت سے مجبور ہیں اور موسم گرما کے آنے سے پیشتر پنجاب کو چھوڑ جاتے ہیں *

کئی قسم کی مرغابیاں بھی موسم سرما میں پنجاب کو آتی ہیں یہ عموماً اکتوبر کے اختتام کے قریب پنجاب اور ہندوستان میں پہنچتی ہیں۔ دریاؤں اور جھیلوں کے کنارے پائی جاتی ہیں ماہِ اپریل تک ہندوستان میں رہتی ہیں۔ اس کے بعد کچھ تو کشمیر اور کچھ وسط ایشیا کو چلی جاتی ہیں *

دھوبنیں بھی موسم گرما کے خاتمے پر ہی پنجاب میں آتی ہیں۔ سفید رخسار بلبلیں بھی ان کے ساتھ ساتھ ہی میدانوں میں پہنچتی ہیں۔ اور باغوں میں بہت سے نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ سردیوں میں بہت سے پہاڑی کوّے بھی میدانوں میں آجاتے ہیں۔ ہمالیہ کی سخت سردی انہیں غیر موافق ہوتی ہے اور یہ نیچے میدانوں میں اُتر آتے ہیں *

پرندوں کی آپس میں لڑائیاں

پرندوں میں دو قسم کی لڑائیاں ہونی ممکن ہیں۔ اوّل ایک ہی قسم کے دو پرندوں کے مابین۔ دوم مختلف قسم کے پرندوں کے مابین۔ اس لڑائی کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں (۱) غذا کے لئے۔ (۲) گھونسلے بنانے کی جگہ کے لئے۔ (۳) ہم جنس پرندوں میں مادہ پرندوں کو حاصل کرنے کے لئے۔ ماہرین کا قیاس ہے کہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں اکثر سخت لڑائی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فریقین کی ضروریات بالکل ایک جیسی ہی ہوتی ہیں۔ ایک ہی جنس کے جانوروں میں سے ہر ایک کو ایک ہی قسم کی غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر ایک کو ایک جیسی ہی جائے رہائش بھی درکار

ہوتی ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ "کتا کتے کا بیری" بہت سی اقسام کے پرندے ایک جیسی ہی غذا چاہتے ہیں۔ اِس لئے ایک خاص قسم کی غذا کے لئے ایک ہی قسم کے پرندوں کے علاوہ مختلف اقسام کے پرندوں کے درمیان جنگ ہونی چاہیئے۔ لیکن یاد رہے کہ پرندے عموماً لڑائی سے گریز کرتے ہیں۔ کمزور ہمیشہ ہی طاقتور کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔ اِس کے علاوہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی دفعہ حملہ آور کمزور بھی ہو تو بھی دوسرا فریق لڑائی کے بغیر ہی بھاگ جاتا ہے۔ آپ غالبًا اس کو بزدلی کہیں گے۔ لیکن اپنی جان کو بچانے کی خواہش سب جانوروں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اِس لئے پرندے لڑائی سے پرہیز کرتے ہیں۔ غذا کی خاطر پرندوں کے مابین بہت کم لڑائی ہوتی ہے۔

بیٹھنے کی جگہ کے لئے بھی پرندوں میں جنگ کا ہونا ممکن ہے۔ کیا آپ نے کبھی شام کے وقت کبوتروں کا ملاحظہ کیا ہے۔ ایک جگہ پر ایک کبوتر بیٹھا ہو۔ اگر دوسرا کبوتر آکر اُس کی نشست کو لینا چاہے تو پہلا فوراً جگہ خالی کر دیتا ہے۔ کوئی لڑائی وغیرہ نہیں ہوتی۔ اب اگر تیسرا کبوتر تھوڑی دیر کے بعد آ جائے تو دوسرا فوراً جگہ خالی کر دیتا

ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑائی تک نوبت کیوں نہیں پہنچتی
اپنی جان سب جانوروں کو از حد پیاری ہے۔ پرندے لڑائی
کے خطرات سے بچنے کے لئے بھاگ جانے کو ترجیح دیتے
ہیں۔ جھانپل اکثر کوّے کا تعاقب کرتی ہوتی دیکھی جا سکتی
ہے۔ کوّا جھانپل سے بدرجہا طاقتور ہوتا ہے۔ اگر چاہے
تو مار کر جھانپل کا گوشت ہڈیوں سے جُدا کر ڈالے لیکن شائد
لڑائی کرنے کرتے اسے کوئی زخم بھی آ جائے۔ گو فتح یقینی
ہو لیکن اس زخم سے بچنے کے لئے کوّا لڑائی نہیں لڑتا۔

انڈے بچے دینے کے موسم میں صلح کل پرندے لڑنے
مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کو انڈے بچے
اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں پرندے ان کو
بچانے کے لئے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالنے سے گریز
نہیں کرتے اس لئے ان دنوں پرندوں کے مابین لڑائی
کا بہت احتمال ہوتا ہے۔ لیکن ان دنوں بھی حملہ آور چاہے
کمزور ہی ہو دوسرا فریق لڑائی سے گریز کرتا ہے۔ اور لڑائی نہیں ہوتی
آپ شائد خیال کریں گے کہ جو فریق بھاگ جاتا ہے وہ شکست
مان گیا۔ دراصل جب تک لڑائی ہی نہ ہو شکست کیسی۔ قانون
قدرت یہی ہے کہ اگر لڑائی ٹل سکے تو لڑائی سے پرہیز کرنا
ہی بہتر ہے۔

پرندوں کی صفائی اور حفظانِ صحت

پرندے عادتاً نہایت صاف ستھرے ہوتے ہیں بہت سے پرندے باقاعدہ پانی میں نہاتے ہیں۔ اپنے پروں کو روزانہ صاف کرتے ہیں۔ قدرت بھی پرندوں پر نہایت مہربان ہے۔ ہر ایک پرندے کو ہر سال قدرت ایک نئی پوشاک مرحمت کرتی ہے۔ بعضوں کو سال میں دو پوشاکیں ملتی ہیں ایسے پرندوں کا موسم گرما کا لباس موسم سرما کے لباس سے مختلف ہوتا ہے۔ گرمی اور سردی سے حفاظت کے لئے اس لباس کے ساتھ کوئی شئے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پروں کی بناوٹ ایسی ہے کہ گرد و غلاظت اُن کو میلا نہیں کر سکتیں۔ اگر نر اور مادہ کے لباس میں کچھ فرق ہو تو عموماً

نر کے لباس کا رنگ شوخ ہوتا ہے اور مادہ کا سادہ سا ہی ہوتا ہے۔ خوبصورت نر شاندار کپڑے پہنے ہوئے زندگی کی جدوجہد میں اگلی صفوں میں نکلتے ہیں۔ دشمنوں سے لڑنا اور اُن کو زیر کرنا ان کا فرض اولین ہے۔ امن چین کے وقت نر کا دل کش لباس مادہ پرندوں کے دلوں کو تسخیر کرتا ہے۔ مادہ پرندوں کا سادہ لباس زندگی کی دشوار گھاٹیوں سے پرے پُرلطف وادیوں میں رہنے کے لئے نہایت موزوں ہے۔ صانع قدرت نے مادہ پرندوں کو کشمکش زندگی کے تھپیڑوں سے الگ رکھ کر خانگی امورات کے لئے ہی مخصوص کر رکھا ہے۔ ایک مصنف لکھتے ہیں کہ مہذب انسان اس اصول کے بالکل برعکس جا رہا ہے۔ کیونکہ ہر ملک اور ہر قوم میں مستورات کا لباس آدمیوں کے لباس سے بدرجہا خوبصورت ہوتا ہے۔

صانع قدرت نے پرندوں کو اُڑنے کی طاقت بخشی ہے۔ اس طاقت نے پرندوں کو وہ وہ سہولتیں مہیا کر رکھی ہیں جن کو مطالعہ کر کے انسان کے دل میں رشک پیدا ہوتا ہے۔ آسمان پر اُڑتی ہوئی ابابیلوں کو دیکھئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے خوشی کے سمندر میں غوطے

لگا رہی ہیں۔ کیسے ورزش اور ہوا خوری کر رہی ہیں۔ غم فکر ان سے کوسوں دور بھاگتا ہے ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ایسے خوش باش پرندوں کا مطالعہ کرتے ہوئے انسان بھی کھلی ہوا میں رہنا ورزش کرنا اور خوش رہنا سیکھے ۔

گو زمانۂ حال میں انسان نے ہوائی جہاز بنا کر اُڑنا شروع کیا ہے لیکن اِس کے باوجود جیسی اچھی اور پاک وصاف ہوا ایک ادنےٰ پرندے کو نصیب ہوتی ہے ویسی ہوا امیر سے امیر انسان کو خواب میں بھی نصیب ہونی مشکل ہے ۔ صاف ہوا میں رہنے سے پرندوں کے حواس خمسہ نہایت تیز ہو گئے ہیں۔ ان کی آنکھیں قدرت کی خوبصورتی پر فریفتہ ہوتی ہیں انکے کان قسم قسم کے راگ میں تمیز کر سکتے ہیں ۔

عام پرندے اپنے گھونسلوں کو خوب اچھی طرح سے صاف رکھتے ہیں۔ سب غلاظت وغیرہ اُٹھا کر گھونسلے سے باہر پھینک دیتے ہیں۔ بعض ایسے ہشیار ہیں کہ بچوں کو بھی اِس طرح پاخانہ کرواتے ہیں کہ بِیٹھیں گھونسلے سے باہر گر جاتی ہیں ۔

شام ہوتے ہی پرندے اپنے بسیرے والے

درختوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ جب اکٹھے ہو رہے ہوں تو شور و غل کرتے ہیں لیکن اندھیرا ہوا اور سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ ساری رات چین سے سوتے ہیں اور پوری نیند لینے کے بعد جب سحر ہوتی ہے تو سویرے ہی جاگ اُٹھتے ہیں۔ سویرے ہی سو جانا اور سویرے ہی اُٹھنا ان کا بہترین اصول ہے۔ نہ صرف پرندوں بلکہ سب جانوروں کی صحت اور خوشی کا یہ سنہری اصول ہے لیکن افسوس کہ انسان دن بدن اس اصول کے برعکس جانے کی کوشش اور مشق کر رہا ہے۔

پرندوں کی بیماریاں

تمام باقی جانوروں کی طرح پرندوں کو بھی اکثر بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ جن پرندوں کو انسان پالتا ہے اور قید میں رکھتا ہے انہیں تپ دق نمونیا پلیگ بخار یرقان وغیرہ عارضے ہوتے رہتے ہیں۔ قید میں یہ بیماریاں غذا کے کم و بیش کھلاو پینے یا تنگ و تاریک مکانات میں رہائش کے سبب یا مناسب ورزش اور تفریح طبع کے بغیر ہو جاتی ہیں۔ بہت سی بیماریاں جو پالتو مرغیوں کو ہو جاتی ہیں اکثر چھوت سے پھیلتی ہیں۔ اور بہت نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ ماہرین کا قیاس ہے کہ پالتو پرندے جنگلی پرندوں کی نسبت بیماریوں کا زیادہ شکار ہوتے ہیں

بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جب ایک پالتو پرندہ پنجرے کے اندر بیمار ہو جائے تو اُس کے ساتھی اُس کے اوپر حملہ کر دیتے ہیں اور اُسے مار ڈالتے ہیں اور بعد ازاں اُس کی لاش کو کھا بھی جاتے ہیں۔ آپ کوّے کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ کوّے ایک دوسرے کی صحبت کے بہت مشتاق ہوتے ہیں۔ کوّوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جب ایک کوّا بیمار ہو جائے تو باقی کوّے اس پر حملہ کر کے اُسے مار دیتے ہیں۔ ایک انگریز کو کوّوں سے سخت نفرت تھی۔ آنحضرت کیا کرتے تھے کہ ایک کوّے کو پکڑ کر اُس کے جسم سے سب بال و پر مونڈ دیتے پھر اس پر سُرخ رنگ کر کے اُسے چھوڑ دیتے۔ باقی کوّے جونہی اس انوکھے ہمراہی کو دیکھتے اس پر حملہ کر کے اُسے فوراً جاں بحق کر دیتے۔ اپنے زخمی ہمراہیوں کو مار ڈالنا کوّوں کے علاوہ اَور چند پرندوں میں بھی دیکھا گیا ہے لیکن یہ طریقۂ عمل سب پرندوں میں رائج نہیں۔ طوطے تو بیمار ہمراہیوں کی خبرگیری کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔

جنگلی پرندوں میں بیمار پرندے بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آزادی کی حالت میں یہ بیمار ہی بہت کم ہوتے ہیں۔ اور دوسرے جب

کہیں کوئی پرندہ بیمار اور کمزور نظر آتا ہے تو شکاری پرندے اُسے مار کر کھا جاتے ہیں۔ بیمار پرندہ یا تو چند گھنٹوں میں ہی راضی ہو جاتا ہے یا چند گھنٹوں میں ہی اُس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ان حالات کے سبب جنگلی پرندوں کی بیماریوں کے متعلق ہماری واقفیت بہت ہی قلیل ہے اس کے باوجود بھی دیکھا گیا ہے کہ پرندے اکثر کئی حیات خور جانوروں یعنی پیراسائٹس (PARASITES) کا شکار بنتے ہیں۔ مردہ پرندوں کا امتحان کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کی طرح ان کے پیٹ اور آنتوں میں بھی کئی اقسام کے کیڑے جاگزیں ہوتے ہیں اور ان کی موت کا باعث ہوتے ہیں۔ کئی وبائی بیماریاں بھی اکثر پرندوں میں دیکھی گئی ہیں مسٹر ڈی ڈی کننگھم (Mr. D D CUNNINGHAM) لکھتے ہیں کہ "کلکتہ اور اُس کے گردونواح میں اکثر بہت سی چڑیاں رہتی ہیں لیکن ۱۸۹۵ اور ۱۸۹۶ میں ان کی تعداد بہت ہی کم ہو گئی۔ ڈھونڈنے پر بھی چڑیاں شاذ و نادر ہی نظر آتی تھیں۔ ہم ۱۸۹۷ کے موسم بہار تک کلکتے رہے۔ اور تب تک چڑیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو چکا تھا"۔ اِس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جنگلی پرندوں میں بھی کبھی کبھی وبائی بیماریاں پھیل جاتی

ہیں اور ان کی تعداد میں خاصی کمی کر دیتی ہیں ۔

بیماریوں کے علاوہ لگاتار زیادہ بارش اور سردی بھی پرندوں کے لئے مصیبت کا باعث ہوتی ہیں۔ بہت سے پرندے برسات کے موسم میں انڈے بچے دیتے ہیں۔ بارش کے دوران میں والدین بچوں کے لئے باہر سے غذا جمع کر کے نہیں لا سکتے۔ اور اگر بارش بہت دیر تک جاری رہے تو بچوں کو بھوک بہت ستاتی ہے۔ ان میں سے کمزور بچے مر جائیں تو کوئی غیر اغلب بات نہیں۔ زیادہ بارش کے سبب بہت سے گھونسلے گر جاتے ہیں بعض پانی سے بھر جاتے ہیں اور انڈے بچے ڈوب مرتے ہیں ۔ دریاؤں کی طغیانی زمین کے اوپر گھونسلے بنانے والے پرندوں کو سخت نقصان پہنچاتی ہے ۔ لکھوکھا انڈے اور بچے تلف ہو جاتے ہیں ۔ جس سال بارش کم ہو اناج اور بیج وغیرہ کم ہونے کے باعث پرندوں پر قحط کی آفت آتی ہے۔ کمزور بچارے فاقہ کشیوں کے مارے تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے ہیں ۔

انسان اور پرندے

آپ یہ جانتے ہیں کہ قبل از تاریخ زمانے میں ایک
وہ زمانہ بھی تھا جب انسان جنگلوں میں رہتا تھا اور
جنگل کے پھلوں وغیرہ یا جنگلی جانوروں کا شکار کر کے اپنا
پیٹ بھرتا تھا۔ ہمارا قیاس ہے کہ اور جانوروں کے علاوہ
انسان جنگلی مرغ کا بھی شکار کرتا تھا۔ جنگل میں رہتے ہوئے
انسان نے مرغ اور مرغی کو رہتے سہتے دیکھا۔ ان کے
طور و اطوار کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ کو شائد کئی صدیاں ہی
لگ گئی ہوں گی۔ لیکن اس مطالعہ کے بعد انسان کو غالباً
یہ بات معلوم ہو گئی کہ مرغ مرغیوں کے شکار کرنے سے یہ
بہتر ہے کہ چند مرغیوں اور مرغوں کو اپنے پاس ہی رکھا

جاتے ۔ اِس مطلب کے لئے جیتے جاگتے مُرغے مُرغیوں کو پکڑنے میں جو جو دِقتیں انسان کو پیش آئی ہوں گی ان کا اندازہ لگانا ہمارے تصور سے باہر ہے ۔ بعض اصحاب کا قیاس ہے کہ مُرغیوں کو پالنا سب سے پہلے ہندوستان میں رائج ہوا ۔ اور ہندوستان کے جنگلی مُرغ سے ہی مُرغی کی پالتو نسلیں حاصل کی گئی ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے پہل مُرغی کو کھانے کے لئے نہیں پالا جاتا تھا ۔ بلکہ مُرغوں کو لڑا کر تماشہ دیکھنے کے لئے پالا جاتا تھا ۔ ہمیں مؤخر الذکر خیال سے اتفاق نہیں ہے ۔ ہمیں یہ بات زیادہ معقول معلوم ہوتی ہے کہ انسان نے اوائل میں مُرغے مُرغیوں کو کھانے کی خاطر پالنا اور سدھانا شروع کیا ۔

جس شخص نے پہلے پہل جنگلی مرغیوں کو پکڑ کر سدھایا اور پالا وہ درحقیقت انسان کے بہترین کرمفرماؤں میں شمار ہونا چاہیئے ۔ انسان نے جب مرغیوں کو پالنے کا مرحلہ طے کر لیا تو اپنی روزانہ غذا کا ایک جزو آسانی سے دستیاب ہونے لگا ۔ مُرغیوں کو پالنے کا رواج کاشتکاری سے بہت پیچھے رائج ہوا لیکن پھر بھی اِسے اب کئی ہزار برس ہو چکے ہیں ۔

پالتو مُرغیاں جنگلی مُرغیوں سے کئی باتوں میں بہتر

ہیں۔ جنگلی مرغی آجکل ہندوستان کے کئی علاقوں میں ملتی ہے۔ سال بھر میں صرف بارہ تیرہ ہی انڈے دینے پر اکتفا کرتی ہے۔ لیکن اچھی پالتو مرغیاں سال میں ایک سو سے لیکر دو سو تک انڈے دیتی ہیں۔ مرغی کے بچے آسانی سے پالے جا سکتے ہیں اور تھوڑے ہی ہفتوں کے بعد کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ کھانے کے لئے چھوٹے کم سن چوزوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کا گوشت جوان مرغ کے گوشت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ مرغیوں کو پالنے میں جو ترقی اہل شمالی امریکہ نے کی ہے وہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ کوئی اور ملک یا قوم ان کے ساتھ اس فن میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ موجودہ زمانے میں مرغی اور اس کے انڈے انسان کی روزانہ غذا میں ایک نہایت اعلےٰ جزو بن چکے ہیں۔ اسی لئے ان کی مانگ اور قیمت دن بدن بڑھ رہی ہے ۔

پالتو پرندوں کے علاوہ انسان تاحال کئی جنگلی پرندوں کو پکڑ کر یا شکار کر کے کھاتا ہے۔ بٹیر پکڑنے والے ہزارہا بٹیر ہر سال پکڑ کر شہروں میں بیچنے کو لاتے ہیں۔ بعض صاحب تیتر چکور تلیر اور مرغابی کے شکار کا شوق رکھتے ہیں جن کو اور کوئی شکار ہاتھ نہ لگے وہ فاختہ ہی مار لاتے ہیں۔ شکار

تفریح اور ورزش کا نہایت اعلےٰ ذریعہ ہے۔ جسم میں بردباری اور برداشت طبیعت میں استقلال اور استقامت پیدا ہوتے ہیں۔ اور قوت مشاہدہ نیز ہوتی ہے۔ شکار کھیلنا پرندوں کو پالکر کھانے سے گو زیادہ مشکل ہے لیکن یہ زیادہ دلیرانہ رویہ ہے۔

بعض حضرات تفریح طبع کے لیئے پرندوں کو پالتے ہیں۔ ان کو پنجروں میں رکھتے ہیں۔ پرندوں کو قید میں رکھنا در اصل ایک ظالمانہ کارروائی ہے۔ ہوا کے بادشاہوں کو آہنی قفسوں میں بند رکھنا اگر ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر آپ کو پرندوں کو دیکھنے یا اُن کے راگ سننے کا شوق ہے تو موسم بہار اور موسم گرما میں صبح و شام باغات اور کھیتوں کی سیر کریں۔ ان دنوں پرندے اپنے اعلےٰ اعلےٰ لباس میں ملبوس پھرتے ہیں۔ خوشی سے ناچتے ہیں گاتے ہیں۔ اگر آپ اس طرح سے ظلم کرنے کے بغیر ان کی لا انتہا خوشی میں شریک ہو کر اپنا حصّہ لے سکیں تو ان بیچاروں کو قید کی مصیبتوں میں کیوں ڈالتے ہیں۔

بعض حضرات مُرغ بٹیر یا بلبل وغیرہ کو لڑانے کی خاطر پالتے ہیں۔ یہ اصحاب اپنی سنگدلی کا ثبوت دیتے ہیں دوسرے جانوروں کی مصیبتوں کو دیکھ کر خوش ہونا انہیں

زخمی ہوتا دیکھ کر قہقہے لگانا انسانیت کے بہترین جذبات کےبخلاف ہے۔ پرندوں اور دیگر جانوروں کو لڑانے کی خاطر پالنا وحشی قوموں میں رائج ہے۔ مہذب اقوام ان کاموں سے پرہیز کرتی ہیں +

انسان کو زراعت کے کاموں میں جو فائدے پرندوں سے پہنچتے ہیں ان کا اندازہ لگانا ازحد مشکل ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کھیتوں اور باغوں میں بیسیوں قسم کے کیڑے ٹِڈے سنڈیاں وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ بعض جڑوں کو کھاتے ہیں۔ بعض ہری ہری کونپلوں کو چٹ کر جاتے ہیں۔ بعض پتوں کو ہڑپ کرتے ہیں۔ بہتیرے پھلوں اور پھولوں کو ضائع کرتے ہیں۔ غرضیکہ کسی پودے کا کوئی حصّہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی قسم کے کیڑے کو بھاتا نہ ہو۔ آپ شائد یہ بھی جانتے ہیں کہ کیڑے اور جانوروں کے مقابلے میں کس تیزی سے نسل افزائی کرتے ہیں۔ مکڑی کے دَل آپ نے کبھی کبھی ضرور دیکھے ہوں گے۔ جس علاقے میں مکڑی کے دَل نمودار ہوجائیں وہاں کھیت وغیرہ سب ویران ہو جاتے ہیں۔ کیڑوں کے لشکروں کو بڑھنے سے روکنا زیادہ تر پرندوں کا ہی کام ہے۔ ان میں سے بہت سے مثلاً نیل کنٹھ۔ مینا۔ ہُدہُد وغیرہ تو صرف کیڑوں

کو ہی کھاتے ہیں۔ کیڑوں کی تلاش میں کھیتوں اور باغوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ ایک اکیلا نیل کنٹھ دن بھر میں سینکڑوں کیڑوں کو کھا جاتا ہے۔ جن دنوں نیل کنٹھ کے بچے چھوٹے ہوتے ہیں اُن دنوں نر اور مادہ دونوں نہایت پھرتی سے موٹے تازے کیڑوں کو پکڑ پکڑ کر لاتے ہیں۔ اور بچوں کو کھلاتے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک جوان پرندے کی روزانہ غذا اکثر اُس کے اپنے وزن کا چھٹا حصّہ ہوتی ہے۔ پرندوں کے چھوٹے بچے ایک دن میں یعنی ۲۴ گھنٹوں میں اپنے جسم کے وزن کے برابر غذا کھاتے ہیں۔ اب آپ شائد اندازہ لگا سکیں گے کہ پرندے کیڑوں کو مارنے میں کتنا کام کرتے ہیں۔ بس کیڑے کھانے والے پرندے کسان اور باغبان کے حق میں نہایت مفید ہیں۔ ان پرندوں میں بعض مثلاً نیل کنٹھ بہت خوبصورت ہیں۔ لوگ نیل کنٹھ کو اُس کے خوبصورت پروں کی خاطر مار دیتے ہیں۔ ایسے مفید پرندوں کو شکاریوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے گورنمنٹ نے قانون بنا رکھا ہے اور ایسے پرندوں کو مارنا ایک جرم ہے

بڑے بڑے شکاری پرندوں سے بھی کسان اور باغبان

کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ ان شکاری پرندوں میں سے اُلّو سب سے زیادہ کام کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اُلّو رات کو ہی شکار کرتے ہیں اور بہت کم دکھائی دیتے ہیں اِس لئے لوگ ان کی اہمیت سے بہت کم واقف ہیں۔ کھیتوں میں سینکڑوں چوہے رہتے ہیں۔ یہ چوہے فصل اور اناج کا بہت نقصان کرتے ہیں۔ اُلّو رات کے وقت ان کا شکار کرکے پیٹ بھرتے ہیں اور کسان کو چوہوں سے نجات دلاتے ہیں۔ ایک دانا کا قول ہے کہ جو شخص ایک اُلّو کو بھی نشانۂ اجل بناتا ہے وہ پاگل خانے میں بند کئے جانے کا مستحق ہے۔ دوسرے شکاری پرندے مثلاً ترمتی جو چھوٹے چھوٹے اناج خور پرندوں مثلاً چڑیوں کو کھاتے ہیں وہ بھی کسان کے حق میں فائدہ مند ہیں۔ چڑیاں بہت سا اناج کھا جاتی ہیں۔ جن دنوں اناج کے کھیت پک کر تیار ہوتے ہیں تو ہزارہا چڑیوں کے جھنڈ کھیتوں میں اناج کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ترمتی کے لئے یہ نہایت نادر موقع ہوتا ہے۔ وہ ان کے جھنڈ میں سے ایک کو پکڑ لے جاتی ہے۔ باقی گھبرا کر اُڑ جاتی ہیں اور فصل کا بچاؤ ہو جاتا ہے۔

قدرت نے بعض پرندوں کو محکمۂ صفائی اور حفظانِ

صحت کا افسر بنا رکھا ہے۔ کوّا چیل اور گدھ اس محکمے کے اعلےٰ افسر ہیں۔ شہر میں کیا اور دیہات میں کیا خشکی پر کیا اور سطح سمندر پر کیا یہ پرندے ہر جگہ گشت کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہایت مستعد رہتے ہیں۔ جو نہی گوشت کا کوئی گلا سڑا ٹکڑا یا ہڈی یا کوئی اور شئے پھینکی جائے یہ جھٹ اُسے اُٹھا کر کھا جاتے ہیں۔ بندرگاہوں میں جہازوں کے آس پاس چیلیں اور گدھیں ہر وقت چکر لگاتی رہتی ہیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو اکثر محکمہ صفائی کے برخلاف شکائتیں رہتی ہیں۔ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے افسران صفائی کے مقابلے میں قدرت کے افسرانِ صفائی بہت زیادہ فرض شناس ہیں۔ نہ معلوم انسان کو اپنے افسرانِ صفائی کو اتنا فرض شناس بنانے میں کتنی دیر لگے گی + اگر قدرت کے افسران صفائی نہ ہوتے اور انسان کو اپنی ہی محنت اور مشقت سے صفائی کرنی پڑتی تو بڑی بھاری مشکل کا سامنا ہوتا۔ بعض لوگ کئی دفعہ بے احتیاطی سے چیل کو مار دیتے ہیں۔ ایسے لوگ چیل کو نہیں مارتے بلکہ اپنے ایک حقیقی محسن کو قتل کرتے ہیں +

اناج خور پرندے مثلاً چڑیا اور کبوتر اناج کا ہر سال

بہت نقصان کرتے ہیں۔ ہندوستان کے اندر جانوروں کو مارنا گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ اِس لئے ان اناج خور پرندوں کو کوئی بھی شخص جہاں تک ہو سکے جان سے نہیں مارتا۔ ان کی تعداد کو روکنے کے لئے قدرتی اسباب کے سوا اور کوئی ذرائع کام نہیں کرتے +

پھل خور پرندے مثلاً طوطے پھلوں کا ازحد نقصان کرتے ہیں۔ باغ کے رکھوالے سارا سارا دن شور مچاتے رہتے ہیں۔ اور ان کو باغ کے اندر داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ کبھی شاذو نادر ہی کسی طوطے کو غلیل کے ساتھ نشانۂ اجل بناتے ہیں +

پرندوں کو جو جو نقصان یا تکلیفیں انسان سے پہنچتی ہیں اُن کا ذکر اگلے باب میں کیا جائے گا +

زندگی کا تانا بانا

اس دنیا میں بے شمار اقسام کے جانور اور پودے آباد ہیں۔ گویا کہ زندگی کا جال ہر جگہ بچھا ہے۔ ایک جانور دوسرے جانوروں اور جانداروں سے چاہے کتنا ہی الگ تھلگ کیوں نہ رہے اُس کا دنیا میں صرف موجود ہونا ہی اِس کے ہم جنس جانوروں کے علاوہ دوسرے قسم کے جانوروں اور پودوں پر عجیب عجیب طرح کے اثرات پیدا کرتا ہے۔ مختلف اقسام کے جانداروں کے باہم تعلقات نہایت پیچیدہ ہو رہے ہیں۔ اس باب میں ہم بیان کرینگے کہ پرندوں کو دوسرے جانوروں کے باعث کن کن مصیبتوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔

اِس دنیا میں ہر ایک جانور کے لئے مفصلۂ ذیل تین ابتدائی ضروریات ہیں :۔

۱۔ پیٹ بھرنے کے لئے غذا

۲۔ رہنے سہنے اور دشمنوں سے بچنے کے لئے جائے پناہ +

۳۔ ہر ایک نر جانور کو مادہ سے شادی کرنا لازمی ہے یا دوسرے لفظوں میں ہر ایک مادہ جانور کو نر جانور سے شادی کرنی لازمی ہے +

جو غذا جانور کھاتے ہیں وہ پیٹ اور آنتوں کے اندر پہنچ کر ہضم ہوتی ہے۔ ہضم شدہ غذا جسم کے اندر تین کام آتی ہے۔ (الف) جسم کے روزانہ کام کے لئے طاقت روزانہ غذا سے ہی بہم پہنچتی ہے (ب) جسم کے روزانہ توڑ پھوڑ کی مرمت بھی اِسی سے ہوتی ہے۔ (ج) ہضم شدہ غذا جو اوپر والے دونوں کاموں سے بچ رہے وہ جسم کے اندر چربی وغیرہ کی شکل اختیار کرکے جمع رہتی ہے اور آئندہ ضروریات کے وقت کام آتی ہے +

اگر کسی جانور کو پیٹ بھرنے کے لئے کافی غذا میسّر نہ ہو تو جسم کی روزانہ توڑ پھوڑ اخراج اور مرمت کے لئے مصالح بہم نہیں پہنچتا۔ جسم کے اندر جو غذا بصورت چربی

اور دیگر مرکبات کی شکل میں جمع ہوتی ہے وہ کام آنے لگتی ہے۔ رفتہ رفتہ جب یہ ذخیرہ بھی ختم ہو جاتا ہے تو جانور جلد ہی فاقہ کشیوں کے باعث جاں بحق ہوتا ہے۔

سب جانوروں کی زندگی کے لئے جائے پناہ بھی نہایت ضروری ہے۔ بعض جانور زمین کے اندر بلیں بنا کر رہتے ہیں۔ بعض غاریں بناتے ہیں اور بعض قدرتی غاریں تلاش کر کے اُن کے اندر پناہ گزین ہوتے ہیں۔ پرندے تو سال کا بہت سا حصّہ درختوں کی ٹہنیوں میں ہی بسر کرتے ہیں۔ درخت اُن کے لئے جائے پناہ ہیں جس جگہ درخت کم ہوں وہاں پرندے بھی کم ہوتے ہیں۔

جائے پناہ جانوروں کو موسم کی سختیوں اور دشمنوں کے حملوں سے بچاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے کم سن جانوروں کے لئے تو جائے پناہ اور بھی زیادہ ضروری ہیں۔

ہر ایک جانور جب جوان ہو جائے تو اُس کی قدرتی خواہش ہوتی ہے کہ اُسے اُس کی قسم کا دوسرا جانور مل جائے۔ یعنی ہم جنس جانوروں کے نر اور مادہ کا ملاپ لازمی ہے۔ اِس ملاپ کی خاطر جانوروں میں سخت لڑائیاں ہوتی ہیں۔ جو جانور کنوارے رہ جاتے ہیں۔ وہ نسل افزائی نہیں کر سکتے۔ ان کی زندگی ادھوری رہ جاتی ہے۔ زندگی

ادھوری رہ جانے کے باعث وہ زندگی کا لطف نہیں لے سکتے۔ کچھ اعلےٰ صفات اور جذبات ایسے ہیں جو بیوی بچوں کی محبّت اور بیوی بچوں کے ہی زیر اثر پیدا ہوتے ہیں۔ کنوارے جانور ان صفات اور جذبات سے بالکل بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔

اِن تین ابتدائی ضروریات کو حاصل کرنے کے لیے جانوروں میں سخت جدوجہد ہوتی ہے۔ اِسے زندگی کی کشمکش یا سٹرگل فور ایگزسٹینس (STRUGGLE FOR EXISTENCE) کہتے ہیں۔ ایک خاص جنس کے جانوروں میں آپس میں نہایت سخت کشمکش ہوتی ہے۔ کیونکہ ان سب کی ضروریات ایک جیسی ہی ہوتی ہیں۔ مثلاً سب خرگوش گھاس یا اور نباتی غذا کھاتے ہیں۔ اور بلوں میں رہتے ہیں۔ ایک خاص جگہ رہنے والے خرگوشوں میں گھاس اور بلوں کی جگہ کے لئے سخت جدوجہد ہوتی ہے۔ جو خرگوش طاقتور اور ہشیار ہوتے ہیں وہ پیٹ بھر کر کھا بھی لیتے ہیں اور بلوں پر بھی قبضہ جما رکھتے ہیں۔ جو کمزور ہوں وہ فاقہ کشیوں کے باعث مر جاتے ہیں۔ سب گھاس خور جانوروں کی جدوجہد گوشت خور جانوروں سے ہوتی ہے۔ بھیڑیئے ریچھ۔ چیتے شیر وغیرہ سب خرگوش بھیڑ بکری گائے بیل کا شکار کرتے ہیں۔ گھاس خور جانوروں

ہیں جو جو جانور زیادہ تیز دوڑ سکتے ہوں یا اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے مسلح ہوں اُن کا دشمنوں سے بچے رہنا زیادہ اغلب ہوتا ہے - وہی نسل افزائی کر سکتے ہیں کمزور رفتہ رفتہ صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں + گوشت خور جانوروں میں بھی آپس میں سخت کشمکش ہوتی ہے - جو زیادہ طاقتور ہوتے ہیں وہ شکار کو جلدی سے مار لیتے ہیں - کمزور شکار کو نہیں مار سکتے اور رفتہ رفتہ وہ بھی مٹ جاتے ہیں +

پرندوں کو اپنے کئی دشمنوں سے جان بچانے کے لئے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے - پرندوں کے مفصلہ ذیل دشمن ہیں:
(۱) دوسرے پرندے (۲) چمگادڑ (۳) بیچھو (۴) لومڑی (۵) چیتے اور بلیاں (۶) چوہا (۷) نیولا (۸) سانپ (۹) کیڑے (۱۰) بندر (۱۱) انسان +

دوسرے پرندے

غیر شکاری پرندوں مثلاً بٹیر کبوتر سنت بھائی مینا وغیرہ سے شکاری پرندے دشمنی رکھتے ہیں - شکاری پرندے آپس میں ایک دوسرے کے اوپر حملہ نہیں کرتے + بعض شکاری پرندے صرف چھوٹے چھوٹے پرندوں کو ہی کھاتے ہیں بعض پرندوں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے چوپاؤں کو بھی کھا جاتے

ہیں۔ پس شکاری پرندے چھوٹے پرندوں اور چھوٹے چوپاؤں کی آبادی کو بڑھنے سے روکتے ہیں + ہندوستان کی حدود میں اکیس قسم کے بڑے بڑے شکاری پرندے پائے جاتے ہیں یہ بڑے بڑے غیر شکاری پرندوں مثلاً تیتر چکور مور اور مرغ وغیرہ کا شکار کرتے ہیں۔ چھوٹے شکاری پرندوں کی چھبیس قسمیں ہندوستان میں ملتی ہیں۔ یہ چھوٹے شکاری پرندے چھوٹے چھوٹے غیر شکاری پرندوں مثلاً چڑیا دھوبن فاختہ ست بھائی وغیرہ کا شکار کرتے ہیں +

عموماً شکاری پرندے ایسے غیر شکاری پرندوں کا شکار کرتے ہیں جو تعداد میں بہت زیادہ ملتے ہیں۔ شکاری پرندوں کی ہر ایک قسم خاص خاص قسم کے چھوٹے پرندوں کو کھانے کے لئے ترجیح دیتی ہے۔ ایسے غیر شکاری پرندے مثلاً ہریال اور کٹھ پھوڑا جو اپنا بہت سا وقت درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں میں صرف کرتے ہیں۔ وہ اکثر شکاری پرندوں کے حملوں سے بچے رہتے ہیں۔ شکاری پرندوں کی وجہ سے مرغابی کبوتر فاختہ تلیر چڑیا دھوبن وغیرہ وغیرہ کی بہت سی تعداد تلف ہوتی ہے۔ کچھ تعداد میں ہدہد کوا بلبل نیل کنٹھ اور طوطے بھی تلف ہوتے ہیں + شکاری پرندوں کے لئے چھپکلیوں سانپوں اور چھوٹے چھوٹے چوپاؤں کو پکڑنا آسان ہوتا ہے

اور اُن کو کھانا بھی آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ کھانے سے پیشتر ان کے جسم سے پرندوں کی طرح پر اُتارنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ہندوستان میں کبوتر چڑیا وغیرہ کو کئی شکاری پرندے کھاتے ہیں لیکن اِس کے باوجود بھی کبوتروں اور چڑیوں کی تعداد میں کمی ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ پرندے بڑی تیزی کے ساتھ نسل افزائی کرتے ہیں اور ان کے بچوں میں بہت اموات نہیں ہوتیں۔ اِس لئے ان کے جو ساتھی شکاری پرندوں کے ہاتھوں تلف ہوتے ہیں ان کی اموات سے آبادی میں کمی ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی +

اُلوؤں کی کئی قسمیں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں - یہ سب اور جانوروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے پرندوں کا بھی شکار کرتے ہیں۔ لیکن اُلو چونکہ رات کے وقت ہی شکار کرتے ہیں اور ان کی عادات اچھی طرح معلوم نہیں۔ اِس لئے اِس بات کا اندازہ لگانا کہ اُلو غیر شکاری پرندوں کی تعداد میں کتنی کمی کرتے ہیں ممکن نہیں۔ رات کے وقت اندھیرے میں سوئے ہوئے پرندوں کو مار ڈالنا بہت آسان ہوتا ہے۔ اِس وقت پرندوں کے رنگ یا اُن کے تیز حواس خمسہ یا ان کا تیز پرواز ان کو اُلوؤں کے حملوں سے بچا نہیں سکتے۔ ماہرین کا قیاس کہ اُلو بہت سے پرندوں کو تلف کرتے ہیں اور یہ بھی خیال

ہے کہ موسمِ سرما میں جب کیڑوں مکوڑوں کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے تو اُلوؤں کا گذارہ چھوٹے پرندوں پر ہی ہوتا ہے۔

علمِ طیور کے ماہرین کا خیال ہے کہ ہندوستان میں عام پرندوں کا سب سے بڑا دشمن کوّا ہے۔ اناج اور کیڑے کھانے والے پرندوں کی تعداد کو بڑھنے سے روکنے میں کوّے شکاری پرندوں سے بہت زیادہ حصّہ لیتے ہیں۔ شکاری پرندے تو جوان پرندوں کو ہی مارتے ہیں لیکن کوّے انڈوں بچوں کو باقاعدہ تلاش کر کے چٹ کر جاتے ہیں۔ تعداد کے لحاظ سے بھی کوّے بہت زیادہ ہیں۔ یہ جاسوسوں کی طرح پرندوں کے تعاقب میں رہتے ہیں۔ عام پرندوں سے زیادہ سمجھدار ہونے کے سبب یہ خوب جانتے ہیں کہ کون سے پرندے کس موسم میں گھونسلے بناتے ہیں۔ کوّے اوّل تو چوری چوری گھونسلوں میں سے انڈے بچے نکال نکال کر کھا جاتے ہیں۔ اگر چوری کرنے کا موقع نہ ملے تو سینہ زوری سے کام لیتے ہیں۔ چند کوّے مل کر گھونسلے کے اندر بیٹھے ہوئے پرندوں کو دِق کرنا شروع کرتے ہیں۔ یہ موذی چیل کو بھی دِق کر دیتے ہیں اور چیل کے گھونسلے میں سے بھی انڈے بچے نکال کر لے جاتے ہیں۔

کوّے ایک اور طرح سے بھی پرندوں کی آبادی کو بڑھنے سے روکتے ہیں۔ یہ بے رحم دوسرے پرندوں کو ستا کر بہت خوش

ہوتے ہیں۔ جب کوئی پرندے گھونسلے بنانے میں مشغول ہوں تو یہ اُن کے تنکوں اور پھوس وغیرہ کو اُٹھا لے جاتے ہیں۔ کئی گھونسلوں کو اس طرح سے کوّے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیتے۔

"گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" والی بات ہے کوّے اُڑنا جانتے ہیں جہاں اور پرندے پہنچ سکتے ہیں وہاں یہ بھی پہنچ سکتے ہیں۔ ان سے پرندے کہیں بھی محفوظ نہیں۔ گھونسلوں کو تلاش کر لینا ان کو کچھ مشکل نہیں۔

شکاری پرندوں اُلّوؤں اور کوّوں کے علاوہ چھانپل اور نیل کنٹھ وغیرہ بھی کبھی کبھی اور پرندوں کو مار کر کھا جاتے ہیں۔

چمگادڑ

گرم خون والے چوپائے جانوروں میں سے صرف چمگادڑوں نے ہی اُڑنا سیکھا ہے۔ چمگادڑیں درختوں مکانوں اور کھنڈرات کی چھتوں میں رہتی ہیں۔ یہ رات کو باہر نکلتی ہیں اور سوئے ہوئے پرندوں کو پکڑ پکڑ کر کھا جاتی ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے پرندوں مثلاً چڑیوں کو نہایت آسانی سے پکڑ لیتی ہیں اور بڑی جلدی جلدی کھا جاتی ہیں۔

ریچھ

ریچھ عموماً پھل کیڑے اور شہد کھاتے ہیں۔ لیکن ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے ریچھ پرندوں اور اُن کے انڈوں کو بھی کھاتے ہیں +

لومڑی

ہندوستان میں کئی اقسام کی لومڑیاں ملتی ہیں۔ ان میں سے کئی پرندوں کو کھانے کی بہت شائق ہیں۔ تیتر چکور مرغ وغیرہ کو پکڑ لیتی ہیں۔ اگر انڈے بچے وغیرہ بھی ہاتھ لگ جائیں تو انہیں بھی نہیں چھوڑتیں +

چیتا

ہندوستان میں دو قسم کے ایسے چیتے ملتے ہیں جو درختوں پر چڑھ سکتے ہیں۔ یہ بیل سے لیکر چڑیا تک جو جانور بھی قابو آجائے مار کر کھا جاتے ہیں۔ بہت سے موران کے ہاتھوں تباہ ہوتے ہیں +

شہروں اور دیہاتوں میں پالتو اور جنگلی بلیاں بھی بہت سے پرندوں کو مار کر کھا جاتی ہیں +

چوہے

ہندوستان میں چوہوں کی کثیر تعداد ملتی ہے۔ کچھ شہروں اور دیہاتوں میں انسان کے مکانوں کے اندر رہتے ہیں۔ یہ سب پرندوں کے انڈوں بچوں کو خوب کھاتے ہیں دارجلنگ میں چوہے مینا کو بہت تنگ کرتے ہیں۔ اس مقام پر میناؤں کے چند ہی گھونسلے ان کے ہاتھوں سے بچتے ہوں گے۔ مرغی کے چوزوں اور کبوتر کے بچوں کو اکثر کھا جاتے ہیں۔ جنگلی چوہے جو کھیتوں وغیرہ میں رہتے ہیں۔ اناج کے علاوہ جب موقع ملے پرندوں کے انڈوں بچوں کو بھی ہڑپ کر جاتے ہیں ۔

نیولا

نیولا بھی باقاعدہ طور پر زمین پر انڈے دینے والے پرندوں کے گھونسلے تلاش کرتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی بٹیروں کو بھی پکڑ کر کھا لیتا ہے ۔

سانپ

ہندوستان میں کئی اقسام کے سانپ ملتے ہیں۔ ان

میں سے بہت سے پرندوں کے انڈوں اور بچوں پر ہاتھ صاف کرتے ہیں اسی لئے مینا چڑیا سَت بھائی وغیرہ جب کسی سانپ کو دیکھ پاتے ہیں خوب شور کرنے لگتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سانپ ان کے دشمن ہیں اور دشمن کو دیکھ کر یہ سب پرندے واویلا کرنا شروع کرتے ہیں ؁

کیڑے

دیمک کئی گھونسلوں کو تباہ کرتی ہے۔ ان گھونسلوں کو دیمک اپنے مٹی کے گھروں کے اندر لپیٹ لیتی ہے۔ مسٹر وِہسلر (MR. WHISTLER) لکھتے ہیں کہ ضلع جہلم (پنجاب) میں دیمک اس طرح بہت سے گھونسلوں کو برباد کرتی ہے ؁

بندر

بندر بھی اکثر پرندوں کے انڈوں بچوں کو کھا جاتے ہیں۔ کئی اصحاب ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے کئی مرتبہ مختلف اقسام کے بندروں کو پرندوں کے انڈے بچے کھاتے ہوئے دیکھا ؁

انسان

کسی ملک میں انسان کا ہونا ہی پرندوں پر نمایاں اثر رکھتا

ہے۔ اگر ہندوستان میں اوائل سے انسان کی آبادی نہ ہوتی تو پرندوں کی آبادی بہت ہی مختلف ہوتی۔ بعض دفعہ تو انسان پرندوں کو ارادتاً مارتا ہے یا مارنے کے لئے پکڑتا ہے۔ کبھی کبھی ان کو محفوظ کرنے کے لئے قانون بھی بناتا ہے یا غذا وغیرہ مہیا کرتا ہے۔ انسان بعض ایسے ایسے کام کرتا ہے جن کی وجہ سے انسان کے ارادے کے بغیر ہی پرندوں کی بہبودی یا بربادی کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جنگلات کو صاف کرنا۔ نہریں بنانا اور نئی زمین کو کاشت میں لانا۔ ہم پہلے ان موخر الذکر اسباب کا ذکر کریں گے۔

انگریزی حکومت سے پہلے جب ہندوستان کی آبادی[1] بہت کم تھی تب ملک کا بہت سا حصہ جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا۔ ان جنگلوں میں بہت سے پرندے آباد تھے۔ سرکار انگریزی کے وقت میدانوں کے بہت سے جنگل کاٹ دیئے گئے ہیں اور زمین کو کاشت میں لایا گیا ہے۔ جنگلی درختوں کے کم ہو جانے سے ان پرندوں کی تعداد جو جنگلوں میں ہی رہتے ہیں مثلاً کٹھ پھوڑا بہت کم ہو گئی ہے۔ ایسے پرندے اب محدود جنگلوں میں پناہ گزیں ہیں۔

[1] ہندوستان کی آبادی انگریزی حکومت کے قائم ہو جانے تک یعنی غدر کے بعد تک بھی صرف ۱۸ کروڑ تھی۔ ہندوستان کی آبادی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں ۳۲ کروڑ تھی۔ غالباً ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں آبادی ۳۲ کروڑ سے بہت زیادہ ہو گی۔

کاشت کے بڑھ جانے سے اناج کھانے والے پرندوں
مثلاً چڑیا وغیرہ کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ انہار نکالنے کا ایک
یہ اثر ہوا ہے کہ دریاؤں میں پانی کم ہو جانے کی وجہ سے دریاؤں
میں چھوٹے چھوٹے جزیرے اب زیادہ نمودار ہونے لگے ہیں
ان جزیروں کے اندر آبی پرندے زیادہ تعداد میں گھونسلے بنانے
اور بود و باش اختیار کرنے لگے ہیں ایسے پرندوں کی تعداد بڑھ گئی
ہے۔

بڑے بڑے شہروں کے تعمیر ہونے سے چیلوں گدھوں
کوؤں چڑیوں میناؤں وغیرہ کی تعداد میں بھی اضافہ ہو جاتا
ہے۔ اور لال جیسے گھاس میں رہنے والے پرندوں کی تعداد میں
کمی ہوتی ہے۔ آموں اور دوسرے پھل دار درختوں کے باغ
لگانے سے طوطوں پیلکوں اور دیگر پھل کھانے والے پرندوں
کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ قیاس ہے کہ انسان کے ذریعے کوؤں
چڑیوں میناؤں گدھوں کبوتروں وغیرہ کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔
انسان جنگلوں اور گھاس والے علاقوں کو آگ لگانے
سے پرندوں میں بہت تباہی برپا کرتا ہے۔ آسام میں گھاس
کو آگ لگ جانے سے ہر سال لکھوکھا بٹیروں کی جانیں تلف
ہوتی ہیں۔ انسان کے ذریعے شکاری پرندوں اور کٹھ پھوڑوں
وغیرہ کی تعداد میں بھی کمی ہوئی ہے۔ گو پچھلے زمانے میں انسان

بعض پرندوں کی تعداد میں اضافے کا باعث ہوا ہے لیکن زمانہ حال میں انسان سے بڑھ کر عام پرندوں کا اور کوئی دشمن نہیں ۔ بہت سے پرندوں کو انسان تفریح غذا اور دوائیوں میں ڈالنے کی خاطر نشانۂ اجل بناتا ہے ۔ اور سینکڑوں کو جالوں سے پکڑتا ہے۔ پرندوں کو پکڑنے والے موسم بہار میں طوطوں کے گھونسلے کھوجتے پھرتے ہیں اور جو بچے ہاتھ لگتے ہیں اُن کو پکڑ لاتے ہیں اور شہروں میں فروخت کرتے ہیں۔ کچھ شکاری پرندوں کو انسان شکار میں مدد کی خاطر پکڑتا ہے ۔ ہندوستان میں ہزارہا آدمیوں کا ذریعہ معاش پرندوں کو پکڑ پکڑ کر بیچنا ہے۔ گو سدھانے یا پالنے کے لئے بھی لکھوکھہا پرندے پکڑے جاتے ہیں لیکن جن پرندوں کو انسان کھانے کے لئے پکڑتا ہے اُن کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے ۔ ہندوستان میں بہت سے پرندے کھانے کے کام آتے ہیں ۔ ان کو طرح طرح کے پھندوں سے پکڑا جاتا ہے۔



مرکنٹائل پریس لاہور میں سید ممتاز علی اینڈ سنز پبلشرز ریلوے روڈ لاہور نے باہتمام منشی الٰہی بخش چھپوایا۔

اسی مصنّف کے قلم سے

نباتات اور نباتی خوراک

اس کتاب کے لئے مصنف کو پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے ۱۹۲۸ء میں ۵۰ ۷ روپے کا گرانقدر انعام مرحمت فرمایا تھا۔

رسالہ "اردو" حیدرآباد دکن میں اس کتاب کا مفصلہ ذیل ریویو اپریل ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا:۔

"اس کتاب کے ابتدائی باب میں زندگی کے خواص پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد پودوں کے اعضا۔ اندرونی بناوٹ۔ پھول پھل بیج پودے کی غذا زمین کا تجزیہ۔ کھاد۔ نباتی جراثیم۔ پنجاب کے چند درخت اور جھاڑیاں۔ پودوں کی بیماریاں۔ ہماری نباتی خوراک اور وِٹا منز (یعنے حیاتیات) کا حال لکھا ہے۔ اور یہ سب بیان آسان زبان میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ طالب علم اور معمولی لکھے پڑھے شخص بھی سمجھ سکیں۔ کتاب میں بہت سی کام کی اور دلچسپ معلومات ہیں۔ جا بجا نقشے اور تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ کتاب بہت اچھی چھپی ہے۔ اس قسم کی کتابوں سے عام پڑھنے والوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اُن کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ طلبا کے لئے خاص طور پر مفید ہے"۔

حجم ۲۰۴ صفحے۔ چار سہ رنگی اور کثرت سے سادہ تصاویر درج ہیں۔ مجلد ۱۴؍ ۱ روپیہ ۱ پائی

ملنے کا پتہ :۔ دارالاشاعت پنجاب لاہور

(مسلم پرنٹنگ پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور)

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

۱- اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible]، مجلس انتظامی [illegible] پانچ کتابیں ایک ماہ [illegible] اپنے پاس رکھ سکینگے۔ [illegible] ارکان جامعہ

[illegible] تعلیمات و نصاب [illegible] پانچ کتابیں [illegible] ایک ماہ تک [illegible] رکھ سکینگے۔ اور [illegible]

۲- اساتذہ جامعہ عثمانیہ [illegible] درس کی کتابیں [illegible] ایک ماہ [illegible] اور [illegible]

اور اراکین دارالترجمہ درس ترجمہ شدہ دو کتابیں [illegible] رکھ سکینگے۔

۳- طلبائے ایم اے، ایل ایل بی [illegible] اپنے پاس رکھ سکینگے۔

[illegible] کتابیں [illegible] اپنے پاس [illegible] طلب کے جواب

طلبہ پانچ کتابیں [illegible] کتابیں واپس [illegible] لیا جائیگا۔ [illegible] مگر اس غرض

۴- مدت مقررہ [illegible] کتاب واپس [illegible] جاری کی جا سکینگی [illegible]

ایک آنہ یومیہ فی کتاب [illegible] لازم ہے۔

۵- بشرط [illegible] کتاب کا [illegible] لازم ہے۔

کتب خانہ میں کتاب [illegible] خراب ہو جائیں تو [illegible] ذمہ داری

[illegible] کا نشان [illegible] سے

[illegible]